

Acc 945

زبانِ آردو میں سہم قافیہ و ہم آواز (یا حافظ) ہوا ہے ترجمہ دیوان حافظ شیراز

ترجمانِ لغیب

یعنی

لسانِ الغیب خواجہ فطشیر از رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

ہر دلعزیز دیوان کی چھ سو غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ

اصل فارسی کے بحر و قافیہ و ہم آہنگ دلیف میں

”معجزہ گزیت کرامات ہست“

مترجمہ

مولوی محمد احتشام الدین حسنا (حق) دہلوی ایم اے (علیگ)

اہتمام فاکسائٹرز شمس الدین خاں اکبر آبادی مالک

شمس المطابع مشین پریس نظام شاہی روڈ جید آباد دکن

(حقوق طبع و حق ترجمہ محفوظ)

قیمت ۴۴

دفعہ ۱۲۲۵

صفحہ اول

۵ ایشوال ۱۳۵۵ھ ہجری

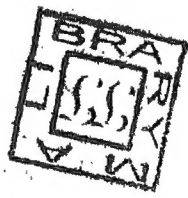
M.A. LIBRARY, A.M.U.



U115432

۷۹۱۵۲۳۹
۱۳۸۱/۲

۷۹۱۵



CHECKED-2002

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۱۵۴۳۲

18 JAN 1997

بیان مترجم



انجمنہ شد کہ ایسیا کے مشہور و مقبول دہر دھریز اور دنیا بھر کے مسلمہ شاعر بینی حضرت حافظ شیراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تخیلیہ ناچھ سو دھچپ غزلوں کا یہ منظوم ترجمہ پورا اور طبع ہو کہ اہل نظر کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اس کو ترجمہ کرنے کے لئے کسی منذرت کی ضرورت نہیں دنیا کی اکثر معتبر زبانوں میں یہ کلام بار بار ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ نظم میں بھی پورے شہور شاعر گوئے نے تو اس کی طرز پر ایک دیوان غزل ہی لکھ ڈالا ہے اور اس کو دیوان ہی کے نام سے موسوم بھی کیا ہے۔ اردو کیوں اس نعمت سے محروم رہتی؟

اس ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اصل کے بحر و قافیہ کی ہر غزل میں پابندی کی گئی ہے یعنی ترجمہ اسی بحر و قافیہ میں ہے جو اصل فارسی غزلوں کا ہے۔ روایت بھی مماثل رکھی گئی ہے۔ اصل کے وہ الفاظ جو اردو میں مشترک دامنوں ہیں اکثر برقرار رکھے گئے ہیں۔ نئی الجھ گانے بجانے اور ساز و آواز میں ترجمہ کی غزلوں کا وہی لہجہ اور اثر ہے جو اصل فارسی غزلوں کا جس کی بدولت یہ ترجمہ اصل سے بہت قریب مشابہ اور مماثل اور اس صفت میں دنیا بھر کے ترجموں میں لا جواب اور لائٹریک ہے۔ ہم نے اس میں غالب بھی کھول کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اصل کلام معجز نظام کی اس صفت بھی تیر ترجمہ محروم نہیں رہا۔ انجمنہ شد! اس بیان و اتمہ کو مترجم کی خود ستائی پر محمول نہ کیا جائے گا کہ ایسے نفیس و عالی کلام کے لطائف لفظی و معنوی کو اصل کے بحر و قافیہ کی پابندی اور روایت کی ہم آہنگی کی شرط کے ساتھ اردو میں نقل کر دینا

ب

ایک نہایت دشوار کام تھا اور بعض صورتوں میں ناممکن بھی تاہم وہ جس حد تک پورا ہو سکا اُس کے لئے مترجم اپنی دماغ سوزی اور جگر کاوی سے زیادہ حضرت صاحب دیوان علیہ الرحمہ کی امداد کا رہن منت ہو ترجمے میں جہاں کوئی مشکل آن کر اڑی حضرت کی روحانیت کی طرف توجہ کرنے سے حل ہو گئی اُس کی صرن ایک یہ مثال نمونے کے لئے لکھ دینی کافی ہوگی کہ

سحر بادی گفتم حدیث آرزو مندی

اس غزل کے سب قافیے اردو میں مشترک ہیں برائے اس شعر کے قافیے کے ہائے چوتھو عاقل قد ریل استخوان تاکے درین این سایہ دولت کہ بزناہل انگندی ردیف و قافیے کا آخری لفظ انگندی غیر اردو ہے اور کسی طرح ترجمے میں نہیں چکایا جاسکتا تھا مترجم کا آخر تک کہ حضرت صاحب دیوان کی طرف توجہ کرنا تھا کہ فی الفور اس طرح ترجمہ ہو گیا اور ہی لفظ اردو میں صورتاً قائم رہا۔

ہو ضائع سایہ دولت تراناہل پر صد حیف ہمایہ تجھ سا عالی قدر اور یہ بڑیاں گندی؟
 پچھ سو غزلوں کے تھیننا پانچ ہزار اشعار کے ترجمے میں ایسی ایسی دشواریوں کے متواتر پیش آنے اور سہل ہو جانے سے مترجم کو اب یقین ہے کہ یہ ترجمہ اُس نے نہیں کیا بلکہ وہ اس کے کرنے پر مامور تھا۔
 شاید اس ترجمہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہو کہ ہندوستان میں فارسی داں پہلے ہندو بھی بکثرت تھے اب مسلمان بھی ڈھونڈھے نہیں پاتے۔ حضرت کا کلام لفظاً نہیں تو معنا ہی اس سہرین پر قائم اور یہاں کی نیلیں اُس سے بدستور منتفع اور متع رہیں مجالس سماع میں جو وجد و حال آپ کے اشعار پر بلا سمجھے ہوتے ہو کر کرتے ہیں وہ آئینے سمجھ بوجھ کر جو اکریں۔ کلام حافظ کو لوگ خود سمجھ کر اپنی رائے قائم کریں تقلیدی رائے نہ رکھیں وغیرہ۔ مترجم باقاعدہ شاعر تھا شاعر کی کوئی دم یعنی کوئی تخلص مشہور نہ رکھتا تھا۔ تاہم یہ کام اُس سے لے یا ص۔
 قرعہ فال بنام من دیوانہ زدن!

یا شاید اس کلام کو اردو کے آئینے میں دکھانے سے یہ مدعا ہو کہ ایشیائی شاعری خصوصاً تغزل کا اہلی اور حقیقی نمونہ مدعیان فن کے پیش نظر رہے۔ اردو میں فی زمانہ استبداد غالب اور ان کے پُرکار مبالغہ کے ساتھ پوجے جا رہے ہیں حالانکہ ان کی شاعری صاف طور پر یک رخ ہی یعنی صرف آہ کا پہلو رکھتی ہے یہی حال بلکہ اس سے زیادہ قبلہ و کعبہ شعرا میر صاحب کا ہے ان کے اشعار نہیں آنسوؤں کی لڑیاں ہیں۔

خواجہ حافظ کی غزلیں آہ کا نمونہ بھی پیش کرتی ہیں بہت بندہ حاتی ہیں یا یوسی سے منع کرتی ہیں اور خوشدلی کا بھی جو مساوی حق شاعری پر ہے اس کو کما حقہ ادا کرتی ہیں بطبیعتوں کو مردہ اور افسردہ ہو کر بچھ جانے اور نشاط میں آکر اعتدال سے گزر جانے سے یکساں روکتی اور مانع ہوتی ہیں۔

”ڈاکٹر بخجوری کے دیباچہ دیوان غالب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ دنیا کا وہ کون سا مضمون اور نظرت کا وہ کون سا پہلو ہے جو ڈیڑھ جزو کے انتخاب دیوان غالب میں نہیں آگیا“

بلا ضرورت جواب، اس ترجمے کے ذریعہ خود روشن ہو جائے گا کہ حافظ کے کلام میں کتنا کچھ ہو اور کیسے حسن و نگینی اور ظرافت و لطافت کے ساتھ ہے کہ غالب کے ڈیڑھ جزوی دیوان بلکہ کلیات میں بھی اُس کا پتہ نہیں بخجوری کی روانی، ردیف قافیہ کی دلادیزی و موسیقی، الفاظ کی دلکشی، استعارات کی دلچسپی، تشبیہات کی نگینی، مضامین کی جدت و ظرافت کے علاوہ ہماروں کی نقشہ کشی، حسن کے سراپا، عشق و محبت کے معاملات، زندگی کے کاروبار، شریعت و طریقت کے مباحث و نکات، نصیحت و رہنمائی کے اشارات، فطری جذبات، نفسی کیفیات، حمد و نعت وغیرہ وغیرہ کے بھٹنے بے شمار پہلو خواجہ حافظ کے کلام میں روشن اور ترجمہ کلام میں بھی جھلکتے نظر آئیں گے کسی کلام میں ان کا عشر عشر بھی نہ پایا جائے گا۔

مرزا غالب نے اپنا فارسی دیوان اہل زبان فارس کے سامنے عالم تصور میں پیش کرتے ہوئے

یہ شعر پڑھا ہے گویا ان کو چیلنج ڈلوکنا، دیا ہے کہ ۵

بیاد وید گرائیں جاؤ ذراں دلانے غریب شہر سخناے گفتنی دارو

اس کے جواب میں حافظ شیراز کا یہ اردو ترجمہ بھی اکثر بزبان حال پکارتا سنائی دے گا کہ ۵

بیاد وید گجارت گفت غالب ہندی پہ پیش حافظ شیراز گفتنی دارو؟

اس کے لئے ترجمے کو اول سے آخر تک مطالعہ کرنا لازم ہے۔ کہیں کہیں سے اٹھا کر دیکھ لینا کافی نہیں کیونکہ مترجم کو ہر گز یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ترجمہ بقول مرزا صاحب ۵

”یہ شعر حافظ شیراز انتخاب نہ دارو“

یعنی اس ترجمے میں اصل کلام کی طرح سب رطب ہی رطب ہے یا بس مطلق نہیں۔ البتہ یہ دعویٰ ضرور ہے کہ مترجمہ اشعار کی پانچ ہزار تعداد میں سے غالب کے مختصر دیوان کی پندرہ سو تعداد سے زیادہ ایسے پربلیت و مضمون اشعار انتخاب کئے جاسکتے ہیں جو اپنے لطف و لطافت میں اپنی نظیر ہوں اور دماغ کے لئے تفریح کے علاوہ غذائے روحانی مہیا کریں جس کی ضرورت سے طبیعت بشری کبھی سیر نہیں ہو سکتی اور اُردو کے سرمایہ ناز مختصر دیوان غالب کو جلدی سے ختم کر کے تشنہ ہی رہ جاتی ہے۔

ترجمہ کہیں فطی ہے کہیں خائے کا اور کہیں باندک ترک و تصرف جو ترجموں میں جائز سمجھا گیا ہے یعنی غیر زبان کے ادب کو اپنانے کے لئے ناگزیر ہے بغیر اس کے ترجمہ کسی زبان کا دوسری زبان میں انہیں نہیں بن سکتا۔ بہر حال ماخذ ہر ترجمہ شعر کا حافظ صاحب ہی کا شعر فارسی ہے اور مترجم نے بقدر اپنی فہم و قابلیت کے اُس کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ اُس کے سمجھنے میں غلطی کا امکان معافی کی غیر معمولی بلاغت نزاکت خصوصاً تصوف و معرفت کے رموز و نکات کی بہتات اور دیوان کے نسخوں کے اختلافات کی وجہ سے الہ بھی زیادہ ہے شارحین کی شرحیں بھی یہاں کچھ مددگار نہیں ہوتیں بلکہ اکثر مشکل ہی کے موقع پر خاموش پاتی ہیں۔

ترجمے کے لئے تیسرا و درود کی غزلوں کی ششہ زبان اور شیریں لہجہ اختیار کیا گیا ہے ایک بزرگ شاعر کے درویشانہ کلام کے لئے یہی زبان و لہجہ موزوں خیال کیا گیا۔ فارسی کی چند و ترکیبیں بھی ترجمے میں جائز رکھی گئی ہیں جو میر و مہر کے کلام کے ذریعہ مانوس اور اب غالب کی پیروی کی دھت میں از سر نو زندگی پا گئی ہیں۔ نیز بعض قیود کی جو نظم اردو پر خواہ نخواہ رسماً یا جدت طرازیوں نے جبراً دکھانے کے لئے عائد کر رکھی ہیں، پروا انہیں کی گئی ہے۔ میر لکھنوی نے تو ان محدودوں کو اپنے آخری دیوان کے فارسی دیباچے میں برا بھلا تک کہہ دیا ہے۔ عروض کے جوازوں سے بھی جہاں ضرورت ہوئی استفادہ کیا گیا ہے دو ایک جگہ مترجم کا خاص اجتہاد بھی قابلِ معافی ہے۔ مگر یہ سب خال خال ہے اور سب کا مجموعہ کل ترجمے میں آٹے میں نمک کی قدر سے بھی کم ہے مثلاً متروک الفاظ میں سے کچھ اور جوں صرف ایک آدھ جگہ انت ڈو جگہ اور آتے ہے اور جاتے ہے کے نمونوں کے الفاظ دو تین جگہ سے زیادہ نہیں فلہذا ان کمزوریوں کے جانے کی ضرورت بھی نہ تھی لیکن دنیا کا مزاج عیب بخود واقع ہوا ہے عیب چینیوں کی نظر عیوب و نقائص ہی کو کھود کھود کر نمایاں کرنے میں مصروف رہتی ہے۔

عیب ہی زاہد بہر میں کو نظر آئے خدا کو رہا ہوں سے یہ آئینہ اور اک پڑے!
دنیا بھر خواجہ حافظ کو مانتی اور ان کے کلام کی داد دیتی چلی آئی ہے شعرائے متمدن کا فرعون عرقی شیرازی بھی کانٹیک دیتا ہے اور کہتا ہے۔

ہرگز دمِ مقدّر حافظ کہ کعبہ سخن است در آدمیم بعزم طواف در پرداز
یورپ کے ادیب بھی جو اس کلام کو سمجھ لیتے ہیں عاشق و شیدا ہو جاتے ہیں گوٹے جیسے عظیم الشان شاعرِ عالم کی مفتونی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مٹر اسٹوری جو آجکل کیمبرج میں اعلیٰ پروفیسری پر ہیں پہلے علیگڑھ کالج میں تھے اپنے ایک دوست رکی مٹر اسمتھ نامی اکا جو کیمبرج یونیورسٹی میں فیلو تھے تذکرہ کرتے تھے کہ ان کے وہ دوست سات سال سے کلام حافظ کے مطالعہ میں مصروف ہیں اور ان کا

بیان ہے کہ حافظ میں تنکیسپیر سے زیادہ لطافتیں اور خوبیاں پائی جاتی ہیں۔
 اس بیان کی تردید کا حق اُن کو نہیں جنہوں نے اتنی مدت دراز کلام حافظ کے مطالعہ میں نہیں بسر
 کی اور نہ تنکیسپیر اُن کی مادری زبان میں ہے۔ لیکن بقول حافظؒ
 من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہرچہ کرد اس آشنا کرد
 یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ حافظ کے کلام کی نسبت مولانا حالی اور اقبال نے قدرے یادہ گوی سے کام
 لیا ہے اُن کی کوتاہ بینی پر افسوس ہے۔ اس کا مفصل جواب اس مختصر دیباچے میں نہیں دیا جاسکتا
 حافظ کی لائن میں دیا گیا ہے جو اس ترجمہ دیوان کا ضمیمہ ہے مگر ضخامت کے خوف سے علیحدہ جلد میں
 شائع ہو سکے گا۔ بہر دست تو دیوان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ناظرین اس کو دیکھ کر اپنی رائے خود قائم
 کریں اور اس تنبیہ کو نہ بھولیں۔

دو تال عیب نظر بازی حافظ کیند کہ من اور از مجاہد خدای بیسم
 اس ترجمے سے اصل کلام فارسی کو نسبتاً بقا مطالعہ کرنے والے بھی کافی استفادہ کر سکتے ہیں۔
 مترجم اُن اصحاب کا بہ دل شکر گزار ہے جنہوں نے اس ترجمہ دیوان کی کتابت طباعت
 اشاعت وغیرہ میں مدد کی اور مدد کریں گے نیز مالک شمس المطابع مولوی محمد شمس الدین خاں صاحب درکاتب طبع
 منشی عبدالرحمن صاحب البر آبادی کامنوں ہے انہوں نے غلطیوں اور تبدیلیوں کے بار بار درست
 کر دینے میں مکرر زحماتوں سے کبھی پہلو ہتی نہیں کی۔ پھر بھی مترجم کی پروت دیکھنے میں نظر چوک جانے سے
 چند غلطیاں رہ گئیں ہیں جن کی فہرست جدا گانہ ہے۔ دوسری طبع میں ان غلطیوں کو متن میں درست
 کر دیا جائے گا اور جو اشعار یا مصرعے ڈھیلے رہ گئے ہیں ان کو اور کس دیا جائے گا۔ ناظرین بھی جو اپنی
 اصلاحوں اور ترجمے کی غلطیوں سے مطلع فرمانے میں مدد کریں گے اُس کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ کسی
 عہدہ مشورہ کو ترجمے میں داخل کرنے سے دریغ نہیں ہوگا۔ مطبع نظر حضرت حافظ کے کلام کو اردو میں

دُحال لینا اور اپنی زبان کو دیوان ذی شان کے صد ہا ترانوں اور ان کے لطائف و ظرائف سے مالا مال کر لینا ہے۔ یورپ کے ملکوں میں کسی عہد و کلام یا کتاب کو شائع ہوئے عرصہ گزرنے نہیں پاتا کہ دوسرے مالک میں اُس کو ترجمہ کر کے اپنا لیا جاتا ہے۔ مترجم بھی امیدوار ہے کہ یہ ترجمہ اُردو میں ایک اضافہ ثابت ہو مقبولیت پائے لوگ اس سے فائیں دیکھا کریں اس کے ترانے محفلوں کو گرایا کریں اس کے اشعار اور مصرع زبانوں پر جاری اور ضرب المثل ہو کر تحریر و تقریر میں تراش کیا کریں اس کی طرحوں پر شاعروں میں غزلیں کہی جایا کریں شعرا اس سے شاعری کے سبق لیں نئے نئے انداز سخن سیکھیں۔ کما قال اشاعرہ

”قال ہیں ہم لے آئے اسی انداز سخن کے ہر شعر میں ہو حافظ شیراز کا انداز عشق و محبت، پاک نشی اور زندہ دلی اس انداز کی جان ہیں اور نمونہ یہ پُر جوش و ولولہ اشعار و غزلیات جو اس ترجمہ کے ذریعہ ہر یہ ناظرین ہوتے ہیں۔“

المترجم
محمد احتشام الدین (حق) (ہومی) ایم۔ اے۔ علیگ
(پتہ) جوبلی مفتی محمد اکرام الدین خاں مرحوم، دہلی

مورخہ ۵ اشوال ۱۳۵۷ھ
حیدر آباد دکن

سیر تسلیم مرا اور درِ میخانہ، اگر ^{حافظ} کوئی نافرمان سمجھے تو دوسرا کوئی خشت

غلط نامہ

صفحہ	شعر	پر ذیل کے مصرعوں کو اس طرح پڑھئے	صفحہ	شعر	نقطہ	صحیح
۱۲	۴	سبھیال لے ترک شیرازی پھرے ذیل نیوں مارا	۲۳	۱۳	۱	۱۰
۸	۵	شعل جاردی بچانہ کروں مرگاں کا	۲۹	۱۶	۱	رغبت
۱۲	۲۳	اس شہر میں تو مجھ سا ہزاروں غریب ہے	۳۱	۹	۱	راز
۱۲	۵۴	پانی تنہیل سے نیم سہری باہم جنت	۴۱	۳	۱	پر
۹	۷۱	کچھ اب تو دست غیب سے میری دوا کریں	۶۰	۱۵	۲	صبح گاہ
۱۲	۷۸	سا لک رہا طلب ہو کے مٹا دے خود کو	۶۴	۱۱	۲	رعنا
۶	۸۳	در تیغ قافلہ عشق بالا بالا گیا	۷۷	۱۰	۲	ضیا
۱۴	۸۸	ہم میں تم میں دوستی کا عہد اور یشاق تھی	۸۴	۴	۱	نشان
۱۶	۹۰	اب روئے جاناں ہو گرا و بھل تو دیدہ ناز راز	۸۴	۱۳	۲	سر
۲	۱۰۴	سان لیں طینت آدم پے پیا نہ چند	۹۱	۴	۱	وہ
۲	۱۰۴	رقص حوروں نے کئے جھوم کے مستانہ اند	۹۱	۴	۲	چمن
۸	۱۰۶	شب خواغیش میں ہاتھ میں دیکھا پایا ہے	۹۶	۹	۱	خرداد
۱۱	۱۱۷	راہ وہ صیش نہ رہ جائیں گے یہ غم باقی	۹۸	۸	۱	دروکے
۱۱	۱۵۰	ہو یش راں تو حریف نشانہ یاد رہیں	۱۱۲	۱۳	۱	بزم
۷	۲۲۴	ہزار مرنی بھی گنوا دیں گاہ دم شمری	۱۵۲	۹	۲	انا
۱	۲۲۶	آب وہوائے پارس میں یہ سفلہ پروری	۱۸۷	۱۵	۲	ر
۸	۲۲۹	خرقہ صوفی کا چلو لے کے خرابات چلیں	۱۹۷	۴	۱	گل
۳	۲۳۷	یاد ہے دل کب سے ہم تجھ کو نصیحت کرتے ہیں	۱۴	۱۴	۱	حافظ
۷	۲۴۷	خاک کس در کی ہے جو حضرت ولد ار لگی	۲۱۶	۱۵	۱	توبہ
۱۱	۲۸۸	آج اس کو مست دیکھا پھینکے ہوئے بباد	۲۳۳	۴	۲	ناموشی
۱۵	۱۳۴	بہشت حق ہے ہمارا تو حق شناس ہے جا	۲۵۷	۸	۱	حرص

ہوا نحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الایا ایہا الساقی ادر کا سا ونا ونا

سُن اے ساقی چلا سا غم سے آہا سہل تھا دل کا
جو تُو نے نافہ طے سے صبا پہ پچھلے کو کھول آئے
مصلے رنگ لے لے سے اگر پیریاں کہہ دے
یہ کالی رات طوفاں سر پہ منہ پھاٹے بھٹو آگے
ہوئیں خود رائیاں کاموں میں آخر و جبر سوائی
ہیں کیا منزلِ جاں میں لطفِ امن و آسائش
حضور ہی چاہے گر حافظ تو رکھ پیش نظر اس کو
مگر اب عشق میں ہے سامنا مشکل پہ مشکل کا
بھرے بل زلف مشکیں پیچ کیا کیا کھائے غمِ دل کا
سمجھ رہے کہ ناواقف نہ رسم و راہ منزل کا
دل اس پتیا کو جانے کیا بکسار ان ساحل کا
رہا کب راز بن کر مشوروں میں نقلِ محفل کا
جگمگائے ہر گھڑی گھڑیاں باندھو بند محل کا
اُسے دیکھے تو دنیا چھوڑ دے یہ پھینک دے چھلکا

اے فروغِ ماہِ حُن از دے زخاں شما

حُن کا خود چاند ہو دے دزخاں آپ کا
آبر و بخش حیناں ہے زخاں آپ کا

باہر آئے؛ لوٹ جائے؛ کیا ہو فرماں آپ کا
 جمع خاطر میری اور گیسو پریشاں آپ کا
 ستر پوشی سے رہے یہ مت عریاں آپ کا
 چھینٹے منہ پرے رہا ہو بے رنشاں آپ کا
 دیکھیں اب کس رنگ بو پر ہے گلستاں آپ کا
 دوست وہ ہے ہاتھ میرا اور داماں آپ کا
 تے سے خالی گرچہ گز رہم یہ دوراں آپ کا
 ہو سبز ناحق شناساں گوئے میلاں آپ کا
 آپ کے شہ کا ہوں بندہ اور ثنا خواں آپ کا
 آساں تملک ٹھکے چھو لوں سنگ ایواں آپ کا
 سینکڑوں کشتے یہاں اور یہ بھی قرباں آپ کا
 ہو مبارک ہم کو محل شکر انشاں آپ کا

حسرت دیدار میں اب جاں لبوں پر آگئی
 کونسا دن ہو گا وہ بھی جب گلے دونوں ملیں
 نرگس بے باک نے کی عافیت سب کی خواب
 بخت خواب کو دہا بنا شاید اب بیدار ہو
 گلشن رخسار سے پہنچے کوئی اکر کر ورق
 دل چلا ہاتھوں سے ہاں دلدار کو دینا خبر
 آپ کی عمریں دراز اے ساقیان بزم جم
 اے صبا ہو پچا یہ اہل یزد کو میری دعا
 دور ہوں لیکن سمجھ لینا نہ مجھ کو دل سے دور
 اے شمشاہہ بلند اختر سہارا دیکھئے
 آیتے دامن بچا کر خاک نخل میں ہیں پڑے
 کرتا ہے حافظ دعا آئین گوہیں سب یہاں

دل میر و دزدستم صاحب دلاں خدارا

ہے ہے کہ راز پنہاں ہوتا ہے آشکارا
 یاروں سے کرے یاری جب تک ہو اس کا یارا
 پچھڑے اس آشنا سے پھر جا ملیں دوبارا
 ہات الصبور حوایا ایسا اسکا راز
 بیچارہ بے نوا کا ایک روز تو ہو چارا

ہاتھوں سے دل چلا اے صاحب دلاں خدارا
 دو روزہ مہر گردوں افسانہ ہو اور انہوں
 تختے پہ ہم رہے ہیں چل جا ہوا موافق
 شب جلسہ گل دل میں کیا ہی چمکی ٹپٹل
 اے صاحب کرامت دے صدقہ سلامت

مٹاؤ گئے نیک نامی جانے ہی ہم نہ پائے
 دونوں جہاں کی راحت اس ایک بات میں ہے
 آئینہ سکندر ہے جامِ جم کے اندر
 سہرت اٹھا مبادا جوں شمع سوز پائے
 مطرب ہو دوستوں کا یہ شعر پارسی ہوں
 خوبان پارسی گو ویدیں گے عمر فستہ
 وہ تلخ شے کہ صوفی کہتا ہے پاپ کی جڑ
 ہنگامِ تنگ دستی دے دادِ عیش و مستی
 حافظ نے کب تھا پہنایا یہ خرقہ آلود
 حکمِ قضا بدل دے ہو جس کو ناگوار
 یاروں کے ساتھ یاری دشمن سے بھی مدار
 دیکھ اُس میں آنکھ بن کر انجامِ ملک دار
 دلبر وہ موم جس کی ٹٹھی میں سنگِ خارا
 پیرانِ پار سا کا پھر دیکھئے نظار
 پیرانِ پار سا کو ساتی کا ہے اشار
 آٹھ لٹا واصلیٰ من قبلہ الخدار
 پارس بنالی ہستی قاروں کا مال مارا
 اسے شیخ پاک دامن چھوڑا اُس کو تو خدار

ساتی بنو ربادہ برافروز جام ما

ساتی! فروغِ بادہ بسے دھکائے جام کو
 ساغر میں، تیس نے عکسِ رخِ یار دیکھا ہو
 بھولیں یہ سب کرشمہ و نازِ سہی اداں
 دل زندہ عشق سے ہے تو مرنا محال ہے
 شوالی میرے دوست کی بھائی قضا کو آنکھ
 تر جیج حشر میں کہیں دیدیں نہ شیخ کی
 باد صبا جو گلشنِ اجاب میں چلے
 کہنا کہ میرے نام کو قصداً بھلائے کیوں
 مطرب! شادیاں نہ مرا خاصِ عام کو
 کیا جانا میری لذتِ شہربِ مدام کو
 آنے دو میرے سروِ صنوبرِ حرام کو
 کندہ ہیں کسم تو لوحِ جہاں پر دوام کو
 مستی کے ہاتھ دے گئی میری زمام کو
 نانِ حلال پر مرے آبِ حرام کو
 کہنا ضرور یا رے تو اس پیام کو
 آجائے خود کہ یاد ہی آئے نہ نام کو

یہ آبی آسمان ! یہ کشتی ناپا ہلال !
 دل سرد ہریوں سے فسرہ ہوا لہ وار
 خاتمہ درین رکھ نہ گہر دانہ سرشک
 خم کیوں ہیں ؟ شکرتِ حاجی قوام کو
 اے مرغِ بخت دیکھ کسی دن تودام کو
 ممکن ہے مرغ وصل کبھی پائے دام کو

صلاح کار کجا و دل خراب کجا

صلاح کار کہاں یہ دل خراب کہاں
 صلاح و تقویٰ کو زندگی سے کیا بھلا نسبت
 تصورِ شب و صلت میں دن کو بھول گئے
 پناہ خانقہ اور خمر قہرِ ریائی سے !
 جالِ یار سے روشن ہو کیا صمیمِ وعدہ
 نہ ڈورِ سب نے نغداں پہ چاہ پنج میں ہے
 مجھے تو سمجھ ہے مٹی تمہاری جو کھٹ کی
 قرار و خواب کا حافظہ پہ کچھ گمان نہ ہو
 ہو فرق و فاصلہ انہیں کہاں سے تاہ کہاں
 خراشیں و عطف کہاں نغمہ رباب کہاں
 کہ وہ کرشمہ کہاں اور وہ اب قتاب کہاں
 کہ صحرے دیرمخاں و شرابِ ناب کہاں
 چراغِ مردہ کہاں شمعِ آفتاب کہاں
 ذرا تو ٹھیر چلا دل بایں شتاب کہاں
 مین جاؤں چھوڑ کے اس در کوئے جناب کہاں
 قرار کیا ہے کسے چین اور خواب کہاں ؟

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

سمنہال اے ترک شیرازی پھر پیل نہ یوں نہ مارا
 نصیحت مان لے پیائے کہا دانا بزرگوں کا
 پلاسائی سے باقی کہ جنت میں نہ پائیں گے
 گرے دل چھیننے کو جین آفت کے پرکے
 سمرقند و بخارا خالِ کافہ پر ترے دارا
 سوادِ تمدن جواں رکھتے ہیں جی اور جانِ پیارا
 مصلے اور رکنا باد کی یہ سیر و نظارا
 کہ ٹوٹے خوانِ لیغا ٹوٹنے پر ترک کیا را

جہاں یارِ مستغنی ہے ایسی ادھی اُلفت سے
کہے دیتی ہے دن دُونی ترقی حُسنِ یوسف کی
سرود و مطرب دے ہو یہ رازِ دہرت بوجھو
دیادِ شنام، میٹھا کر دیا منہ واہ کیا کہنا
پروئے ہیں جو موتی آہ لجنِ خود سنا حافظ
نہیں محتاج رنگ و خالِ خط و حینِ خود آرا
کہ ہوگا پردِ شرم زلیخا عشق میں پارا
نکلت کھل چکا عقدہ یہ کھولا جس نے وہ پارا
جواب تلخ ان ہونٹوں سے؛ لب ہیں یا نیک بارا
فلک اس نظم پر عقدِ ثریا دار دے سارا

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرا

رُوبہ میخانہ نکل مسجد سے آیا پس رہے
سجدہ سوئے کعبہ کیونکر کر سکیں گے ہم مریہ
کیا خراباتِ مغال میں ہم بھی بیٹیں تالیاں
عقل نے جانا کبھی کر عیشِ بند زلف کا
لطفِ خوبی کی ایک آیت جسے جانائے دوست
آہ آتش بار و سوزِ نالہ مشبکیر کو
دامِ دل میں ہو گئی تھی جمعِ خاطر ایک شکار
زلف تو چھیڑی صبا نے مجھ پہ کیوں عالم سیاہ؟
تیرا آہ لے جانِ جاں گردوں سے جانا ہو نکل
اب اے یار ان طریقت اپنی کیا تدبیر ہے
قبلہ میخانہ کو پکڑے اپنا قبلہ پیر ہے
کیا ازل سے اپنی قسمت میں یہی تحریر ہے
پائے ہر قافل میں دیکھو گے پڑی زنجیر ہے
اپنے قرآن کی اسنی دو حرف میں تفسیر ہے
تیرے سنگین دل میں کچھ بھی سچ بتاتا شیر ہے؟
زلفِ جاں مال کھل پڑی آہو ہوا انجیر ہے
مجھ پہ کیوں ظلم؟ اس میں بھی کیا کچھ مریِ نصیر ہے؟
چھیڑ مت، اگر رحمِ خود پر، یہ بلا کا تیر ہے

ہم بھی حافظ ڈال دیں چو کھٹ کے باہر بستر
ہم شیشِ زندوں کا اندر یار اپنا پس ہے

شب از مطرب کہ دل خوش باد ویرا

خدا خوش رکھے ہنسب مطرب چیکا
 دیا ایک نالہ جاں سوز نے کا
 وہ حدت جی میں بیٹھی اُس کی نقشہ
 نظریں راگ تھا ہر ایک نئے کا
 تھا ایک ساقی بھی ان جس کے رخ و زلف
 دکھاتے تھے تماشائیں دے کا
 بڑھایا شوق، بھر بھر کر دیے جام
 کہوں کیا لطف اُس فرخند پے کا
 دلا دی تیر ہستی سے رہائی
 پیارے کے مجھ کو جام مے کا
 خدا ناصرا ہر عسکر کے میں
 ہے نعل دو جہاں میں تیری جے کا
 نہیں آپے میں حافظ خاک سمجھے
 کہ شے کیا ملک ہو گا دوس دگے کا

صوفی بیا کہ آئینہ صافست جام را

صوفی جھک کے نکلا ہے آئینہ جام کا
 قائل ہو تو صفائے مے لعل نام کا
 راز نہفتہ پوچھ تو زندانِ مست سے
 رتبہ نہیں یہ صوفی عالی مقام کا
 حقائق کا رہو گانہ بس دام کینچ لے
 حاصل مجب نہ ہوا نہیں کچھ اہل دام کا
 اُمیدِ عافیت نہ رہی عشقِ یار کو
 دل نے دیا ہے مرتبہ فحشا و عوام کا
 مست چھوڑ عیشِ نقد کیا ترک اختیار
 آدم نے قحطِ دانہ سے دارالسلام کا
 دو ایک جامِ بزم میں پی کر روانہ ہو
 پٹہ کسی کے نام نہیں یاں دوام کا
 لے دل شباب اُس کے گیا بے گل مراد
 پیری میں بھی ہو خط وہی رنگ نام کا
 اُس کے بھی تجھ پہ ہیں حقِ خدمت ہزارا
 دیکھ آنکھ بھر کے حال تو صاحبِ غلام کا

حافظ مرید جام ہوا شیخ جام کو پہنچا سلام جا کے صبا اس غلام کا!

رونقِ عہد شبابِ ستِ دگر بتاں را

پھر ہے رونقِ پہ شبابِ از سرِ بتاں کا
گر جوانِ چین میں ہو گزرو پوچھ مزاج
زلفِ مشکیں کے مہِ سُرخ پہ تمہاے چوکاں
لئے وہ لوگ جو ہیں دُرِ دکھوں پر خدا
ساتھ مردانِ خدا کا بھی سمجھ کشتیِ نوح
بھاگ جاخوانِ تواضع سے فلک کے آخر
میں فروشی کریں گر منجھے اس ٹھالے کے ساتھ
رازی ہستی کے نہ ایک نقطہ پہ آگاہی ہو
جا کے سونا ہے بالآخر جو تہِ بسترِ خاک
مصر کا تخت ہے لائقِ ترے ماہِ کنہاں
زلفِ جاناں کے ہو کیا سر میں سما سودا
ملکِ رادگی اور کنجِ قناعت ہو وہ گنج
نئے بھی پی، زند بھی رہے چینِ منابرِ حافظ
گل کی آمد پہ طربِ بلبلِ خوش الحان کا
میری جانب سے صبا سُروگلِ دریاں کا
مضطربِ حال نہ کر دیں کسی سرگرداں کا
صرف کرتے ہیں خرابات پہ کیوں ایماں کا
جس میں ترے کو ڈرا ایک قطرہ نہیں طعِ فال کا
یہ سیسہ کا سہ اڑا دیتا ہے سرِ ہماں کا
شغلِ جارِ دینی مچا نہ کرے دوں مہرگاں کا
چھان لیں دور بھی گردا گردِ اسکاں کا
نکھنچے تا بہ فلک کنگرہ کیوں ایواں کا
چھوڑشایاں نہیں ہناتھچھے اس زنداں کا
حال بکھرا ہو جو یوں گیسوئے شکِ افشاں کا
جس پہ قبضہ نہیں چلتا ہو کسی سلطان کا
دھوکے بازی کو بنا جال نہ تو قراں کا

یہ ملا زمانِ سلطان کہ رساند ایں دُعا را

کہے عرضِ پیشِ سلطان ہو کسی کو اسل یارا کہ نہ پا کے بادشاہی تو گدا سے کہ گدا را

یہ دکھائی کیا قیامت مری جاں! دو تنو کو
وہ رقیبے یو صورت کہ خدا بچائے اُس سے
رکے خاک دل جلا کے وہ خدا ترنما کے
فلطی نہ کچھ پیاسے ہو فریب ان میں نہما
یہی انتظار شب بھر کہ نسیم یار چل کر
بخدا پلا ذرا سی کہ یہ حافظ کسحر نیز

بُخِ نرم ماہ تا ہاں دل سخت سنگ خارا
مددے شہا ثلِ قب! تو سہا کا ہوسہارا
جو بہ لطف پیش آئے تو نہیں ہو کچھ خسارا
شرہ سیہ کریں گر مرے قتل پر اشارا
کوئی لائے شر وہ ترکہ کھلے یہ دل ہمارا
وہ دعا ہے تجھ کو گویا کہ ہدف پہ تیر مارا

صبا بہ لطف بگو آں غوالِ عنارا

صبا! یہ کہنا ذرا اُس غوالِ عنارا سے
بجئے الہی اگرچہ درخ رکھتا ہے
غورِ حُسن نے رد کا کر تجھے اسے گل
ہے صبرِ اہل نظر حُسنِ خلق سے ممکن
جو بیٹھو باسے و معشوق تو سمجھ لیسا
الہی چھوٹ گیا رنگِ آشنائی کیا
کمی ہے حُسن میں کوئی تو یہ کہ غالبِ فنا
عجب نہیں جو فلک پر غولِ حیا فظ کی

کہ خوب ٹھو کریں کھلوائیں کوہ و صحرا سے
شکرِ فروشِ تسکیر طوطی شکر خا سے
کہ بات کرتا کوئی عنایبِ شیدا سے
چھپاتے دام ہیں صیادِ مرغِ دانا سے
ہیں بھی اپنے حریفانِ بادہ پیاسے
سہی قدانِ یہ چشمِ ماہِ سیاسے
گر اہو چھٹ کے کہیں بس کے روئے زریاسے
سنائے زہرہ، بیارقص ہو میحاسے!

ساقیا بر خیز و در وہ جامِ را

ساقیا! اٹھ بیٹھ بھر دے جام کو
ڈال چوبے غنیمِ ایام کو

بھر کے دے ساغر کہ آخر کب تلک
ساغر دے کہ میں پھینکوں آثار
ہو جو بدنامی ہے نزد عاقلان
دود آہ سینہ سوزاں میرے
محرم راز دل شیدا نہیں
لگ گیا دل ایک دل آرام سے
سر پر ڈالیں چین میں کیا نظر
بھگیا دنیا سے دل گو صبر کر
مشکلیں حلقہ جو ہوں دانت کر
کبر و نخوت نفسِ نافر جام کو
جسم سے اس دلق اذرق فام کو
کیا کروں گالے کے ننگ نام کو
پھونکدے آنجستگان خام کو
خوب دیکھا پھر کے خاص عام کو
لے گیا یک مشت جو آرام کو
دیکھ کر اُس سرورِ سیم اندام کو
کھا خوشی سے غم ہی کاٹ ایام کو
سہل ہوں گی مشکلیں انجام کو

ماہرِ سیم و تودانی و دل غمخوار

میں چلا جانے تو اب اور دل غمخوار مرا
نامہ پر خط ترا لائے گا تو از بہرِ نثار
لے دے مانگے، جاتا ہوں، اٹھا دستِ عا
کہنے دے کہتی ہے کہ خلقِ خدا ہم تم کو
تیرا سودا نہیں جائیگا ترے سر کی قسم
چار سو رشکِ فلک نے مجھے آوارہ کیا
ہفت تیرے رخِ زیبائے مسلسل میں لکھے
کاش جلدی سلامت ہو سفر سے پھرنا
مجھ کو لے جائے کہاں نختِ نگونساں مرا
دیر ہی برساے گا ہر دیدہ گہر بار مرا
تیری حامی ہو وفا عشق رہے یاد مرا
دے گا انصافِ ستم دار و دادار مرا
مدعی سارا جہاں بھی ہو اگر اک بار مرا
جاں نوازی سے تیری ہو گیا خونخوار مرا
زیب تر دفترِ گل سے بھی ہے طہار مرا
آئے وہ دن کہ ہو پہلو ہی میں دلدار مرا

کنا پر ویس گیا روتا ہوا زار و قطار
پوچھے حافظ مرنے بیچھے جو مجھے یا مرا
لطف باشد گر نہ پوشی از کد اہار و تارا

لطف ہو ڈھلکنے نہ درویشوں کے گراں شکل کو
ہیں گرفتار بلا مار و ت کی مانند ہم
ہوتا کیوں مار و ت بھی چاہ نہ خداں میں اسیر
بوسے گل آئے چین سے گرد ہاں ہو جلو گر
سہ پہر چکا جو رو جفا الفت میں بس کر لے صنم
دیکھ لیں اچھی طرح ہم آنکھ بھراں شکل کو
دیکھتے کسا ہیکو گر ہوتی خبر اس شکل کو
جا کے داں روتا نہیں مار و ت گراں شکل کو
بٹلیں بھی وجد میں بس دیکھ کر اس شکل کو
دیکھ لے حافظ دکھائے رحم کر اس شکل کو

تاجا امت عاشقانرا زرد بوسل خوصلا

حسن نے دی عاشقوں کو وصل کی جبے صلا
بھر کے ہاتھوں گورتی ہے جو ہم عشاق پر
ترک اپنا میکش و سرکش ہو جس دم جان بہن
بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب
حافظ گرا ہاتھ آئے پائے بوس بادشاہ
جان دول دونوں ہی زلف و خال کے ہیں متلا
کس پہ گزری ہو گی وہ مجر و کشکان کر ملا
زہر و تقویٰ طاق پر پہلے ہی رکھ دینا بھلا
چار دن عشرت کے یہ بھی بس غنیمت ہیں ولا
دونوں عالم میں ہو و جبر زینت و غر و علا

مید صبح و کلنہ ستہ سحاب

صبح نکلی گھٹا کی ڈالے نقاب
صبح نکلی گھٹا کی ڈالے نقاب
الصبح ! الصبح ! یا اصحاب
المدام ! المدام ! یا احباب
ربخ لالہ پہ بہت ہے ترالہ

ہے چمن میں چاں نسیم ہشت
کثرت گل سے تخت ز رہے چمن
لب و دندان کے تیرے حق نمک
درمیانہ پھر ہوا ہے بسند
ایسے موسم میں کیوں نہ ہو حیرت
تو بھی زندوں میں مل کے پی زاہد
آب حسیواں کا گہر تہ چاہے
ہو سکندر کی زندگی مطلب
غم سے حافظ نہ ہو ملول آخر
موج سے تیجے سدا سے ناب
آتش لال رنگ کی ہو شراب
رکھتے ہیں جان دینہ ہائے کباب
افتح یا مفتح الالباب !
درمیانہ بند ہو جو شتاب
فالتوا اللہ یا اولی الالباب
مے نوشیں سے پوچھ سُن کے رباب
تو لب لعل یا رہیں نوشاب
چہرہ تخت سے اٹھے گی نقاب

گفتہ ام سلطان خج باباں رحم کن برائیں غریب

عرض کی سلطان خج باباں رحم کن برائیں غریب
عرض کی: کچھ ٹھیرے، بولا کہ لب رکھتے سناں !
سو میں جو سنجاب کی سبجوں پہ اُن کو کیا خبر
آشیاں صد آشنا دل کا ہے گورہ بخیر زلف
سے عجبہ رخ کے گرد اگر نقش مور خط
سرخ می کی رخ ہوش پہ یوں نشان چلک
طرہ شہرنگ رشک شام غریب ہی سہی
پھر کیا اصرار میں نے ماضی گلگوں نہ ڈھانک (ق) دیکھ اُڑ ہی جائے گا در نہ دل مسکین غریب
بولادل کے پیچھے کیوں جاں کھوتے ہیں مسکین غریب
ناز پروردہ کو کیا تاب غم چندیں غریب
کرتے ہیں خار و خروٹ کو بسترو بالیں غریب
خوش ہے تنہائی میں ہی خالی رخ نگین غریب
ہو نگار شاں میں جیسے جدول شکیں غریب
ارغواں جیسے میان تکتہ نسیم غریب
پھر بھی ڈرتا رہا ہے صبح جب نکلیں غریب
پھر کیا اصرار میں نے ماضی گلگوں نہ ڈھانک (ق) دیکھ اُڑ ہی جائے گا در نہ دل مسکین غریب

بولا حافظ پاس دالے تکتے ہیں حیرت منہ دُور کیا ہے دُور دالوں میں کوئی سکیں غریب

آفتاب از روئے او شد در حجاب

آفتاب اس رُخ سے کرتا ہر حجاب	سایہ چُپ جاتا ہے پیش آفتاب
باندھ دے حُسن اُس کا ہر دماہ کو	وہ مہ بے ہر گر کھوئے نقاب
محو ہو کر جملہ رہ جاؤں خیال	یار در آغوش گر دیکھوں خواب
شاہان ستورستان بے تکیب	خانقہ معمر درویشاں خراب
خون دل سے بھر دیئے رور و کس جام	آبرو کھو دی پئے جام شراب
منع مے پر چاہئے پڑنی ضرور	مغلب پراربے حد و حساب
سوزِ مستان جان لے کر مغلب	مے سے دُڑے ڈالئے آتش پاک
ترک پند و عطف حافظ ہونہ ہو	ترک مُکر کا ن خطا ہے ناصواب

تعالیٰ اللہ چہ دولت دارمِ امشب!

عجب اللہ دولت پائی امشب	کہ ناگاہ اُن کی تشریف آئی امشب
کیا سجدہ وہیں پیش رُخ خوب	یہ نیکی ایک ہی اتھ آئی امشب
ہوں بر خور دارِ نختِ کامراں سے	کہ شاخ آرزو پھیل لائی امشب
کہے قہرِ سہ نعل میرا نا محق	شہادت میں نے بھی گر بانی امشب
براتِ طالع بیدارے کر	مُبَارک یلئۃ القدر آئی امشب
یہ ٹھانی ہے کہ سر جائے تو جائے	کہوں گا پوری ہرمن بھائی امشب

غنی حُسن تو میں مستحق، دے زکوٰۃ حُسن پانی پانی امشب
قنا حافظ نہ ہو جاؤں یہ ڈر ہے قیامت شورِ سر نے ڈھائی امشب

صبحِ دولتِ مید کو جامِ بچوں آفتاب

صبحِ دولت چمکی، نکلے جامِ رشکِ آفتاب اس سے بہتر وقت کیا ہو گا چلے جامِ شراب
خانہ بے تشویش، ساتی یار، مطربِ نذرِ سنج روزِ عیش و دورِ ساغر، فصلِ گلِ عیدِ شباب
ساتی و شاہد ہیں دستِ افشانِ مطربِ آئے کوب چشمِ میکش سے اڑا یا غزہ ساتی نے خواب
خلوتِ خاص، امن کی جا، بزمِ نگاہ و لفریب دیکھتا جو کچھ ہوں یا رشتہ یہ بیداری کہ خواب
لطفِ نئے کے ہی لئے مشاطہ خوش فکر نے بھر دیا رنگِ رگ میں برگِ گل کی درپرہ گلاب
راحتِ دل کے لئے جن مطرب کے زیب کو خوشنما ترکیبِ جامِ زریں ہو لعلِ نداب
جب سے وہ مہِ مشتری دُربائے حافظ کا ہوا گوشِ زہرہ میں ہے ہر دم شورِ گلابِ رباب

زباغِ وصل تو یادِ ریاضِ رضواں آب

ریاضِ خلد ترے باغِ وصل سے شاداب تب فراق سے تیری شرارِ دروغِ تاب
بہار ہے تری شرحِ جمال میں ہر فصل کھلے ہیں خلد میں ذکرِ جمیل کے ابواب
بہشتِ طوبیٰ ترے حُسنِ عارضِ قد میں پنہ گزین ہیں طوبیٰ اہم و حُسنِ دآب
لبوں کو دیکھ کے ثابت ہوا کہ گوہرِ لعل بنا ہے لعلِ تیرے آفتابِ عالمِ تاب
لُبِ دہاں کے ہیں تیرے بہت حقوقِ ہمک کہاں ہیں زخمِ جگر اور مدینہ لعل کے کباب؟
مری ہی آنکھ سے سیکھا ہو جو بہارِ بہشت خیالِ نرگسِ مستِ صنم کے دیکھنے خواب

یہ جن نطن ہو کہ عاشق ہی مست ہیں تجھ پر
نشانیں ابھی احوال زہدانِ خراب
لی مراد نہ دل کو اگر چہ خاک ہوا
مراد دل کو پہنچ کر بہا تا کیونحنِ نساب
گزرنے وقت کو نگاہ نہ دے حافظ
کہیں یہ فرصتِ عمر عزیز ہو نایاب

آں سیرِ پردہ کہ شیرینی عالم با اوست

جن کانِ نمک و قندِ دو عالم اُس کا
چشمِ میگوں لبِ خنداں، دلِ نغمِ اُس کا
گو ہو شیریں دہنی و صفتِ سلاطینِ جہاں
وہ سیماں ہے دہنِ غیرتِ قائم اُس کا
خوبرو، کامل فن، پاک و منزہ دامن
دم بھری کیسے نہ پا کاںِ دو عالم اُس کا
کون مانے گا، کیا قتل اسی ظالم نے
سانس ہو رنکب دم عیسیٰ مریم اُس کا
گندی رنگ پہ اُس دانہ مشکیں کی صفت
پوچھ لیں اُن سے مزا چکھ چکے آدم اُس کا
دلیری کر کے سچا ہے وہ دل خستہ کی
کیا ہوتہ بیکہ جاتا رہا مرہم اُس کا
مقتداک تر احافظ بھی ہے رکھ اُس کو عزیز
پاس کرتی ہیں بہت روحِ معظّم اُس کا

آں شبِ بے کہ گویند اہلِ خلوتِ مشبست

کہتے ہیں شبِ قدر جس کو کیا وہی شبِ آج ہو
کس بندہ پر ہے طالع کون کو کب آج ہے
کوئی دستِ نامنرا اُس زلفت تک کیا ہو رسا
جن کے ہر حلقہ میں لہلہاں میں یارب آج ہے
غرق اُس چاہِ زخماں میں ہوں جس کے ایک غضب
گوہر جاں کا بھی ہیکل زیرِ غلب آج ہے
دیکھنا قطرے عرق کے رُخ پہ تاباں، آفتاب
گرم اُن کی تاب تب میں روزِ تاب آج ہے
مورہ پا ہوں ہم قدم کیونکر سیماں کے چلوں
برق کے کاندھوں پہ جا تا اُس مرکب آج ہے

شہوار اپنا کہ جس کے آئینہ داروں میں نہ
کیوں نہ منقارِ بلاغت سے ہے آبِ حیات
ترکِ نعلِ یار و جامِ سے سے رکھنا ہر معاف
مسکرایا تھا لگا کر نیچی نظروں سے جو سر

خود ہلالِ آسمان ایک نعلِ مرکب آج ہے
یہ قلمِ نامِ خدا وہ اوجِ مشرب آج ہے
نعلِ یار و جامِ سے ہی اپنا نہ ہب آج ہے
قوتِ جانِ روبرو حافطِ اس کا ہر لب آج ہے

آں پیکِ نامور کہ رید از دیارِ دوست

وہ پیکِ نامدار بریدِ دیارِ دوست
ہو گلشنِ بیانِ جلال و جمال میں
جاں پیشِ نہ شرم و خجالت سے ہو سکی
بے اختیارِ دورِ فکرِ گردشِ سپہر
فکرِ خدا مددِ ہو بختِ کارِ ساز
برہم ہوں بادِ فتنہ سے کون کمال ہوں
ہم ہوں اور آستانِ عشق و سیرِ نیاز
کل الجواہر آنکھ کو لا کر نسیم دے
دشمن بڑا یاں مری حافطِ کیا کرے

لایا ہے حذرِ جانِ خطِ مشکبارِ دوست
اُس سے سُنو حکایتِ غر و قارِ دوست
کچھ شے نہ تھی وہ لائقِ نذرِ نثارِ دوست
چکرار ہے ہیں بر حسبِ اختیارِ دوست
ہے حسبِ مدعا ہی ہر ایک کا رُبارِ دوست
ہم ہوں چراغِ چشمِ ہو اور تظارِ دوست
اس خواہش سے آنکھ کھلے درکنارِ دوست
یعنی وہ خاکِ پاکِ وہ در ہزارِ دوست
احسانِ اُن کا نہیں شرمسارِ دوست

آں ترکِ پرچمِ کہ دوش از برِ مارت

وہ ترکِ پرچمِ اس آغوشِ دفا سے
وہ چشمِ جہاں ہیں ہوئی آنکھوں کا جہل

کیا پاکے خطراتِ گیارہ خطا سے
گوری ہی ہو پوشیدہ ہو وہ خلقِ خدا سے

نکلے نہ تھے وہ شمع کے بھی شعلہِ دل سے
ہجرِ رخِ محبوب میں ان آنکھوں کے سے
موت آئی تھی آئی نہ تھی لوگوں شبِ ہجر
سن رکھتا تھا نکھر ٹلوں کو ملاتی ہیں ٹہنیں
کیا باندھے احرامِ کعبہ ہی نہیں وہ
دیکھا جو طبیبوں نے بھی بولے بصدائد
حافظ کی عیادت دو قدم چل کے ادا کر
اُنھے جو دھوئیں سوزِ جگر کے سردِ پات
سیلابِ سرشک اُٹے تھے طوفانِ بلا سے
بیتاب تھا میں درد سے اور دُورِ دوا سے
اُس دن سے نہ خالی رہے یہ باتھ دُعا سے
ہے سستی بھی بے سود ہر ایک مُرہِ صفا سے
خارج ہے مرضِ حیف یہ قانونِ شفا سے
قبل اس کے کہ رخصت ہو وہ اسِ شفا سے

اے شاہِ قدسی کہ کثر بندِ نقابت!

کرن ہاتھوں کھلے شاہِ قدسی کی نقاب
اس فکرِ جگر سوز میں آنکھوں کی اڑی نہیں
درویش کا پرسان نہیں شاید نہیں تجھ کو
عشاق کی رہزن ہوئیں وہ چشمِ خاری
غمرے کا خطا ہونا بھی دل پر ہی لگتا تیرا
جو نالہ و فریاد کیا تجھ کو نہ پہونچا
کیا قہرِ دل افروز ہے منزلِ گہِ جاناں
ہنسیا کہ اس دشت میں کو سون نہیں پانی
اب کچھ کیا طور ہوں پر ہی میں سے دل
حافظ نہیں ان بندوں میں قانعے روئیں
دیں مرغِ ہشتی وہ تھے دائرِ آبِ آہ
آغوش بنے کس کی تری منزلِ خراب آہ
اندیشہٴ بخشائش پر دائے ثواب آہ
ظاہر ہے کہ ہے تیز بہت تیری شراب آہ
اندیشہٴ دیگر نہ کرے رائے صواب آہ
کس درجہ ہو اونچی تری اُستِ خراب آہ
اس کو نہ کرے آفتِ ایامِ خراب آہ
دکھلائے کوئی غولِ بیاباں نہ سرب آہ
بر باد و غلط صرف ہو ادورِ شباب آہ
من جا، ہو بہت شاق ترا اسکو عتاب آہ

اے ہمد صبا بہ سبامی فرست

ہمد بن اے صبا کہ سباجھتا ہوں میں تو دیکھ تو کہاں سے کجا بھجتا ہوں میں
 اس خاکداں میں تجھ سا پرندہ ہو چل تجھے براوج آشیان وفا بھجتا ہوں میں
 اے غائب از نظر لے مرے ہم ترین دل ہر دم تجھے دعاؤں میں بھجتا ہوں میں
 نزدیک و دور عشق میں کیساں ہیں کورے گھر بیٹھے دیکھتا ہوں دعا بھجتا ہوں میں
 روزانہ بھر کے نیک دعاؤں کا قافلہ ہمراہ باوصح و مسابھجتا ہوں میں
 یہ ملکِ دل نہ شکر غم سے ہو پا کمال جانِ عزیز نعل بہا بھجتا ہوں میں
 غم تازہ ہر گھڑی مجھے بھیج اور ناز سے فہرما کہ نذر راہ خدا بھجتا ہوں میں
 صورت میں اپنی سیر کر اُس کے کمال کی آئینہ ایک دوست نما بھجتا ہوں میں
 مطرب کی ہی زبان سے سن لے سُر دہیں یہ سہ شوقِ دل غزل میں بھرا بھجتا ہوں میں
 آسا قیا کہ ہاتھ نیبی نے دی نوید لاتاب درد کی کہ دوایا بھجتا ہوں میں
 تیرے ہی ذکرِ خیر کا حافظ یہاں ہو راگ آئیز گام اسپ دقبا بھجتا ہوں میں

اے غایب از نظر خدایِ سپار

اے غایب از نظر! ترا اللہ فریق و یار جاں چھونک دینے پر بھی ہو دل تیرا و ستار
 دامن پکڑ کے کھینچ لے جب تک نہ پاسے گور تب تک یہ ہاتھ چھوڑے گا دامن نہ زینہار
 جانا ہو چاہے بابل و ہاروت کی طرف پہونچوں بہ صد فسون تجھے لیکر بنوں فرار
 خراب ابر و اپنی دکھا دے دُعا میں ہوں دستِ دُعا اٹھا کے بنا دوں گلے کا ہار

دم نکلے تیرے سامنے اے یوفا طلیب
 صد جوئے آب آنکھوں میں پڑ ہیں کہ ہو سکے
 کر قتل مجھ کو آغم فرقت سے دے نجات
 ہے چشم اشکبار کی زار می سے یہ مراد
 اس دیدہ اور دل سے غرض اور ہوا گر
 دے بار اپنے پاس کرم سے کہ سوزِ دل
 حافظ کا شیوہ شاہد و زندگی دے نہیں
 آدیکھ تو مریض کو دکھلا نہ انتظار
 سینے میں تیرے خشمِ مجت کی کشت کار
 ہو جاؤں تیرے خشمِ غمزہ کے میں شمار
 سر بہ خشمِ مہر کی ہو دل میں کشت زار
 دل کو تو جھونکوں آگ میں دیڈ میں بھونکوں
 زیرِ قدم گھر کارواں کر دے آبشار
 کچھ کر لیا کبھی تو وہ ہے خارج از شمار

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلگیر است

اگرچہ بادہ رواں بخش و باد گلگیر
 صراحی اور کوئی محبوب ہاتھ آجائے
 چھپانا جام کو بجے کی استینوں میں
 چھٹانا داغِ خرقوں کے اشکباری سے
 نہ دے گا جامِ طرب دورِ داغِ گون بہر
 یہ آسانِ معلق ہے غولفشاں چھلنی
 عراقِ دہا رس کے فتح شعرِ حافظ نے
 نہ راگ و رنگ سے پنا کہ غلب ہے تیز
 تو عقل و ہوش سے رہنا ہو وقتِ شور انگیز
 کہ نکل چشمِ صراحی زمانہ ہے نوریز
 کہ دن ہیں زہر کے آیا ہے موسمِ پھنیر
 نظر ہی آتا ہے ختم سارا صاف دُرِ دامیز
 کہ جس کے قطرے ہیں تاج کے دسرِ پُریز
 ہے وقتِ یورشِ بنداد و حملہ تبریز

اگرچہ عرض ہنر پیش یا ربے ادبی ست

نہ ہوتی عرضِ ہنر کاش اُس سے بے ادبی
 ہوں پہ چہرے دل میں بھری ہوئی عربی

نہ عقل دنگ ہو کیوں دیکھ کر یہ بُوالعجبی
نواز نے کوہے کافی بہا نہ بے بسی
چراغ مصطفوی سے شہرا بُوالعجبی
زمین مکہ سے بُوجہل؟ داہ بُوالعجبی
پس نقاب زجاجی و پردہ غیبی
ہیں جن کے چینی کے بویام قلیاں حلّی
دکان سے مراد الان پاسے ختم غلبی
خواب و مست ہو باقی رہی ہے بے ادبی
مقام گر یہ بھی بعد از نماز نیم شبی

چھپی چھپی پھریں پریاں تو دیونا پتے ہوں
سوال کیا ہے کہ کیوں چرخ سفلہ پرور ہے
نہیں تھا یہاں گل بے خار کرتے تھے خشک
بلال حبشی جن بصری، شام سے ہو سہیل
جہاں دُشتر ز نور عین چشم مگر
دوائے درد دل اب اُن مفرحات میں ٹنڈو
ہے مفت کو بھی گراں حجرہ خالقہ کا کھچے
ہزار عقل و ادب مجھ میں تھے جناب مگر
سنگالے بادہ جو حافظ سی تُو بہ تُو بھی ہو

اے نیم سحر آرام کہ یار کجاست

رہتا ہے وہ بُت عاشق کش عیار کہاں
جلوہ طور کہاں طالب دیدار کہاں
پوچھتے کیا ہو خرابات میں ہشیار کہاں
سرہزاروں ہیں مگر واقف اسرار کہاں
ہم کہاں اور نصیحت گر بے کار کہاں
عیش بے یار قیام نہیں ہے یار کہاں
یار ترسا پچھ اور خائن خستار کہاں
دل چلا ہاتھ سے ہی ابرو سے خمدار کہاں

ہے نیم سحر آرام کہ یار کہاں
شب تاریک بھی ہے دادی آئین بھی مگر
کون ہے جس میں خوابی کے کچھ آثار نہیں
جو اشارت کو سمجھتے ہوں بشارت اُن کو
رُونگھے رُونگھے کو اپنے ہے سودا اُس کا
بادہ و مطرب و گل کون سی شے ہو کہ نہیں
زاہد و صومہ چو لے میں! یہ تہلاؤ کہ ہے
عقل دیوانی ہوئی زلفِ مسلسل ہو کہ ہر

عاشقِ خستہ جلا جبریں کیا کیا اُس نے کبھی پوچھا بھی کہ مرنے والے وہ غمخوار کہاں
چمنِ دہریں حافظہ غمخوار اس ہو ملول عقل سے کام لے مائل گلِ بخار کہاں

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں کلیت

عالم میں شاہِ انجمنِ دلبراں ہے ایک دلبر ہوں یوں ہزارِ فلجس پہ جاں ہو ایک
اُس ایک کے لئے ہی کئے دینِ دلِ خراب پروا نہیں کہ حاصل ہر دو جہاں ہو ایک
سو دایانِ عالم پندار سے کوئی سرمایہ اپنا بچو نکدیں سود و زیاں ہو ایک
خلقت ہزار دعوئے الفت کیا کرے زبان اُس کے جس گلِ دل اور زباں ہو ایک
حافظہ ہے آستانہ عالی پہ سر رکھے کیا سر بلند ہے کہ سرو آستان ہو ایک

المنۃ لہ کہ درمیکدہ باز است!

المنۃ لہ کہ درمیکدہ باز است اُس سمت سے جس رخ ہو مراد دے نیاز اب
نغمِ جوشنِ مستی سے ہیں جوشانِ دُخروں ماں لہریزِ حقیقت سے ہے صبا لے نیاز اب
واں بڑھ گئی مستی و غرور اور تکبر یہاں رہ گئی بیچارگی و عجز و نیاز اب
ہیں خمِ پنہم اُس زلف میں ہر خم میں کن بھی کھولے جو کوئی اُن کو تو ہو قصہ دراز اب
وہ رازِ ہفتہ جو کسی سے نہ کہا تھا کہہ دیجئے کہ ہے دوست خود محرم راز اب
تھا بارِ دل قیس کبھی طرہ لیسے رخسارِ محمود ہے اور پائے نیاز اب
تیجے ہوئے تھا سب سے جوشہا ز کی مانند تیرے رخِ زیبا پہ وہی دیدے ہیں نیاز اب
کعبہ سے ترے کو چہ میں جانکا جو منکر محرابِ دوا برو میں ہے درعینِ نیاز اب

اے ہنفسوزم میں سوزِ دلِ حافظ پوچھو تو کہے شمعِ بصد سوز و گداز اب

بیا کہ قصیر املِ سخت سُست بُنیادِ ست

اٹھ آرزوؤں کے مخلو کی بومی ہو بنیا اٹھائے بادہ ہے بنیادِ عمر بھی ہر باد
مرید ہوتا میں اُس کا اگر کوئی ملتا جہاں میں قیدِ علاق سے مطلقاً آزاد
عمل کرے جو نہ بھولے، تو یہ نصیحت ایک ق رہی ہے پیرِ طہیث کی اپنے مجھ کو یاد
وفا کی رکھو نہ امید زائل دُنیا سے کہ اس عجزِ نہائے ہیں سینکڑوں ادا
سروشِ غیب نے خوشخبریاں سنائیں مجھے ق شب اپنے عالمِ مستی کی کیا کہوں زُداد
کہا۔ بلند نظر! شاہِ بازِ سدرہ نشیں! جگہ نہیں تیری راحت کی یہ محن آباد
ہے بامِ عرش سے بہیم تجھے صلائے صغیر پھنسا یہاں جو تو آکر تو کیا پڑی اُفتاد
نہ کھائیو غمِ دنیا، نہ بھول جائے یہ نپند جو رہ گئی ہے مجھے ایک ہنسر سے یاد
جہاں میں بن کے تُو رہ خندہ رُوضا بقضا نہ تیرے بس نہ مرے اختیارِ بست و کشاد
وفا سے خالی ہے مطلق ادا سے خندہ گل بجائے بلبلِ مسکین کا نالہ و فسریاد
قبولِ عام، یہ لطفِ کلامِ حافظ کا خدا کی دین ہے اے سُستِ نظم اور خدا!

برو بکارِ خود اے واعظِ ایں چہ فریادِ ست

لے اپنی راہ تو واعظِ یہاں نہ کر فریادِ ست
بِنگار کی جبت تک نہ بانسریِ بجاؤں جہاں بھر کی نصیحت ہے مجھ کو حرفِ باد
مکر کو نیت ہے اُس کی خدائے ہست کیا یہ نکتہ وہ ہے کہ عاجز ہو یاں ہر ایک ستا

گدائے کوچہ ہشت بہشت کہہ گئے ٹھکرا دیں
اسیر بند ترے دو جہان سے آزاد
خراب عشق کی مستی نے کر دیا ایسا
خراہیوں سے ہی معمور ہو گئی بنیاد
نہ کچھ نالہ کبھی جو ریا سے اسے دل
یہ اُس کی دین کہ حصہ کیا ترابید
بنانا باتیں بہت اپنی راہ لگ حافظ
ہیں بھی ایسے ہیں قصے فسانے اکثر یاد

باغِ مراچہ حاجت سر و صنوبریت

بے کار میرے باغ میں سر و صنوبری
نمناؤں سایہ دار پہ کیا اُس کو بڑی
کس مت میں پڑ گیا تجھے اسے طفلِ نازیں
خوں میں ہے حلال تر از شیر مادری
وہوئے کو نقشِ غم دے تڑپڑا شراب کا
ثابت مرض ہے اور مداوا مقرر ہی
ہے ایک قصہ، اس کی جُدا داستانِ عشق
نئے تو ہر کہانی نئی، جد توں بھری
کیوں آستانِ پیرِ میاں سے اٹھا دل سر
ہر دولت مراد اسی در پہ جو دھری
کل وعدہ جب کیا تھا تو مستِ شراب تھا
کھوئیں گے ہم نہ فقر و فاقہ کی آبرو
شیراز و رکنا باد کی آب دہوائے خوش
ظلمات میں ہے خضر تر اچتمہ حیات
اپنے نگر میں خستہ دلی کی ہے قدر بس
حافظ قلم تری کوئی شاخ نبات ہو؟
خالِ رُبح زمانہ ہو ہر عیب سے بڑی
ہے روشنی میں چشمہ اشدا کبری
بازارِ خود فروشی، وہ بستی ہو دوسری
مات اُس کی ہیں مٹھاس شہدِ شکر تری

بکانِ خواجہِ حقِ قدیم و عہدِ درست

قسم ہے یاد ہے حقِ قدیم و عہدِ درست
دعائے خیر کے جانے میں نہیں میں سست

بجلائے نوح کا طوفان کیے سوؤں کی جھڑی
دل شکستہ کی کریمچے خسریاری
خواب حال کا کیا طعنہ پر عیش نے خود
نہ دل کو یاس ہو اس لطف بے نہایت
بجا تھی مور نے آصف سے کی جو نہ زور
میں تیرے عشق میں شیدائے کوہ دشت بنا
ہو صدق کوش کہ ہر سانس آفتاب ہے
نہ گلرگوں میں وفا ڈھونڈ صبر کر حافظ
نہ کر سکے گی ترے نقش مہر کو شوش
کہ ٹوٹ کر بھی ہو قیمت ہزار مہر درست
حوالہ کی تھی خرابات ہی تو روزِ سخت
پہ شہرِ عشق ہے ہو سر فروش چاہکِ حُسن
گما کے مہرِ سیماں رہا تلاش میں سست
تو میرے پاؤں کی رسی کو اب چھوڑے سست
دروغ نے تو کیا رُوسیاہ روزِ سخت
چمن میں ہو نہ جو اُٹسا تو ہو بکا درست

نبالِ بلبل اگر بامنتِ سرِ پار لیت

رُکے نہ نالہ یہ بلبل جو مجھ سے ہے یاری
نسیمِ طرہ جاناب ہو جس چمن کی ہوا
کہاں ہے بادہ، رنگیں لاؤ جامہ صوفی
کھلا ہوا ہے درِ توبہ اٹھ کے چلنی احوال
پڑے نہ زلف کے سوسے میں خام طبع کوئی
نہیں جمال ہی زلفِ چشمِ دھارِ ضُحال
ہے ایک لطیفہ پشیدہ عشق کا چہرہ
ہے نیم جو کو بھی ہنگام نگاہِ سینا میں
رسائی کیوں نہ ہو مشکلِ جناب والا تک
ہیں ہم دو عاشق زار، اپنا کام ہو زاری
وہاں نہ ماریں گے دم نالہ اسے تا ماری
کہ مست بادِ غرور اور نامِ ہشیاری
کہ فصلِ گل میں ہے توبہ کا نام بے کاری
پنچائیں کہک درمی کو نہ بیڑیاں بھاری
ہے ایک بھرا ہوا بازارِ خوبی دلداری
نہ نامِ بلبل اس کا نہ خطِ زنگاری
لباسِ اعلیٰ مطلق کمال سے عاری
پہنچ ہے تا فلکِ سرورِ بدشواری

نہ چھیلے غنوں سے اُس کو معاف کھ حافظ
ہے رست گماری جاوید در کم آزاری
بکوائے میکدہ ہر سال کے کہ رہ داریست

جو سالکوں میں کوئی میکدے کی رہ جانے
اُسی پہ بہتھا ہے یہاں تاج شاہی ہندی
جو آستانہ میخانہ پر ہو سر بہ سجود
پڑھے جو راز و دو عالم کے خط ساغریں
نہ زینہاراں چاہے چشم ساقی سے
ہو پاگلوں کی سی اٹھ بیٹھ اپنی کیا ہوا
سحر جو سختی طالع پڑے پھوٹ کے آنکھ
خوشا نظر! جو لب جام و رُوس ساقی کو
بلند رہے ہو وہ شہ جو نہ رواقِ بہر
خبر یہ حافظ نہاں شراب نوشی کی

وہ اور راہوں کو اندیشہ بہتہ جانے
جو دو جہاں میں اُسے فخر کی گلہ جانے
بہ فیض جام سب اسرارِ خانقہ جانے
رموزِ جامِ حم ایک نقشِ پاستہ جانے
کہ نرم دل نہیں وہ ترکِ دل سیہ جانے
ہمارا پسِ طریقِ عاقلی گنہ جانے
یہ انتہا ہو کہ ناہید دیکھے منہ جانے
ہلالِ یکشبہ و ماہ چار دہہ جانے
نمونہ خیمِ حراب بارگہ جانے
نہ جانے عجب دشمنہ پادشہ جانے

بلیکے برگ گل خوش رنگ منقار داشت

چونچ میں بلبل نے برگ گل گلزار تھی
عین صہیل اور نالہ حیرت ہو گئی آخر کھلا
پنچ سب عجز و نیاز اپنا حضورِ حسن دوست
ایک دم آکر نہ بیٹھا پاس کیا شکوہ کریں

اس خوشی میں نغمہ زن بانا لہائے زار تھی
حسنِ جاناں کا تھا ضاعتِ تھا وہ خود ناچا تھی
ہائے قسمتِ حینوں سے جو بر خور اُرتھی
پادشاہ کا مراں کو گدڑیوں سے عار تھی

اُو اُس نقاش کے نوکِ قلم پر جان دیں یہ عجائب رکھتی جس کی گردش پر کار تھی
ہے مُریدِ راہِ عشق اور خوفِ بدنامی۔ یہ کیا؟ بچہ صنعاں تو رہنِ خاں نہ خستار تھی
ہائے وہ شیریں قلندر! اُس کے وہ اطوار سیر! دورِ تسبیح ملک ہر گردشِ زناں تھی
اُس پری کے زیرِ تصرفِ حافظ کی ہر آنکھ آیتِ جَنَاتِ تجرّی تھما الاہناں تھی

ہم زلفِ تو دل بتلائے خوشیتن است

ہے دامِ زلف میں دل تیرے۔ بتلا اپنا اڑا دے غمزہ سے سرِ پائے تو کیا اپنا
بر آتی ہو ترے ہاتھوں اگر کسی کی مراد نکال جلدِ سمجھِ خیر میں بھلا اپنا
قسم ہو لے بتِ شیریں! یہاں بھی شمعِ مثال اندھیریوں میں ہو راتوں کی فم فنا اپنا
جو مجھ سے پوچھے تو ببل بھی نہ کیجو عشق ترا نہیں گلِ خود رو ہے آشنا اپنا
جہاں گل نہیں شکِ ختن کا حاجت مند اُسے ہے نافہ ہر ایک تکرہ قبا اپنا
نہ جھانکِ خلوں پہ اربابِ بمرودت کے حصارِ امن ہے اے دوست جھوٹا اپنا
ہوا ہوں سوختہ حافظ پہ عہدِ جانبازی وہی ہو دل میں وہی دعویٰ وفا اپنا

بحریتِ بحرِ عشق کہ ہمیشہ کنارہ نیت

کیا دارِ پارِ عشق کا صاحبِ کنارہ کیا! چڑھ جائیں بھینٹ اس کے سوا اور چارہ کیا
جاں نذرِ عشق دینے کو سب عیتیں ہیں نیک درپیش کا خیر ہو تو استخارہ کیا
کس کے نصیبِ شیوہِ زندگی! نشانِ گنج کھل جائے بد نصیب پہ ہو آسکارہ کیا
دھکی میں عقل کی نہیں آئیں گے! بادہ لاؤ اس عقل سے بھی بڑھ کے ہو کچھ ہچکارہ کیا

پوچھ اپنی آنکھ سے مرے جلاؤ کا تو نام
اے جاں قصور بخت و گناہ سارہ کیا!
دیکھیں اُسے بھی پونجھ کے آنکھیں ہلال دار
ہر آنکھ کو دکھائے گا وہ ماہ پارہ کیا
تجھ میں دیکھنا نہ گریہ حافط نے کچھ اثر
حیرت میں ہوں کہ دل ہو ترا سنگِ خارہ کیا

برو اے واعظ و دعوت نہ کن سوئے بہشت

واعظ جانہ دکھا ہم کو ہرے باغ و بہشت
یاں ازل ہی سے نہیں خلد کی تھی سے سرشت
منع سے نہ کر اے صوفی صافی کہ ہو می
اپنی طینت کی ازل میں سے خاص سے سرشت
تجھ کو تسبیح و صلے و رہ زہد و صلاح
مجھ کو میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کشت!
خرقہ یہاں چھوٹا نہ گریہ می طرح رہن شراب
صوفی صاف کی بخشش ہونہ پائے وہ بہشت
نہ لے عور بہشتی نہ لے کو خر و جام
چھوڑنا دامن محبوب کا اس درجہ ہے زشت
خرمن ہستی سے ایک جو نہ پڑا پائے اگر
راہ مولیٰ و فامیں نہ کی ایک انہ کی کشت
حافط لطف خدا شامل احوال ہو بس!
چھوڑ دے سب یہ غم و دوزخ و شادی بہشت

بے مہر بخت روز مرا نور نہ مانندست

بے مہر قاعدن میں مرے نور نہیں ہے
یہ زندگی بیش از شب دیہجور نہیں ہے
کل وقت و داع دل نے ہ کی گریہ زاری
جانانہ سے دور آنکھ میں اب نور نہیں ہے
بعد اس کے قدم رنجہ کیا بھی توجہ ہے
اب سانس بھی بیمار میں بھر کو نہیں ہے
کستا گیا دل سے یہ سرِ اُپا کا تصور
وا حسرتا! اب خانہ یہ معمور نہیں ہے
دیں گے کوئی دم میں یہ خبر آپ کے دریاں
اس در کی بلا دور! وہ رنجور نہیں ہے

تھا قرب سے تیرے کہ اجل پاس نہ پٹکی
 بھراں کی بدولت مگر اب دور نہیں ہے
 فرقت کی دوا صبر ہے پر کیونکہ ہو کہنے
 یاں صبر کا بھی اپنے میں مقدور نہیں ہے
 گر یہ نے اگر خشک کیا آنکھ کا پانی
 خوں دل کا بہانے سے تو معذور نہیں ہے
 تھی بات تو نہنے کی مگر رد دیا حافظ
 اب تو کسی عنوان بھی مسرور نہیں ہے

بادِ بادِ سحر نافہ تاتا روزیدہ است

بہوش صبا نافہ تاتا رسیدہ
 یا کہتے کہ خود اس کی گلی سے ہیں پریدہ
 بکلی نہیں کرتا ہے اگر غنچ لبوں سے
 منہ کس کا پڑتا ہو وہ یوں مونٹ دریدہ؟
 منہ مار سبز زلف کا دل چوم کے بولا
 دیوانہ ہے؟ اس زہر کا اس رجز ندیدہ؟
 کچھ وصفِ رخ و زلف یہ سے نہیں واقف
 جو بارسیہ کا نہیں گلشن میں گردیدہ
 مت پوچھ شب زلف میں حالِ دل بدوز
 سوارِ تنکھوں میں ہے ایک تار کشیدہ
 کر رحم مرے آنک پہ نہت پہ تری دہ
 سرگشتہ پڑا پھرتا ہے ہر سمت زویدہ
 سینے میں دبائے رکھوں کب تک تے غم کو
 ہر آہ کو تو دیکھ ہے تاعش اسیدہ
 مت چھیڑ سبز زلف نہیں کرتے اشارہ
 موزمی کو کہ تجھ پر نہ پلٹ آئے زویدہ
 ست دیدہ پڑ آب کی پوچھو یہ وہ گھوڑی
 بن بسے ہی رہتا ہو برس بھر جو چکیدہ
 کب تک یہ ترے عئے کہ آتا ہوں اب آیا
 آچک کہ نہ پھر سیاہ پڑ پھر کے پسیدہ

کیا حافظ بد روز کی بھی رات گھن ہو
 ایک عمر سے ہے صبح کی صورت کا ندیدہ!

پریوئے کہ رخسارش چو ماہست

ہر ایک رخسارہ اُس یوسف کا ماہ ہے
 زرخشاں ایک کنواں ہو مرے حق میں
 اگر تلوار مارے، مارنے دو
 شب قدر اس لئے محبوب ٹھہری
 تیغ دے مجھ کو آنسو کی طرح وہ
 گیا تھا کہہ کے قتل کر کر دے گا
 یہ ننگی لب کی حافظہ رخ کی زردی
 ہزاروں مجھ سمیت اُس پر تباہ ہے
 خدا شاہد وہی دل کا گواہ ہے
 لب و لہجہ تو دیکھو! عذر خواہ ہے
 بزرگ زلف کالی بھٹ سیاہ ہے
 صنم جس کا لقب عالم پناہ ہے
 بری آنکھیں ہیں اب اُس کی راہ ہے
 دل و دیں ہار دینے کی گواہ ہے

تاسر زلف تو در دست نسیم افتاد است

خیم گیم میں ترے دست نسیم آن پڑا
 عین مسودہ جاوہیں یہ چشم پر بھڑ
 اُس خیم زلف میں ہے خال سیریا نقطہ
 کیا اڑاے گی صبا، خاک نہیں تن میرا
 سایہ سر و میحانفس اس قالب پر
 زلف میکس کی مثل گلشن رخ میں مت پوچھ
 شوق خوشبویت ہی دل ہرائے نس جان
 ذوق لب میں ترے آوارہ تھا قطب کعبہ
 کٹ گیا دیکھ کے دل، ہو کے دو نیم آن پڑا
 ہے ذرا فرق صحیح اور سقیم آن پڑا
 ایک سیاہی کا ہے در قطعہ جیم آن پڑا
 تیرے کوچہ میں یہ اب بابر عظیم آن پڑا
 پرتو روح سابر عظیم نسیم آن پڑا
 اڑکے طاؤس ہے در بانخ نسیم آن پڑا
 خاک پاہو کے سربراہ نسیم آن پڑا
 در میخانہ پہ اب بن کے نسیم آن پڑا

حافظ گم شدہ کو تیرے لب غائب سے تھا جو ایک واسطہ عہد قدیم، آن پڑا

جز آستان توام در جہاں پناہ نیست

سو ایہاں کے جہاں میں مجھے پناہ نہیں
بنی ہے کیا جو خرابات کو میں ک کڑن
وہ دام گھات ہیں ہرست، میر واسطے تو
عدو اٹھائے اگر تیغ، ڈال دوں میں سپر
زمانہ چھونکنا چاہے جو میرے حرم کو
نقاب جو پر پارے ہے شہر پر بازو
غلام برگس نقاں ہوں اس سہی قدم کا
غناں کشیدہ چل اے بادشاہ کشور حسن
نہ ہونا درپے آزار سب گنہ کرنا
خزینہ دل حافظ نہ زلف خال کو نیو پ

یہ در نہیں تو کہیں سر کو کیہ گاہ نہیں
یہاں سے زیادہ کہیں میری رسم راہ نہیں
تمہاری زلف سے محفوظ تر پناہ نہیں!
کہ تیرا پناہ بخشنا لہ اور آہ نہیں
تو کیا ہو، چھونکے، پاس اپنے پر کاہ نہیں
کمان گوشہ نشیناں میں تیر آہ نہیں
کسی پہ عجب جس کی ٹپے بگاہ نہیں
کوئی گزر نہیں جس میں کہ داؤد آہ نہیں
ہماری شرع میں اس کے سوا گناہ نہیں
اس اعتماد کے قابل یہ رو سیاہ نہیں

چو بشنوی سخن اہل دل کو کہ خطاست

نہ کہہ بھی کسی ارشاد اہل دل کو خطا
بھٹکے نہ دنیا و عقبی کے واسطے ہرگز
خبر نہیں دل خانہ خراب میں ہو کون
تلا ہو پر وہ سے کھل کھیلے پل مطرب
سخن شناس نہیں تو خطا تو یہ ہے ولا
پناہ خدا کی! ہو کن شور و شوق سر پہ چرا
کہ ہم غمخوش ہیں وہ درفغان و دوا و بلا
آپ جلد! ادھر بھی ہو نالہ لب پہ دھرا
لیٹھا یا تیرے ہی رخ نے سنوار کر کیا کیا

اڑانی نیند شبوں کی خیال بند ہی نے
 ہو فرشت صومہ آلودہ خونِ ل سے مکے
 عزیز دیرمغاں میں اس لئے کہ مدام
 باکا راگ الاپا تھا مطربِ عشاق !
 خارِ عشق کسی کا ہو رات سے دل میں
 صلائے عشق و دل پہ شبِ سنی حافط
 خار سی شہ بہ ہو میکہ کا دو تو پتا
 مجھے سر بسے دیں غل یہ ہے میری سزا
 اُس راگ سے چونہ گل ہو، کلیجہ ہے ٹھنڈا
 کہ عمر گزری نہ نکلی داغ سے وہ صدا
 کہاں کا سجدہ کوخ اور کیا وظیفہ دعا !
 نضائے سینہ میں اب تک گو بجتی ہو صدا

چہ لطف بود کہ ناگاہ شمعِ قلمت

یہ لطف کیا تھا کہ ناگاہ یا تر قلم
 لکھا ہے اپنے قلم سے سلام تو نے مجھے
 کہوں یہ کیسے کہ سہو آگیا ہے مجھ کو یاد
 ذلیل مجھ کو نہ کیجو یہ مان کر احساں
 ادھر تو آ- تری زلفوں عہد میں باندھوں
 خبر تجھے مری حالت سے ہو گی کیا اس دن
 مری بھی وح ہے پیاسی کر ایک گھونٹ عطا
 پڑا ہے در پہ ترے دل مرا اٹھالیں جو
 صبا نے بچونکی ہو ہر گوش گل میں یہاں کیا کیا
 ہمیشہ خوش رہے عیسیٰ نفسِ سیم سحر !
 کین گاہ میں حافط یہ تیر خوش ازقا
 مرے حقوق لگا کرنے عرض نہیں کرم !
 ہمیشہ لوحِ جہاں پر رواں ہے یہ قلم !
 حالِ قلم کہ آلودہ سہو ہو وہ قلم !
 اعز دولت سرمد سے ہے تو اور اکرم
 قلم ہو نہ بھی تو پھوڑوں ہاتھ سے : قدم
 کہ لاہ زار بنے خاکِ کشتِ گمانِ ستم ؟
 جب آبِ خضر سے بھر کر پئے تو ساغِ جہنم
 کیا ہے جس طرح تجھ پر خدا نے فضل و کرم
 درین پائیں چلے خور رہ درونِ حرم
 اُسی کے دم سے رہا زندہ عاشقِ بعیدم
 خموش! پس کہ نہ بن جائے گردِ راہِ عدم

حالِ دل باؤ گفتم ہوس ست

دل کی اُس کونائیں ہے یہ ہوس
 طبعِ خام دیکھو ! قصہ فاش
 رات کچھ اے صبا دکر دے
 تنکے اُس کو چہرے شرف کے لئے
 یہ شبِ تار دودھِ دُرِ نازک !
 اس شبِ قدرِ محترم سے مجھے
 ضدِ بہ دشمن کی غزلیں زندانہ
 کچھ خبر دل کی پائیں ہے یہ ہوس
 غیبِ سننے نہ پائیں ہے یہ ہوس
 صبح اٹھ کھل کھلائیں ہے یہ ہوس
 چن کے پلکوں سے لائیں ہے یہ ہوس
 بیندہنے اُس کو پائیں ہے یہ ہوس
 صبحِ محشر جگائیں ہے یہ ہوس
 مثلِ حافظِ نائیں ہے یہ ہوس

حُسنِ با اتفاقِ ملاحت جہاں گرفت

ہاں اتفاق ہو تو جہاں بیگماں لیا
 کچھ خیر تھی کہ روک نہوکِ رباں لیا
 غیرتِ ڈھانک ست صبا نے ہاں لیا
 داغوں نے طہیر سب چمنِ ارغواں لیا
 ساقی کے عکسِ رخ نے جہمِ جُٹ ہاں لیا
 شمشیرِ زرخشاں ہو کہ جس نے جہاں لیا
 شعلوں نے اس کے دامنِ بخت لیا
 غم سے نچشت ہونے کو رطلِ گراں لیا
 ہلکے نیک سے حُسن نے اُس کے جہاں لیا
 افکارِ رازِ خلو تیاں کر رہی تھی شمع،
 کچھ رنگِ بوسے اُس کی تھام مارنے کو گل
 لالہ نے کج کلاہِ طرب کی تھی عجب سے
 جی میں لگادی آگِ مرے عشقِ جام کی
 نے جامِ جم میں دودھ صبا صبو تیاں
 یہ آتشِ ہنفتہ جو سینے میں ہے مرے
 نے دودھ جس نے حشر جہاں دیکھا ایکبار

مٹھی جو نازِ فتنہ اسرت دیکھو شیخ کی
 پرکار وار و دور ہی کترائے جاتے تھے
 دیرِ مغان میں جایے یہاں ہاتھ بھڑکے
 ہر برگ گل پہ ہو پیرِ نسیمِ خونِ لالہ سے
 کُدا ہے عوضِ مے میں کناؤ کہاں رہا
 گردوں نے نقطہ دار ہی ہر دریاں لیا
 فتنوں نے گھیر دامنِ آخرِ زماں لیا
 وانا ہے جس نے جامِ مے ابرو اں لیا
 دشمن کی نکتہ چینی نے دم کپٹاں لیا
 حافظ کی نظم سب کو پاتی ہو آبِ طفت

حاصل کار کہ کون مکان میں ہمہ نیت

حاصل کار کہ کون مکان میں ہمہ نیت
 اس دل و جاں سے غرض ہو شرفِ صحبت یار
 پھاؤں کے واسطے منت کشِ طوبیٰ کیوں میں
 مال وہ ہئے کہ جو بے خونِ جگر ہاتھ لگے
 پنج روزہ یہ جو ہمت ہے غنیمت جانیں
 بر لبِ بحرِ فنا میں تری رہ میں ساتی
 غیرتِ حق کے نہ خٹوے سے ہو غافلِ زاہد
 ناکہ کشِ سوختہ دل، سوختہ جاں زار و نزار
 ڈرنہ رسوائیِ دنیا سے کھلا پھولِ سارہ
 عزا و تکمینِ جہانِ گزراں پنج میں سب

نیک بندوں میں ہیں ایک حضرتِ حافظ بھی رقم
 زند و عاشق! انھیں کیا سودِ ذریاں پنج میں سب

خدا چو صورت ابروئے دلکشائے توبست

خدا نے مکینچہی ابروئے دلکشائے تیری
 ہزار سر و چین دل کپڑے کے بیٹھ گئے
 نہ مجھ کو چین نہ مرغ چین کو آخر شب
 بہت سی گرہ دل غنچہ دا ہوئیں جب
 غلام اپنا بنا کر مجھے زمانے نے
 گرہ نہ لے دل سکیں کو نافہ دار کہ عہد
 حیات ثانی تھا تو بھی تو لے زمان حال
 نیم سے تری ایک روز کھل کھلائی گئی
 پتنگ ہو کے کہا ترکِ شہر کو تو کہا
 کشادہ کار کو کچھ دی مرے ادائے تیری
 بنی زمانہ نے زر کار جب تباہ تیری
 یہ حکم ہے کہ لگاتے رہیں صدائے تیری
 ہوئی ہر صبح کی جاو بکاش ہوا تیری
 خلاص مرضی پہ موقوف کھ دیا تیری
 وفا کا باندھ چکی زلف دلکشائے تیری
 غلط تھی باندھی جو امتیہ بے وفا تیری
 کلی جو بند ہو دل میں بھرے ہوا تیری
 کسی ہیں کس نے یہاں شکیں حافطائے تیری

خلوت گزینے را بہا شاہ چہ حاجت

خلوت پسند ہو کے تماشائے چاہیے
 جانا تجھے بھی اپنے ہی ارمان کی قسم
 اسے بادشاہِ حسنِ خدا را جلادیا
 سائل ہوں اور بند زبانی سوال سے
 جامِ جہاں نما ہے صمیمِ شہیرِ دوست
 ایک وقت تھا کہ منتِ تاج کرتے تھے
 ہو قصد میرے خوگ تو بے اختیار جنگ
 ہو پاس کوئے دوست تو صحرائے چاہیے
 آخر تجھے بھی چاہئے کچھ یا نہ چاہیے
 کیا حال پوچھنا ہی گدا کا نہ چاہیے
 بابِ کرم پر کہتے ہیں غو غمان چاہیے
 کچھ حاجتِ سوال تو اصلاً نہ چاہیے
 دریل گیا تو اب خسم دریا نہ چاہیے
 جاں مال دوستوں کا ہے لٹان چاہیے

اے مدعی روانہ ہو کیا ہم کو تجھ سے کام
اے عاشق گدا! یہ لب روح بخش یار
یہاں دوستوں میں صورتِ انداز نہ چاہتے
دیتے تو ہیں وظیفہ تقاضا نہ چاہتے
دشمن سے کوئی جنگ و غابا نہ چاہتے

خوشتر عیش و صحبت باغ و بہار کیا

خوشتر سیر و صحبت و باغ و بہار کیا
کوثر کے جام و باغ ارم سے بھی مدعا
ساقی کہاں ہے اور سبب انتظار کیا
جو جو بیار و باغ دے خوشگوار کیا
معلوم جب نہیں کہ ہے انجام کار کیا
غمخوار اپنا رہ یہ غم رزگار کیا
تکرار پر وہ دار سے ہے بار بار کیا
کس کے فدا کے عشوہ ہوں ہو اختیار کیا
معنی عفو و رحمت پر در دگار کیا
اب دیکھتے ہے خواستہ کر دگار کیا

خیال روئے تو در ہر طریق ہمرہ ماست

خیال رخ مجھے ہر جا رفیق ہمرہ ہے
سنو تو سب ز نغداں کی کیا نانا ہے
ایم نورتری دما ز جان آگہ ہے
ہزار یوسف مصری قنادہ پھر ہے
یہ ناک نقشہ ترا جنت مہجہ ہے
قصود نخت پریشان دست کوتہ ہے

بتا دے یہ درِ خلوت کے پاسبانوں کو (ق) یہ بندہ اپنا ہی گوشہ نشین درگاہ ہے
 نہ در پہ پائے کبھی گو نظر نہ آئے کبھی بغیر اس کے بھی اس پر تہیں توجہ ہے
 صدا دے حافظ سائل تو کھول دے جھوٹا کہ سالہا سال سے مشتاقِ ویتِ مہ ہے!

خُم زلف تو دام کفر و دیں است

خُم کا کل میں دام کفر و دیں ہے یہ ایک لٹکا ترا ادنیٰ ترین ہے
 جالِ اعجازِ روشنِ حُسن کا ہے نہ پوچھو غمزہ کی حسرتِ نہیں ہے
 ہوئی سحرِ آفریں عاشقِ کشتی میں تجھے چشمِ یہ صد آفریں ہے
 عجائبِ راہ دیکھی راہِ اُلفت! کہ نیچے آسماں اوپر میں ہے
 یقین مت کر کہ بدگو مر کے چھوٹا وہ در قبض کر انا کا تہیں ہے
 وہ چشمِ شوخ کیا چھوڑے گی رُند ہمیشہ باکماں ہے در کہیں ہے
 بول کو اُس کے کہ دیں آبِ حیاں وہ ٹھیرا آبِ یہ مار میں ہے
 زہیبِ زلف سے غافل نہ رہنا کہ دل لیجا چکی اب فکر دیں ہے
 پیا حافظ نے جامِ بادِ عشق جی بھی تو ہوش میں الیکم نہیں ہے

خوابِ آنِ نرگسِ نقاں بے چیزِ نیت

خواب میں نرگسِ نقاں ہے تو بے وجہ نہیں بل بھرے زلف پریشاں ہے تو بیوجہ نہیں
 دودھ لب سے ترے بہتا تھا کہ جب میں نے کہا یہ شکر گردِ نمکِ داں ہے تو بیوجہ نہیں
 چشمہ آبِ حیاۃ اُس کا دہن ہے یعنی زیر لب چاہ زخماں ہے تو بیوجہ نہیں

ہو ترمی عمر دراز! اس میں بھلا شک کیا ہو
 بٹکائے غم و اندوہ کو یہ درِ فراق!
 شب صبا کو چہرے تیرے گئی گلشن کو ضرور
 در و دل جی میں چھپائے ہو کیا حافظ
 در کہاں ناوک فرگاں ہے تو بیوجہ نہیں
 یعنی یہ نالہ و انہاں ہے تو بیوجہ نہیں
 گل جو یوں چاک گریاں ہو تو بیوجہ نہیں
 ظاہر دیدہ جو گریاں ہے تو بیوجہ نہیں!

خمے کہ ابروئے شوخ تو در کہاں تخت

نہیں مروڑوہ شوخ ابروئے کہاں ڈالی
 گیا تھا مست و عرق کیا کہ آؤں گشتِ کل
 فریبِ چشم سے رنگس کی نمودِ فردشی پر
 جو میرے رخ سے دمی نسبتِ من نے غیر سے
 میں محو ہو گیا بزمِ چین میں بچوں نے
 بنفشہ طرہ پر خرم سنوارنے جو اٹھی
 دھلے نہ داغ بے محلِ خرقوں سے کہ نے
 نہیں تھی طرح دو عالم پہ رنگِ الفت تھا
 میں زہر سے مے و مطرب کو دیکھتا بھی نہ تھا
 مرادِ دل کے موافق چلے گا اب تو فلک!

کند بہر دل زار و ناتواں ڈالی
 چمن میں آگ جلانے کو انخواں ڈالی
 جہاں میں تو نے قیامت جہاں تھاں ڈالی
 صبا سے خاک لے آپ اپنے ہی اُس ڈالی
 ترے دہن کی جو صورت مڑ گیاں ڈالی
 صبا نے زلف کی لالچٹ درمیاں ڈالی
 نوشتِ لوحِ ازل سر سے ہو یہاں ڈالی
 نہ سمجھو طرح محبت کہ فی زباں ڈالی
 پہ بچوں نے ہر ایک توڑ میری آں ڈالی
 گلے میں بندگی خواجہ جہاں ڈالی

خواب کر کے بنانے تھے کامِ حافظ کے
 ازل سے گھٹی میں اُس کی سہِ منالِ الی

دل سراپردہ محبت اوست

دل سراپردہ محبت ہے	دیدہ آئینہ وار طاعت ہے
ملفت دو جہان پر چونہ تھا	اب وہی زیر بارِ منت ہے
تُو دُوبے ہوا ہم ہوں قامت یار	فکر ہر کس بقدرِ ہمت ہے
دورِ مجنوں گیا ہے عہدِ مرا	باری باری ہر لیک کی دہت ہے
میرا کیا ذکر یہ صبا بھی وہاں	پردہ دارِ سپیمِ حرمت ہے
دولتِ عشق اور گنجِ طرب	سب اُسی کا کرمِ عنایت ہے
جانِ دل دونوں میں فنا کیا غم	جب ملکِ دست تو سلامت ہے
منظرِ چشمِ تجھ سے ہے آباو	دل کی رونق تری بدلت ہے
میں فرشتہ نہیں پر اُس کا تو	ہر دو عالم گواہِ عصمت ہے
ہر گُلِ نوگنستہ میں اُس کا	اثرِ رنگِ دہوئے صحبت ہے
نقیرِ ظاہر نہ دیکھ حافظ کا	سینہ گنجینہ محبت ہے

دارم اُمید عاطفۃ از جناب دوست

اُمیدِ عفو دوست سے ہے دوستِ لار کو	ہاں ہو گئی خطا و خیانت معاف ہو
کردے گا وہ معاف خطا جاتا ہوں	صورتِ پری مثال ہے سیرتِ فرشتہ خو
زلفوں نے کچھ کہا نہ سنا دل کوئے آریں	دلکش ہے نکل بھی تو وہ بے بحث و گفتگو
سو گئے ہوئے زمانہ ہوا زلفتِ یار کو	اب تک وہی شام میں مہکی ہوئی ہے بو

ہے پہنچ ہی وہاں کہ نہیں اُس کا کچھ نشان
حیرت ہے اُس کا نقشِ تصور نہ کیوں مٹا
رویا ہوں اس قدر کہ ہوئی تہیٰ ایک ادا
سرٹھو کروں میں گیند کیا کوئے یار کی
حافظ ہے تیرا حال پریشاں خراب کیا
ہے یا ذر لٹ میں یہ پریشاں فی خوب تو!

دردِ یرمغال آمد یارم قدر سے در دست

یوں دیرمغال میں وہ آیا کہ قدحِ دردِ دست
تھی نعل سے مرکب کے شکلِ مہ نو پیدا
ہست اس کو میں کیا کہتا خود بخود نیست
شمعِ دل دما سزاں بیٹھی وہ ہماں اٹھا
کھلے جو اُٹھتا تو سمجھو کہ ملا اس سے
فانوسِ وجود اپنا پردانہ صفت شب بھر
پھر آ کہ پھر آ جائے حافظ کی جوانی بھی

مست سے دیخو ازاں اُن اکھڑیوں سے ہست
بالائے بند اُس کا دیکھ سے صنوبر پست
اور نیست وہ کیوں ہوتا ہر آنکھ سے جو تھا ہست
غونٹائے نظر باز اُن اٹھا جو ہوا وہ پست
کھینچے جو کماں و سہم ہوا بروں سے پیوست
ایک ٹانگ کھڑا جلتا ہے شمع کی ہی مالک
ہر چند نہیں پلٹا چھٹ کر کوئی تیرا زشت

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

رفیقِ آج زمانے میں جس سے کچھ نہ خلل
خلل پذیر ہی دیکھی جو یہاں بنا دیھی
جو دیکھے دیدہ عبرت سے دہر پڑ شر کو

شرابِ ناب کی بوتل ہے اور بیاضِ غول
مگر بنائے محبت، اسے نہیں بے زل
جہان دکا جہاں پائے بے ثبات و خل

گر زجریدہ کہے کو چہ سلامت تنگ
نہیں ہوں شغل نہ ہونے سے ایک میں ہی مل
لگائے دل کسی ہوش کے طرہ سے بے بحث
امیدیں تھیں ترے دیدار سے مجھے کیا کیا
سیاہ نختی نصیبوں کی رونے سے نہ مٹی
نہ پائے گا کسی دور میں اسے ہشیار
پسالہ تمام کہ عمر عزیز جائے نہ وصل
بھٹکتے ہیں علما، علم پر نہ کر کے عمل
کہ سعد و نحس کا باعث ہیں زہرہ اور صل
رہ اہل میں نہ ہوتی جو رہتی جہل
ہوانہ دھونے سے جشی سفید سج ہوشل
بلا کی پی گیا حافظ شراب روز ازل

دل و نیم شد و لبر ملامت برخواست

دل و ڈکڑے ہوا کرنے وہ ملامت اٹھا
بیٹھا اس بزم میں خوشدل کوئی دم بھر کہ بھر
شمع کی اس لب خنداں پر ہاں گر اٹھی
سرو گلہائے چمن میں سے ہوا در بہار
ہو کے نادوم تری رفتار کے آگے ٹھسکا
مست گزرا بے صفِ خلوت بیان ملکوت
پھینک اس خرقہ کو حافظ کونچے جان سچ
بولا اٹھ خیر نہیں پھر تو سلامت اٹھا
ختم صحبت پہ نہ آخر بہندامت اٹھا
پاؤں شب بھر نہ تو بار ملامت اٹھا
پنکھا جھلنے تھیں اے غرض قامت اٹھا
سرو سرکش جو دکھانے قد قامت اٹھا
آنکھ پڑنی تھی کہ ایک شور قیامت اٹھا
جل وہ سب خرم ساووس کرامت اٹھا

دیش دوش کہ سرت و خراماں میرفت

رات دیکھا اسے سرت خراماں جاتے
دوست دیرینہ جو کہہ کر اسے ٹوکا بگڑا
پھینک کر جام سرخفل زنداں جاتے
پایا آزر وہ دل آشفتمہ پریشاں جاتے

قصہ غم از رزم و خیال لب جیوں نازے
جی بھر اُنک سیماں سے پُراں جاتے
بے باجوہ میری جان سخن جاتا تھا
مکلی جاتی تھی اُسے دیکھ کے بن جان جاتے
کس کی باتوں میں مزا آئیگا اب یہ سوال
دیکھ کر تجھ کو شکر لہجہ سخنداں جاتے
منتیں میری تو بے کار گئیں البتہ
لانے اس کو کرم و رفتِ سلطان جاتے
درگزرِ جرم سے فرمائیے اُس کے شاہا!
نہ بنی اُس کو ہجر ہو کے ہر ساں جاتے
وہ صنم دیدہ حافظ سے ہو جہاں اوجھل
اشک بہہ کر میں سسل روتے داں جاتے!

دیدمی کہ یار جز سرجو رستم نہ داشت

دیکھا کچھ اُس کو یاد سوائے ستم نہیں
عہد وفا کو توڑ دیا چٹ سے غم نہیں
مست کیجیو گرفتِ خدا صید دل میں گر
کچھ اُس کو پاسِ حرمتِ صیدِ حرم نہیں!
اُس جد اُس کے ہاتھوں اٹھائی ہیں فتیں
باقی کہیں بھی لوگوں میں اپنا بھرم نہیں
شامتِ یہ نختِ بدست ہے اپنے دگر نہ یار
بیچ پوچھئے تو غورِ جو رستم نہیں
ساقی پلائے بادہ مکہ مٹی سے صاف
انکار جس سے کیجے یہ وہ جامِ حرم نہیں
اندرِ حریمِ دوست کے پایا نہ جس نے یار
بھٹکا وہ وادیوں میں ہی ہونچا حرم نہیں
کیا بات ایسے مست کی! دنیا و عاقبت
سب کچھ گنوا کے بیٹھا ہوش بیچ غم نہیں
حافظ کا حق ہے داؤدِ فصاحتِ حریف
سلم و ہنر سے مس بھی خدا کی قسم نہیں

روضہ خلد بریں خلوت درویشان است

روضہ خلد بریں خلوتِ درویشان ہے
ایہ غلشیِ خدمتِ درویشان ہے

گنجِ عزت کے طلسمات عجائب ہیں مگر
 قصرِ فردوس کہ رضوا اس ہے دیباں جس کا
 جھک کے قدموں پر رکھے تاجِ تکبر و رشید
 ایسی دولت جسے ہرگز نہیں آئیبِ وال
 بادشاہ قبلہ حاجات جہاں ہیں یہ بھی
 چہرہ شاہِ مقصود و تمنا ہیں شہاں
 کیا جاتا ہے انھیں اپنی بزرگی منعم
 گنجِ مآرون کہ دھنسا جاتا جواب تک نیچے
 آصفِ عہد کا بندہ ہوں کہ ظاہر باطن
 حافظِ اس در کا ادب چاہئے سلا و ملک
 اُس کی گنجی نظرِ ہمت درویشاں ہے
 سیرگاہِ چمنِ نزہت درویشاں ہے
 واہ کیا شانِ اکیا شوکتِ درویشاں ہے
 بے تکلف یہ سمجھ خدمتِ درویشاں ہے
 باعثِ بندگی حضرتِ درویشاں ہے
 آئینہ اُس کا مگر صورتِ درویشاں ہے
 زور و زریں پر بے ثبات درویشاں ہے
 جانِ اس کا سببِ غیرتِ درویشاں ہے
 صورتِ اجڑی و درویشیتِ درویشاں ہے
 سب کو لازم ادب حضرتِ درویشاں ہے

روزہ کیوشد و عید آمد و دلہا برخواست

روزے رخصت ہوئے، عید آئی ہے، پھل اٹھا
 نوبتِ زہد و فرودشانِ گراں جاں گزری
 عیب کیا اُس میں جو ہو مجھ سا بلا نوش کوئی
 کیا ہو اپنی لی جو دو چار قدحِ یاروں نے
 کچھ خلل اس میں نہیں اور نہ کچھ عیب کی بات
 بادہ نوش ایسا نہ کچھ جس میں ریا ہو بہت
 حق پرستی کریں، اور بد نہ کسی کا چاہیں
 خُم میں دم ہو چکی ہے، اُس کو بھی اب دیکھو ہوا
 شادیانوں کے سسے موسمِ رنداں پہونچا
 عاشق و مست تو کچھ عیب ہی سمجھیں نہ خطا
 آبِ انگور پیسا، خوں تو کسی کا نہ پیسا
 عیب ہو بھی تو جو بے عیب ہو دو اُس کا پتا
 سارے اُن زہد و فروشوں سے جو کرتے ہیں ریا
 ناروا بھی ہے مرنے نزدیک بائیں شمر طرہ روا

م نہیں اہل ریا اور نہ پرستارِ نفاق
عالم عالم اسرار ہے شاہد اپنا !
و بہت عشق خط و خال میں بھٹکا حافظ
پائے پر کار و بجا نقطہ دل پر ہی رہا

روزگاریت کہ سودائے تباہیٰ بن گشت

کون مدت سے ہو سودائے تباہیٰ اپنا
یہہ غم عشق نشا دل نگیں اپنا
دیکھنے کو اُسے ایک دیدہ جاں لازم ہو
یہ نصیب آہ کہ کمال خیم جہان میں اپنا
عشق سے تیرے چہ تعلیم سخن پائی ہے
ہو زبانوں پر جملہ بدعت و تحسین اپنا
دولت فقر خدا یا مجھے ارزانی ہو
فقر ہی ہو سببِ جہشت و تکمیل اپنا
واعظا دوستی شخنہ پر اس درجہ غرور؟
دیکھ ہے منزلِ سلطانِ لِسکیں اپنا
جلوہ کہ کس کی ہے یہ منزلِ مقصود اپنی
جنگل ہر خار زیں ہو گل و لہریں اپنا
ساتھ رکھ ہم کو پئے زیبِ فلکِ منیٰ ہر
نخ ترا ماہ، تو ہو اشک بھی پریں اپنا
حافظا جہشت پر وزیر کا کیا ہو مذکور
دے جے روزِ اللہ خسرو شیریں اپنا

روئے تو کس ندید و نہارت قریب بہت

بن دیکھے ہی یہ دیکھو کہ صد ہا قریب ہو
غنجہ کھلا نہیں کہ ہزار عندلیب ہے
میں ہی تری گئی میں نظر آیا ایک غریب
اس شہر میں تو غم سے ہزاروں غریب ہے
گوجہ سے دور ہوں کہ نہ ہو تجھ سے کوئی دُور
لیکن اُمید وصل کہ اب غریب ہے
کچھ قیدِ خانقاہ نہ خراباتِ عشق میں
ایک شہر جائے پر تو روئے حبیب ہے
ہاں کیوں نہ ہو یہ رونق بازارِ صومہ !
ناقوسِ دیر دراہب و لعلِ صلیب ہے

عاشق ہوا ہی کون کہ پوچھا نہ یار نے
اسے دوست درد ہی نہیں درد نہ طبیعت
فریادِ حافظ ایسی تو کچھ بے مزہ نہیں
ایک قصہ غریب و حکایت عجیب ہے

روشن از پر تو رویت نظر نے میت کہ نیت

پر تو روح سے نہ روشن جو نظر کوئی ہے
مخونظارہ رخسار سی اہل نظر
اشکِ خماز کا کیا رنگِ خیالت نے کیا
مجھ سے بے کس پہ کمرِ ظلم کی کسنا! بے ہے
اُس کے دامن کو مکدر نہ کرے تاکہ لیسیم
جاسکے کہ دے نہ کہیں شامِ نہ زلف کے رنگ
ایک مجھ کو ہی شکایت مری تقدیر سے ہے
کس کو تیرے لبِ نوشیں سے نہیں نوشِ نصیب
خاکِ رہ کے ترسے ممنوں ہیں مرے یہ تر
ہے فقط نام کو باقی مری ہستی کا نشان
شیرِ ڈر جائیں رہ عشق میں ردِ باہِ ٹھیریں
مجھ ہی بیدل کا جگرِ خوں نہیں تیرے ہاتھوں
تیرے کوچہ سے چلے پاؤں میں طاقت یہ کہاں
تو تو کہ شعلہ زخمت نہ کہ کس چرخ میں ہو
مصلحت ہی نہیں ہے راز کا افشا ہونا

خاکِ درسے ترسے بے بہرہ بصر کوئی ہے؟
گم جو زلفوں میں نہ رہتی ہو نظر کوئی ہے
شکل جس کو نہ ہو غیبت سے ضرر کوئی ہے
نہ سکے ہوں جو مجتہد پہ کمر کوئی ہے
تر نہ اشکوں سے جو رکھتا ہوں گور کوئی ہے
جب یہ قدغن نہ صبا پر دہ بحر کوئی ہے
بہرہ ورتجہ سے نہ جو جنسِ بشر کوئی ہے
گھل کے شہرت نہ بنی ہو جو شکر کوئی ہے
ان کی ممنوں نہیں جو راہِ گزر کوئی ہے
بے نشانی جو نہ رکھتی ہوا اثر کوئی ہے
منہ نہ پھاٹے ہو جو یہاں کلِ خطر کوئی ہے
پر نہیں خوں سے جو یہاں کے جگر کوئی ہے
درد نہ دل میں جو نہ ہو راہِ سفر کوئی ہے
تجہ سے بھٹکتی نہ ہو جو جانِ بگر کوئی ہے
بزمِ رنداں میں نہیں ہو جو جگر کوئی ہے

یہ تو ہے خال کہ حافظ پہ نہیں مہر تجھے پھر کمی تجھ میں سراپائے ہنس کونسی ہے

رواقِ منظر چشمِ اپنا آشیانہ ترا

ہے طاقِ منظر چشمِ اپنا آشیانہ ترا
وہ خط و خال کہ دل عاشقوں کا مودہ لیا
کشتِ عجیب ہو رکھتا یہ ام و دانہ ترا
وصالِ گل سے رہے شاد تو بھی لے بلبل
چمن کی جان ہے ہر غرہ عاشقانہ ترا
ودائے ضعفِ دل زار ہوں سے عطا
پُر از مفرح یا قوت ہے خزانہ ترا
بہ تن گو دولتِ خیریت تیری ہوں دور
بڈل یہ جان کہ ہوں خاکِ آشیانہ ترا
نہ ایک میں ہی کہ شہد ہو چرخِ شبہ باز
عجیب جیلوں کا خرمن ہے ہر بہانہ ترا
ہر لے دے کوں دوس ہنحال میں نہیں
لے سر بہرے جانا یہ گل خزانہ ترا
سمندِ چرخ بھی کھاتا ہے تازیانہ ترا
فلک کو رقص نہ ہو کیوں سر و مجلس پر
ہے شعرِ حافظ شیریں سخن ترانہ ترا

روز و شب در نظر مزلتِ رخِ یارِ مست

راٹن فکر میں یارِ لفتِ دُرخِ یارِ ہی ہو
ذرا پروا نہیں اُس کو یہی ہے دشواری
یار کو فکر نہ کچھ ہم سے سر و کار ہی ہے
سودا اچھلا تھا کہ جھٹ لے ہی یارِ لفتِ دل
عشق تو اُس کا نہ کچھ بار نہ دشواری ہے
بہر کی بھی ہے نظر یار کو مجھ نہ جوستہ پر
تاکہ بچ شہر پہ جانے مراد لدا رہی ہے
لے دل لیتا ہے گزشتہ و غیاری سے
ڈر نگہاں سے نہیں ہو جوہِ غیاری ہے
دلبرِ شوخ جفا پیشہ و غیار ہی ہے

پیر بخانہ ہے حافظ سب زبرد ریا قرض کی دینے سے دائم اُسے اکابر ہی ہوا

ریدہ ام بقا میکہ لامکاں نجاست

کہاں میں پہنچا کہ ہرمت لامکاں ہو جہاں
دو دید سے کھولے کہ دولب ہلائے کیا کرے
گزر دیاں ہو جہاں کچھ نہ جائے چون چرا
مرے نہ مرغ چمن اُس گل و گلستاں پہ
خطا ہے کلمہ منصور ایسی وحدت میں
نہ کاوے خانہ محبوب کے نگا حافظا
پتہ زمیں کا نہ کچھ نام آساں ہے جہاں
نہ تاب دیدن نے طاقت بیاں ہے جہاں
نہ کوئی سکل نہ صورت جسم و جاں ہے جہاں
بہار آئے نہ ہرگز کبھی خواں ہے جہاں
نہ جائے حرف و لب جنبش زباں ہے جہاں
نہ جانند حیرے میں بیلار پاسبان ہے جہاں

زاد ظاہر پست از حال ما آگاہ نیت

زاد ظاہر پست از حال سے آگاہ نہیں
ہاں طرقت میں جو پیش آجائے لگے وہ خوب
کھیل کیا کھلتا ہے چل کر ایک پیادہ دیکھئے
ہو کیسی بے نیازی کیا ہی نادر اورى!
صاحب دیواں نے چھوڑا ہم کو خارج از شمار
کیا ہی بیوقوف بلند؟ اور کیا میں یہ نقش و نگار؟
جن کا جی چاہئے اُسے جس کا جی چاہئے وہ جائے
ہو تصور اس قامت ناساز وہ بے ہنگام کا
جو کہے کہنے دو ہم کو اس کی کچھ پردہ نہیں
ہے صراطِ استقیم اس میں کوئی گمراہ نہیں
پہلے اس طرح زنداں میں بھی چلتے تھے نہیں
اس قدر تو زخم پنہاں اور جال آہ نہیں
کیا حسابِ شہ میں بدِ حسبِ تہ نہیں؟
اس متھے سے کوئی دانا یہاں آگاہ نہیں
یہ جو دیکھو حاجب و دربار کا یاں قصہ نہیں
اُس کا خلعت تو کسی بھی جسم پر کونہ نہیں

بار میخانے کے اندر، حق یہ ہمرنگوں کا ہے
خود فروشوں کے لئے تو اس جم میں رہ نہیں
بندہ پیرو معال ہوں جس کے دایم ہیں کرم
در نہ لطیف شیخ ذرا ہد گاہ ہے اور گم نہیں
صدر بن جائے کہیں حافظ تو یہ اس کا کرم
عاشق و مت اس کو حب جاہ ایک جہ نہیں

زلفت ہزار دل بہ یکے تار مویہ لبست

بستہ ہزار دل ترے اک تار مویہ ہیں
رستے راہیوں کے گھرے چارٹوس ہیں
کیوں سر شیک پنک نہ لیں عاشق شمیم پر
ناٹے کھٹکے ہیں منہ مشکبوس ہیں؟
دیوانہ یوں ہوا سب کو ایک بھگار کے،
اہر و دکھا کے جلوہ ہے ڈبروس ہیں
ساتی نے رنگ رنگ کی بھری پیالے میں
کیا کیا نقوش تازہ نکلتے سبوس ہیں
کیا جیم خون جیم میں صراحی کو چائیاں
نرسے میں کیسے نمرہ قتل گلوے ہیں
ماقل شہر ارتقا فلک با حقہ بانہ پر
کچھ شمر بڑھے نہ اس نے چپ گنگوس ہیں
کیا راگ تونے رنگ میں ملے پدا ملا دیا
ایک دم جو اہل حال رکے ہاؤ بوس ہیں
حافظ بغیر حقیق ہیں جو خواست گار جول
احرام بانڈے کہہ نہ کچھ بے وضوس ہیں

زلفت آتش فتنہ و غوسے کردہ خنداں لبست

بال بکھرے، غرق آلودہ آہی لب با پرست
واہر ایک بند قبا، نغمہ سرا، جام بدست
نرگسیں بھر بھری باغی پڑاویں و دونوں
نیم شب آکے سر نے مرے فرانی لشت
بھٹک کے منہ لاکھ صرے کان میں آہستہ کا
خوبیا سونا ہے نہیں کچھ خیریت و ہست
عشق میں جس کو بے باہر شہ گمیر ایسا
کا فرشتہ ہو و، ہو نہ اگر بادہ پرست

زاہد اکیچے نہ ہم در و کنوں کو بدنام
دور ہی اپنی توفیق تھی ہوئی روزِ استقام
بھرو یا جس سے قدح ہم نے وہی نوش کیا
کیا خبر غمِ ہشتی تھا کہ وہ بادۂ مست
خندۂ جام نے اور زلفِ گرہ گیر لے لیں
بے حد تو بہ رسو اتو بہ جافظ کے شکست

زرگر یہ مردم چشم شستہ در خون است

ہر ایک مرد یک چشم غرقہ خوں ہے
یہ حال مرد ماں تیرے لئے دگر گوں ہے
بیا و محل لب یار و چشم میگوں یہ
نہیں ہے جام ہے محلِ اجڑے خوں ہے
طلوع مشرق کو چہ سے مہر طاعت ہو
تو ہم بھی جانیں کہ کچھ طالع مایوں ہے
حکایت لب شیریں و طیفِ فسد ہا
فلکین طرۂ لیسے۔ مقامِ مجنوں ہے
خبرے دل کی جو قدیں ہے سر و دلجوئی
غنِ سرا ہو جو طبعِ لطیف و سوزوں ہے
کلیجہ ٹھنڈا ہو ساقی چلائے دور پہ دور
ہمارا باعثِ گردشِ یہ دورِ گر دور ہے
عجب گلہری مرے پسلو سے یار نکلا تھا
کہ ہر سرِ شکیبِ داں رشک و دو چوں ہے
نہ ہو گی شاو کسی طرح خاطرِ مردوں
سرد و طاقت و کوشش سے باتِ بیٹریں ہے
ہو اس کی آرزو حافظِ یہ خود فراموشی؟
گدا کو دیکھو طلبِ بگا رنگِ قاروں ہے

زراں یار و لنوازمِ شکریت با شکایت

اُس دنوازم کا ہے ایک شکر با شکایت
انفیت کے نکتہ دانوا دلپسپ ہو شکایت
بے مزد اور موت کی نیں نے کی جو خدمت
یارب نہ ہو کسی کا مخدوم بے رعایت
بے آبر و کرے وہ تب بھی نہ منور نہ ہوا
جو رعیب بہتر دشمن کی کیا غایت

غم کر گیا ہے کیا تیرا وہ غمزہ چشم
 گم ہے اندھیری شب میں اس کی راہ قصد
 اے آفتابِ خواباں ایک سوزشِ درد ہے
 جس سمت میں گیا میں وحشتِ زیادہ پائی
 اُس راہ کی نہایت کا کیونکہ ہو تصور
 پانی بھی منہ دینا زندانِ تشنہ لب کو؟
 ہو عشق تیرا حامی تو بھی مثالِ حافظ

جاننا روا نہیں ہے قتال کی حمایت
 آخر طلوع ہو جا اے کوکبِ ہر ایت!
 ایک پل کو اس طرف بھی ہو سایہِ غایت
 تو ہے اے بیاباں اے راہ بے نہایت!
 ہو صد ہزار منزل جس راہ کی ہدایت
 چھوڑی ولی شناسو کیا تم نے یہ ولایت!
 تشرانِ خط کرے۔ با چارہ روایت

سہرا راتِ ما و آستانِ حضرتِ ست

مری حسینِ ارادت ہو اُس کی چمکٹا ہو
 نظیرِ دوست نہ دیکھی مقابلِ اُس رنج کے
 جمالِ پترے ہر برگِ گلِ چین کا شمار
 منہ آج دیکھا ہے تیرا نیراد پاؤں کا
 صبا سے ہو سکے کیا میری سرجِ دل تنگی
 سبکدوش اور بھی اس دیرِ زند سوز میں ہیں
 زبانِ ناطقہ وصفِ جمالِ یار میں لال
 ہوا ہے شانہ مگر زلفِ غنبریں میں کیوں

ارادے سے ہے اُسی کے گزرتی ہے جو جو
 بجائے آئینہ رکھ دیکھے مہرِ دمہ و دلو
 فدا ہے قدر! ہر سرورِ ہستاں لب جو
 کہ پیشِ خیمہ ہے حالِ نکو کا فالِ نکو
 کلی میں تپتیاں لپٹی ہوئی ہیں تو بر تو
 ہے ایک سنگ اور اُس پر ہزار سر ہیں سہو
 چہ جائے کلکِ بریدہ زبانِ پیچہ دہ کو
 کہ باو غالیہ سا ہے تو خاکِ غنبر بر

نہیں ہے آج سے سوزِ طلب یہ حافظ کو

ازل سے داغ ہے دلِ کلِ لالہ خود

سینہ ام زالتش دل در غم جانانہ بونخت

آتش دل سے یہ سینہ غم جانانہ جلا !
 تن بدن دوری دہرے سراسر پھلا
 جس نے زنجیر سوزن پر پڑ دیکھی
 آتشیں اشک سے شب شمع تھی دل سوز مری
 دل پیالے کی طرح، تو بہ جو کی ٹوٹ گیا
 آشناؤں سے عجب کیا جو ہوں دل سوز مری
 اب تو من جا کہ ان آنکھوں نے سراپا مجھ کو
 خرقہ زہد بہا آبِ خرابات میں جیف !
 پنی کے سے، سو بھی کہیں چھوڑیہ قصہ حافظ

ہائے کیا آگ تھی اس گھر میں کہ کاشانہ جلا !
 جان تو آتش جگر رنج جانانہ جلا
 وہ پریشان بہ حال دل دیوانہ جلا
 ایسی دل سوز بنی رشک سے پروانہ جلا
 لالہ ساں غریب جگر بے سے و پیانہ جلا
 حالت غیر پہ میری دل بیگانہ جلا
 کر دیا مست، دیا خرقہ بجزرمانہ جلا
 غائے عقل گئی آتشیں خم خانہ جلا
 رات بھر شمع کا دل سنتے یہ افسانہ جلا

ساقیا آمدن عید مبارک باد !

ساقیا عید کا آنا ہو مبارک دل شاد !
 دم قدم سے ترے وابستہ جلیسوں کی نشاط
 شکر ایزد کہ رہے دور خزاں میں بھی ہرے
 غائبانہ بھی تعجب ہے کہ اس مدت میں
 دخت زری کی بھی بہ آداب قدم بوس ہو عرض
 چشم بد دور، پچا لائے غضبِ ہلکہ سے

دعائے یاروں سے جو تھے وہ بھی ہیں شکے یاد !
 منزلِ غم ہو جو دل تجھ کو نہیں چاہے شاد
 بوستانِ سخن و سرو و گلاب و شمشاد
 تونے دل لینے کی ٹی، یاروں کے دل دینے کی داد
 ہم غریبوں کی دعاؤں سے ہوئے ہو آزاد
 طالع نامور و نخت خوشن ماور زاد

کشتی زح ہے حافظ نہ چُٹھے یہ شکست ورنہ طوفانِ حوادث میں بہے گی ہسیاد

ساتی بیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت

ساتی پلاوے بادہ جو ماہِ صیام جائے
وقتِ عزیز کی بھی قضا چاہیے ضرور
توبہ کے غم میں ہوز یہ کب تک بساں خود
وہست لڑکھوش ہی اس کے رہشیاں
زاہد کو تو غور ہٹک دے عدن سے دور
تو جانے زاہد اتیری چلے کشتی، نمازا
تجہ ایک نقد دل سو بہادر بہائے نئے
حافظ کو سب فضول نصیحت دہ رہ نہ پائے

مے ایک قدح کہ موسمِ ناموس نام جائے
جو وقت بے حضورِ سراحتی و جام جائے
مے دے کہ سر سے لپے یہ سولے خام جائے
کب گئے وقتِ صبح کہ مُقتِ شام جائے
رند عاجزی کی راہ سے دارالسلام جائے
عشاق کی تو بن گئی عیشِ مدام جائے
قلبِ سیاہ کیوں نہ بجائے حرام جائے
صہبائے عشق جس کے اُتر زیرِ کام جائے

ساقیمِ خضرست و مے آبِ حیات

خضر ساقی میرا مے آبِ حیات
عشق کے دفتر سے یہ روزِ می ملی
تلخ مے شیریں لبوں کے ہاتھ سے
ہم دم نیلے نسیمِ لطیفِ یار
خمیرِ آبِ آتشیں یعنی شراب
شمارِ روحِ زہدِ برنجور دار جو
کس کی توبہ لاؤ ساغرِ ہاتھوں ہات
ٹٹنی ہجران ہے عاشق کی برات
قند و مصری کی کرے پھمکی نہ بات
مردہ صد سالہ کو بخشے حیات
حل نہیں ہوتی ہیں ہرگز مشکلات
بر مہر کوئے نغاں پائے وفات

حاصل عمر اپنا حافظ دہریں بادہ صافی ہے باقی دہیات

ساتی بیا کہ یار زرخ پردہ برگرفت

اسا قیا کہ یار نے گھونٹ اٹھا دیا
 اندھیر غلوں میں سر اسر مچا دیا
 شمع فسرہ چہرہ ہر افروختہ ہو پھر
 پیر کین کو رشک جو اماں بنا دیا
 جن جنش قدوں کو ناز تھا خوشیہ پر
 تیرے حرام ناز نے نیچا دکھا دیا
 ہے ہے یہ گفتگو لب شیریں و لہریاں
 پتے پہ ایک غلاٹ بکر بھی چڑھا دیا
 گمراہ مفتیوں کو کیا کید عشق نے
 دشمن کو سطن دوست زک دی ہو دیا
 جو قصہ ہفت گنبد افلاک میں آئے
 کوتہ نظر نے کیا ہی ذرا سا بتا دیا
 وہ بارغم کہ خاطر خستہ بہ تھا و بال
 عیسیٰ نفس کو بھیج خدا نے اٹھا دیا
 حافظ کہاں یہ کیا تھا جا دو؟ اکلام
 تو نیک کر کے اس نے غلاب طلا دیا

شگفتہ شد گل حمر گشت بلبل مست

کھلا ہے لالہ حمر، ہوئی ہے بلبل مست
 صلائے عام ہر لے عاشقان بادہ پرست
 اس س تو بہ جو تھی فلمی میں نگ صفت
 ہوئی ہے شیشہ و ساغر سے آہ کیسی نکست
 پلاؤ بادہ کہ سرکار بے نیازی میں
 ہیں ایک پیادہ و سلطان ہوتیار و مست
 سفر سرائے دودر سے ہے ناگزیر تو کیا
 درود کان معیشت بلند و اوسط و پست
 مقام عیشش میر نہیں بحسب محنت
 بلا کا بیج تھا قانوں ملی " میں روز است
 نہ بہت ذمیت کے غم سے طول ہو خوش
 کہ نیست ہونا ہے انجام ہر کمال کہست

شکوہ آصفی و تخت باد و منطق طیر
رہا نہ کچھ بھی سکے گو ہزار بند و بست
لگا کے بال و پر اڑت کہ تیر پر تابی
اڑا بہت پہ ہوا خاک میں ہی پھر پورست
زبان کلک سے حافظ ہو کیسے شکر ادا
کہ شرتخنے میں جاتے ہیں میرے دست بہت

شربت از لب علش نہ چشیدیم و برقت

چل دیا شربت لب غیر چشیدہ ہی رہا
دل یہ اس کے رُبِ حوش کا ندیدہ ہی رہا
کیا ہی بنیرا تھا، رکھ زین، ہوا ایسا ہوا
دامن گرد بھی نظروں سے رمیدہ ہی رہا
نہ پھرا فاختہ اور حسرت زبانی پڑھ کر
پھونکتا بندہ ہر اخلاص و عقیدہ ہی رہا
خط فرماں سے نہ بڑھنے کی ادھر کیے قسم
چل دیا خطرے آگے وہ کشیدہ ہی رہا
مجھ کو ٹھیکر کے رہ عشق میں گم ہے اب تک
جان پھیل کے دم میں تھامیں سیدھا ہی رہا
کر گیا وہ چمن حسن و لطافت میں خسرام
اور میں بیرون چمن ماندہ خزیدہ ہی رہا
ترک خود کرنے کو کہہ کر تھا گیا طالب سے
وہ اس امید پر اپنے سے بریدہ ہی رہا
صورت اس کی تھی لطافت میں خدا کی صنعت
دیکھ کر بھی اُسے دل سب کا ندیدہ ہی رہا
مالے حافظ کے سے ہیں ویسی ہی آہیں شاید
دم رخصت بھی کہیں دُور ز دیدہ ہی رہا

شہیدہ ام سخن خوش کہ پیر کیا گفت

بہت ہی راست یہ عروسی ہو پیر کیا گفت
کہ در و بھر کی ہو کیسے شرحِ انساں سے
حدیثِ ہول قیامت بکے تھا و اعظا شہر
وہ ایک کنایہ تھا آفاتِ روزِ ہجرال سے
نشانِ یارِ مسافر کا پوچھے کس سے
سبا کے فقر تو ہوتے ہیں کچھ پریشاں سے

نہاں کہ وہ میرا مہربان، دشمن دوست،
 ہم اور مقام رضا اور خوش انداز
 گرہ لگانہ ہوا میں، چیلے گو حب مراد
 کہ نہ چون و چرا کوئی بندہ مقبل
 ادائے دہر پہ ہو جائیو نہ لوٹ یہ زلال
 پُرانے غم کو پُرانی شراب ہی دینا
 چڑھالے بادہ کہ کل پیر سیکدہ کیا کیا
 کیا یہ کس نے کہ حافظ نے چھوڑا تیرا خیال
 توڑا کے چل دیا یاروں سے کیا ہی آساں سے
 اب اور کیا کریں تھک کر ہر ایک دریاں سے
 کہن ہے باد کی گویا یہ خود سیماں سے
 رکھے سر آنکھوں پہ سن لے جو حکم جاناں سے
 نہ تجھ سے بلکہ چٹھا بھاگے زلال دتاں سے
 ”خوشی کی جڑ ہو یہ“ پوچھو ادوں پہ یہ تھاں سے؟
 حدیثیں کہتا تھا لطف رحیم و رحماں سے
 مرا مقولہ نہیں ہوگا قول شیطان سے

صحن بتاں ذوق بخش و صحبت یار خوش

صحن بتاں ذوق بخش و صحبت یار خوش
 ہے صبا سے دم بدم تازہ شام جاں دل
 گل نے بن کھوئے نقاب آہنگِ حلت کر لیا
 خوش دلی بازار دنیا میں ملی بس نام کو
 مرغ خوش اں کو بشارت، باگ اُس کی نزدیکیا
 حافظا ترک جہاں میں منحصر ہے خوش دلی
 موسم گل ہو بہار کن نخت سینواراں ہے خوش
 کیوں ہو خوشبوئے انفاس ہو اداراں ہے خوش
 نالہ کر بل کہ گلبانگِ دل انگاراں ہے خوش
 ہو تو کچھ رند سی و خوش باشی عیاراں ہے خوش
 مثل شغل نالہ شہائے بیداراں ہے خوش
 ہاں نہ سمجھے کوئی احوال جہاں راں ہے خوش

صبا اگر گرے اُفتد بہ کشور دوست

صبا جو راہ میں لجائے تجھ کو کشور دوست
 بسا کے لائیو ایک گیسوئے منیر دوست

قسم اسی کی کہ ہم جان دیدیں گے انعام
اگر نہ ہو تجھے بار اُس کی بارگاہِ میخاص
دریغ ایسے کہ اکو ہوس وصال اُس کا
دل صنوبری صورت ہے بیدوش لہزاں
وہ مفت بھی نہ قبولے ہمیں تو رنج نہیں
نہ قید غم سے ہو آزاد وہ بھی کیوں آخر

کبھی ادھر کو تو بن کر تو آجیمبر دوست
تو قدرے خاک ہی سرے کو لانا از در دوست
بہت ہو خواب میں گردیکہ پائے نظر دوست
چڑھی ہے اس کو تب حسرت صنوبر دوست
نہ ہم دیں دولت دنیا کوئے از سر دوست
نہیں ہو حافظ مسکین غلام چاکر دوست؟

صبحِ مرغِ چمن با گلِ نوخوشتہ گفت

نوکِ بلبل نے کی ایک دن جو گلِ تازہ گفت
گل نے ہنس کر کہا تیج بات کا کیا رنج وے
گر ہوس جامِ مرتضیٰ میں ہے وصل کی ہو
تا ابد بوجہی محبت کی نہ سو گھی جس نے
رازِ آفت تو زباں پر ہی نہیں آسکتا
صبحِ مرغِ باغ میں فردوس کے تجھے جمع مزے
تختِ جم سے جو بیا جامِ جاں میں کا پتہ
ہوشِ صبرِ مشکوں نے حافظ کے کئے رنجِ تاب

تجھ سے گلشن میں بہت پھولے ہیں اتر اتونہ منت
کسی عاشق کی بھی مشوق سے یہ تلخ بھی گفت
چاہئے نوکِ مژدہ سے دُریا قوت ہوں منت
رو ب کی پنجرِ مژگاں سے نہ میخاؤں میں منت
ساقیا جامِ دے رکھ طاقِ پستالہ گفت
پاؤںِ نعلِ سبیل سے سیمِ سحری با ہم جنت
بولا فوس کہ آں دولت بیدار بخت
کیسے اب سوزِ غم عشق چھپے یا ہو منت؟

صوفی از پر توئے رازِ نہانی دانست

صوفی دیکھے سے جھلک رازِ نہانی جانے
فطرتیں سب کی پیے لال سا پانی جانے

شرح مجموعہ گُل مرغ سحر ہی سمجھے نہ کہ ہر خواہندہ جو الفاظ و معانی جانے
 آیت عشق کو حکمت سے سمجھنے والے یہ تحقیق سمجھ میں نہیں آئی جانے
 پھوٹے ایک پھول پہ گرباغ جہاں کوئی کاش غارتگر مٹی بارِ خسروانی جانے
 دو جہاں اس بل ناکارہ کو دکھلا کے ٹھکا تیری الفت کے سوا باقی کو فانی جانے
 سنگریزوں کو کرے دیکھتے ہی لعل دگر یہاں جو قدر نسب بادِ میانی جانے
 پاس خاطر ہی مرا مصلحت وقت نہیں در نہ وہ بھی تو یہ سب دلِ نگرانی جانے
 غمخیزی کر دے تو کرے کوئی آفت نہیں غلب آپ یہ سب عیش نہانی جانے
 یہ جو حافظ کی طبیعت نے پروئے موتی اثر تربیتِ آصفِ ثمانی جانے

عیبِ ندانِ مکن نے راہِ پاکیزہ سُرشت

جو زندوں کی نہ کر راہِ پاکیزہ سُرشت ہجو زندوں کی نہ کر راہِ پاکیزہ سُرشت
 نام اس کا ہے نہاد، آہ تو کیا خوب نہاد نام اس کا ہے نہاد، آہ تو کیا خوب نہاد
 میں بُرا ہوں کہ بھلا تو ہی خبر سے اپنی میں بُرا ہوں کہ بھلا تو ہی خبر سے اپنی
 تکیہ اعمال پہ بھی خوب نہیں دوست یہاں تکیہ اعمال پہ بھی خوب نہیں دوست یہاں
 کہ نہ یا بوسِ کرم، سلطانِ ازل کیا جانے کہ نہ یا بوسِ کرم، سلطانِ ازل کیا جانے
 سرِ سلیم مرا اور در سے خانہ اگر سرِ سلیم مرا اور در سے خانہ اگر
 طالبِ یار ہیں سببِ کافرو دیندار کہست طالبِ یار ہیں سببِ کافرو دیندار کہست
 باغِ جنت کے ترسے آنکھوں پہ سر پہ پہرے باغِ جنت کے ترسے آنکھوں پہ سر پہ پہرے
 وقتِ موعود دے حافظ وہ اگر ہاتھ میں جام وقتِ موعود دے حافظ وہ اگر ہاتھ میں جام

اُن کے اعمالوں سے آلودہ نہ ہو تیری نوشت
 اس کو کہتے ہیں سُرشت، آہ تو کیا خوب سُرشت
 حسبِ اعمالِ ثمرائے گی اعمال کی کشت
 کلکِ قدرت نے خبر کیا تری کیا کچھ وی نوشت
 خوب ٹھیرائے کہے اذریسے ناکارہ و زشت
 کوئی نافرمان نہ سمجھے تو وہ سر اور کوئی خشت
 خانہ عشق ہر ایک جاہت نہ مسجد نہ کشت
 میری جنت ہیں یہی سایہ بید و لبِ کشت
 میں خرابات سے فی القور پہنچ جاؤں بہشت

غمش تا در دم ماوے گرفت

غمِ جاناں کا دل ماوے ڈلجا
دو آبِ چشم کیا موتی بہائے
ہم آتش اور آبِ زندگی لب
نیم اس طرح غمِ بوندِ آتی
ہم آئے ہمت اپنا دتوں سے
قدیرِ بالا کا عاشق یوں ہوائیں
ہم اُس کے سایہِ الطاف میں ہیں
سُحُنِ حافظ کا وصفِ قد سے تیر
سایا گیروں کا سر میں سودا
سراسر ہے جہاں تو ڈلا لا
دلِ فردہ کو دے گرم آبِ گرام
نہ کرتا صحیح گردہ سیرِ صحرا
نظر میں ہے لے وہ قدرِ بالا
ہے اُس سے عاشقوں کا بول بالا
اُسے توجیف ہے سدہ کا سایا
ہے سروِ یاسمن بوسب سے بالا

کنوں کہ در کھ گُل جامِ بادہ صاف

لے ہیں ہاتھوں میں گُل جامِ بادہ شفاف
اٹھا کے دفترِ اشعار تو بھی صحرا چل
فیقہہ مدرسہ کل پی گیا تھا کر دی ہنسر
شرابِ ناب کہ تلچٹ تھی چپ ہن مت کھول
جُدِ ابو خلق سے اعتقائے سیکھ لے یہ سبق
نہ مانِ خلق کا کہنا، ہیں دونوں بافندہ
نہ کھول حافظ اور ان مہرِ راصولوں کو
زباں پر بلیں کھولے ہیں صد ہزار اوصاف
بڑھادے مدرسہ طے کرے کشف اور کشفان
کہ سے حرام پر بہتر زرقمہ اوقاف
ہم اسے ساتی نے جیسی پلا دی عینِ الطاف
ہے شہرہ گوشہ نشینوں کا قاف سے قاف
کہا کریں اسے زربان اُس کو بوزیرِ بان
چھپا لے، قلب میں شہرہ ہے شہر کا صراف

کس نیت کہ افتادہ ازل لطف توانیت

ہے کون جو بندہ نہیں اُس زلفِ دوما کا
ہے نکل تیری آئینہ نہ لطفِ الہی
دیکھوں نہ تجھے، دیکھو تو ناصح کی ذرا نکل
قلید ان آنکھوں کی تجھے کیا ہو اگر گس
بند سوارانہ کر و زلفِ معنبر
لے شمع دل افروز، یہاں تو جو نہیں جو
کل وقت و دواعِ یاد اُسے عہد دلایا
تیار غریباں ہے ہر ایک شہر کا تمنہ
کیا فرق ہے کہ چریغاں شیخ ہے اپنا
ماشق ہفت تیر ملا مت نہ ہو کہ نہ کر
خورشید سے عولے کہ میں ہوں نور کا چہرہ
زراہر ہو تر ا صومعہ یا خلوتِ صوفی
خونِ دل حافظ آئیں رنگا پہنچہ گرا و کر

کس راہ میں پھندہ نہیں اُس دامِ ہلا کا
ہے صبح مان کہ عادی نہیں میں رُ و و گیا کا
صورت سے تری شرم نہ کچھ خوفِ خدا کا
بے مغز کے دیدوں میں گور کیا ہو گیا کا
یہاں ناک میں دم کر دیا لڑ لڑا کے صبا کا
اندھیر ہے مجلس میں نہیں نامِ ضیا کا
بولا کہ غلط! عہد نہیں ہے یہ وفا کا
اس میں بھی انوکھا ہے مگر اپنے پیا کا
ایک سر نہیں اسرار نہ ہو جس میں خدا کا
ہے کون دلا در جو سپر ہو نہ قضا کا
بے شبہ بڑا بول ہے منہ چھوٹا سہا کا
محراب دوا بروہی میں ہے لطفِ دعا کا
ظالم تجھے پاس آیا نہ تیرا ان خدا کا

کنوں کہ میدد از بوستانِ نسیم بہشت

ہمکتی آتی ہے گلشن سے کیا نسیم بہشت
چمن حکایتِ اردی بہشت کہتا ہے

الہی بادہ بھی جانِ بخش دیا رِ جوارِ بہشت
وہ بیوقوف جو چھوڑے یہ کل پہن بہشت

بنائے خانہ دل سے ہو، جانِ خراب
گدا بھی آج کرے دعوے بادشاہی کا
تلاش میں ہو بنائے ہماری خاکِ خشت
ہے ابرخیمہ دربار، بارگاہ لبِ رشت
نہ بادہ خواری ہے کہہ دینا دوزخی فوراً
خبر نہیں کہ وہاں کیا رکھی کسی کی نوشت
نہ کیجے ترک نمازِ جنازہ حافظ کی
ہزار غرقِ گنہ ہو پہ جارہا ہے بہشت!

گلِ دربروے درکُفِ معشوقہ بکامِ ست

دو ہما بنا، دہن سے بلا تھ میں جامِ کج!
ہیں کان گئے قول نے وچک پہ دونوں
ہو شاہ جہاں بھی تو ہے بندے کا غلامِ آج!
ہر آنکھ سے لب و گردنِ جامِ آج
آن گیسوؤں سے خود ہی قطر ہے شامِ آج
جلس میں رنجِ دوست ہی ہو ماہِ تمامِ آج
شیریں لب شیریں ہیں خود ہی لبِ کلامِ آج
اور رنگ کی کیا بات کہ ہر رنگ ہی نامِ آج
مجھ سانہ کوئی شہر میں تو ایک تو نامِ آج
مجرم کے مقدر میں جو ہے عیشِ مدامِ آج؟
بن تیرے پر اسے سرِ گلِ اندامِ حرامِ آج
ہے عہدِ گلِ دیاسمن و عیدِ صیامِ آج
دو ہما بنا، دہن سے بلا تھ میں جامِ کج!
ہیں کان گئے قول نے وچک پہ دونوں
اور عطر کوئی لاکے نہ محفل میں بساؤ
کہہ دو نہیں کچھ روشنی شمع کی حاجت
کچھ قند کا مصری کا بھی نہ کور نہ کیجے
مت نام کی پوچھو کہ ہوا نام تو اب ننگ
میخوار ہوں سرگشتہ ہوں اور رند و نظر باز
خبر نہیں کیا آرزوئے عجب آخر؟
ہے بادہ زوار دوزہی نہ ہب میں ہائے
حافظ نہ کٹے بے د معشوقہ کوئی دم

گر ز دستِ زلفِ مسکینت خطائے وقتِ رفت

ہو گئی گرز زلفِ تنگیں سے خطا کچھ ہو گئی
خالِ کافر سے بھی جانے دو خطا کچھ ہو گئی

جل گیا تو جل گیا ایک خرمینِ پشینہ پوش
لے گیا دل غمرہ دلدار کوئی لے گیا
ساقیائے دیے کہ رنجش اپنے مذہب میں نہیں
عشق بازی میں گل چاہتے دل صبر کر
طول دیتے ہیں سخن چیں رنہ ہورفت گزشت
جائے گر جائے کہیں مسجد سے حافظِ اعظا
بنوا پر گرم چشم بادشاہ کچھ ہو گئی
جان جانے اور جاناں بات کیا کچھ ہو گئی؟
جی سے دھو ڈالی کدورت جب پراکھ ہو گئی
نیر کر رہی، وہ بلا تھی یا دبا، کچھ ہو گئی
گفتگو گر دوستوں میں بے مزاج ہو گئی
پائے آزاداں پہ بھی بندش بھلا کچھ ہو گئی؟

عل سیرابِ تشنہ لبِ یارِ نست

عل سیراب لب تشنہ خوں یار کا ہے
کیونکہ دل لیتے ہیں چشمِ سہ، شرکانِ راز؟
سارِ ہاں ٹھیر نہیں جانے دے پیدل سہ کوہ
اسے زبے سخت؛ کہ اس محطِ وفا میں اپنا
نیشہ عطر میں اور ظرفِ عمیرِ فشاں میں
باغباں باغِ بدرِ مجھ کو نہ کر مثلِ نسیم
لکھ دے گلقد لب یارِ مرے نسخے میں
حافظ ایک نکتے کا اس طرزِ غزل میں غزل
اُس سے دو چار ہو چکا یہ دل زار کا ہے
دیکھ کر آنکھ سے پھر منہ مرے انکار کا ہے؟
شارعِ خاص یہ منزل کہہ دلداد کا ہے
قدرِ داں عشقِ بیتِ مست قدحِ خوار کا ہے
کیا ہی؟ ایک شمشیرِ خوشبو مرے عطار کا ہے
رنگِ ہر گل میں مرے چشمِ خوں بار کا ہے
دیدہ نرگس کا معالجِ دل بیمار کا ہے
یارِ شیریں سخنِ ناورہ گفتار کا ہے

مطلبِ طاعت و پیمانِ رست از منِ مست

کلمہ روزہ، نماز، ان کو میں کیا جانوں مست
جس سے منسوب ہوئی بادہ کشی روزِ رست

حوض پر عشق کے جس وقت کیا میں نے صنو
سے پلا کر مجھے سب پوچھے اسرارِ نہاں
کمر کوہ یہاں ہاں سے باریک سمجھ
صدقے اُس غنچہ دہن کے کہ جہاں آرا نے
بجز اُس نرگس متا نہ کے چشم بد دور
ہے ترے عشق کی دولت سیلہاں حافظ

چارتکیر کہیں سب پہ اٹھا کر دو دست
کس کے دم کا ہوں میں یوانہ تو کس بھل پرست
یعنی یا یوس نہ رحمت سے ہوائے بادہ پرست
نہ رکھا غنچہ گل میں بھی تو یہ بند و بست
محرّم اس گنبدِ فیروزہ میں ہو کس کی نشست
یعنی کچھ عشق سے حاصل نہیں جز بادہ پرست

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدینِ پیامِ دوست

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں سنا پیغامِ دوست
والہ و شیدا ہے دایم مثلِ ببل در قفس
خط میں لکھے شرحِ حال دل اُسے بس مختصر
زلفِ جاناں دامِ دانہ خال ہم طائرِ بدام
سمر نہ مستی ہے اٹھائے تابہ صبحِ روزِ حشر
قصید میں اپنے فصال اور دوست کے جی میں اتق
ہاتھ آجائے تو سمر سہی بنائیں آنکھ کا
حافظ اُس کے سوز میں جلانا ہونا چارہ جو

دل تو کیا ہم جان بھی دیدیں فدا نام دوست
طوطی طبع اپنا پیرِ شکر و بادام دوست
دورِ سر کا ہونہ موجب پیش ازیں ابرام دوست
ایک دانے کی ہوس نے لاد کھایا دام دوست
مجھ سا پایا ہوا زل میں جس نے ہم جام دوست
ترک مقصد اپنا کر دیں ہم بنا دیں کام دوست
خاک رہے جس کو شرف کر گئے اقدام دوست
درِ دے درماں سمجھنا درِ دے آرام دوست

منم کہ گوشہِ خم خانہ خالقانہ منت

میں ہی ہوں گوشہِ خمخانہ خالقانہ مرا
دعا کے پیرِ مہاں درِ دے صبح کا دمرا

ہے بے شراب و ترانہ اگر صبح مری
گداؤ شاہ سے آزاد ہوں بھرا لند
تو کم ہے صبح کا نالہ یہ غدر خواہ مرا
گدا لے کوئے محبت ہے پادشاہ مرا
غرض ہے مسجد و تخانہ سے تلاش تری
دگر ہے درد دولت سے لب نیاہ مرا
مٹا ہے خیمہ تن کا ٹٹے اجل تو مان
فلک ہے مند و خورشید تکیہ گاہ مرا
سہر شاں پہ ترے رکھ کے چٹھیا کیا ہوں
ادب ہے شرط یہی کہہ کہ ہاں گناہ مرا
گناہ پر گو نہیں اختیار کچھ حافظ

ماہم ایں ہفتہ شد از شہر و چشم سالیست

ہفتہ اُس مہ کو گئے شہر سے گوراسال ایک
مردم دیدہ کی تھی رُخ کی لطافت پہ نظر
حال بھراں بھی عجب جانے شکل حال ایک
عکس اپنا ہی تھا مجھے جیسے شکس خال ایک
ہم غریبوں کے ہی حق میں ہو عجب ہال ایک
ہر فرہ و عشوہ گری میں صفت قبال ایک
خود ہاں اُس گل ہوا اس باب میں استدلال ایک
خیر سے بدلے نہ نیت، ہو مبارک فال ایک
جو ہر فرد میں بن بعد نہیں شبہ و شک
خوش خبر نکلی یہ افواہ کہ وہ آتے ہیں
کوہ اندر وہ فراق آپ کا کیوں کر کھینچے

مار از خیال تو چہ پڑاے شہر ابست

دُشمن میں تری کب مجھ کو ہی پڑاے شہر ابست
ہو نہر ہستی بھی تو پھینکو کہ بلا دوست
خُم سے کو سر بھڑکے، ہے خندانہ خراب آج
بہر شربت عذاب عین الم بلکہ عذاب آج

ہنس پار ہواے دید و نہیوں چین سے بٹھو
 معشوقہ کھلے بندوں پھرا کرتی تھی آگے
 دلبر گیا، صد حیف! رہا دینے لگیاں
 سو شمع ترے حق سے ہیں دل میں فروزاں
 بے بسے دل آراترے اسے شمع دل افروز
 ہیں سبز دروشت سیراب رواں چل
 سمجھو نہ مرے سر میں کوئی جائے نصیحت
 کیا شان تری شان کہ اس شان کے آگے
 حافظ بھی ہے گرد و نظر باز تو کیا ہے

اس سیل و مادہ سے یہ گھر ہو گا خراب آج
 ناعزموں کی وجہ سے ڈالے ہو نقاب آج
 یاد اُس کے خط خوب کی ہو نقش بر آب آج
 ہر چند کہ ہیں بیچ میں صد ہا ہی جاب آج
 دل رقص میں ایک ہر سر آتش ہو کباب آج
 تاج کو نظر آئے جہاں جملہ سراب آج
 اس حجرہ میں ہے زمزمہ چنگ رباب آج
 خورشید فلک لگتا ہے ایک درق اب آج
 ہوتے ہیں جوانی میں۔ ہے اس کا بھی شباب آج

ماراز آرزوے تو پروائے خواب نیست

حاشا جو تیری یاد میں پروائے خواب ہو
 پائے نہ چشمِ مست کے دوراں ہیں ہوشیار
 دیکھو جسے اسی کے کسی غم میں مبتلا
 در پر جو تیرے کشتہ ہوا تیرے ہاتھ سے
 حافظ ہوا ہو عشق میں تپ کر مثال زر
 بے روئے و لفریب یہ جینا صواب ہو
 ہر آنکہ دن کو دیکھتی اُس کے ہی خواب ہو
 ایک دل نہ دیکھا جس کی نہ حالت خراب ہو
 کچھ قبر میں نہ اُس سے سوال و جواب ہو
 عاشق ہی کیا وہ جس کو نہ پینے کی تاب ہو

مدامت میدار نسیم جگہ کیویت !

ہمیشہ مت رہتا ہوں نسیم جگہ کیو سے
 خراب خستہ ہوں دایم فریق چشم جادو سے

بہت کرٹی سیکبانی کسی دن تو الٹی ہو!
 جگہ نقش سویدا کو عطا کی دیدہ دل میں
 ابد تک ہو اگر تیر نظر زیبا شس عالم
 وگر رسم فنا چاہے کہ اٹھ ہی جائے دنیا سے
 صبا و بندہ مسکین ہیں سرگرداں عبت ذوں
 عنایت صبا کی میں تر امنون نکبت ہوں
 سو او دیدہ دایم خون دل میں دیکھتے آخر
 نہ دنیا اور نہ عقبی آفریں حافظ کی تمہت کو!

کہ شمع دیدہ روشن پائے محراب ابرو سے
 کہ ہی ہم نسخہ ہم تو نیکو عکس خال ہند سے
 صبا سے کہ اٹھا ہے پڑہ ایک دم نے نیکو سے
 جھٹکے لے لے لاکھوں چھٹ پڑیں لہر خرم کو
 میں افون نگاہ مست سے دہائے گیسو سے
 وگر نہ گزرتے تو؟ اتنے سویرے؟ اس سہر کو؟
 عزیزا زجاں ہوا ہی دل کو یاد خال ہند کو
 کیا کیا؟ بہر سر نہ خاک قدسے اس سہر کو سے

مردم دیدہ ماجرہ برخت ناظرینست

دین جب دیکھے صورت کا تری ناظر ہے
 اشک احرام طواف حرم یار میں ہے
 مرغ وحشی کی طرح بند قفس ہو یارب
 عاشق منسل اگر قلب لپٹا لے شمار
 آئے پر آئے، گلے سرو بلند ہاتھ گلے
 اُن بھی منہ سے نہ تیر آتش سودا رکلی
 روزِ اول ہی تری زلف پہ دل بولا تھا
 ذکر جان بخشی عیسیٰ ترے لب کے آگے؟
 وصل جاناں نہیں حافظ کی تمنا تھا

دل سودا زدہ جب سینے تراذا کر ہے
 خون دل بہنے سے ایک دم بھی نہ گویا ہے
 طائرِ سدرہ نہ گرا اس کے لئے سایہ ہے
 زد نہ کر۔ نقد رواں پر وہ نہیں قادر ہے
 طالب یار طلب میں جو نہیں قاصر ہے
 اب بھی شک ہی کہ تیر دغِ یل صابر ہے؟
 کہ پریشانی کا یہ سلسلہ بے آخر ہے
 اس طرح رُوحِ فرائی پر وہ کب قادر ہے
 جو نہ اس فکر میں ہو کونسی وہ خاطر ہے؟

مدتے شد کالتش سوائے اور جان ما

سوزش سودائے جاناں مدتوں سے جاں میں
غرقِ خونِ ناب جگر ہیں مردمِ چشمِ اس لئے
آبِ حیاں میں ہے ہند اُس نعلِ شکرِ بار کی
اے دل سن کر نفختِ فیہِ من الرّوحی کوہِ اسم
غیب کے اسرار سے واقف نہیں ہر دل مگر
داعطا! کب تک بگھار گیا سائلِ دین کے؟
حافظ اس احساں کا ہوں ممنون تار و زحزہ

ایک تمنا ہے کہ بس دایم دل دیراں میں ہے
چشمہ خورشیدِ رُؤاسِ سینہ چو شاں میں ہے
پر تو اُس خورشید کا قُصصِ مہِ باباں میں ہے
ہم کسی کے جی میں ہیں کوئی ہماری جاں میں ہے
اس ہند اسرار پر معنی کا محرم جاں میں ہے
دین و دنیا سب ہمارا منصر جاناں میں ہے
دردِ دل کے وہ صنمِ اول سے ہی راں میں ہے

میرمن! خوش میردی اندر سراپا میرمت!

جان! جانا تیرا بھایا، آسیرا پا جانِ دُوں
پھر تو کہہ: دینے میں جاں ایسی کچھ جلدی ہو کیا
کیا کہا؟ دیں گے یہ نوشِ لبِ ہم دردِ دوا
عاشقِ مجبور ہوں! مخمورِ ساقی سے کہیں
لگ نہ جائے خوش خرامی کو کہیں ل کی نظر
عمر گوری رنجِ مزرگاں سے خلالت کو مری

ٹرکِ ترکاں خوشخرامی اپنی دکھا جانِ دُوں
رکھ یہی طرزِ تقاضا، بے تقاضا جانِ دُوں
درد کے قربان ہوں، بہرِ مدادِ جانِ دُوں
ہو خراماں تاکہ پیشِ قدرِ عطا جانِ دُوں
تمہارا ہے کہ بس اُس کے تیرا پا جانِ دُوں
ایک نظر دیکھے تو زیرِ چشمِ شہلا جانِ دُوں

اُس کی خلوت میں گزر حافظا نہیں ہو تو نہ ہو
خوش گور ہیں اُس کے سب رن جائے جن جانوں

ہر آنِ نخبۂ نظر کز پئے سعادت رفت

ہر ایک سعید جو یاں طالبِ سعادت ہو
بہرِ بطلِ درو کشاں ہی ہر صوفیوں پہ تمام
نہو مرا سخن معرفت کہ روح القدس
بہتے ہی کچھ نہ مرے زائچے میں جزِ رندی
ہے صبح ہی سے ترا طرز کچھ نیا شاید
دکھائے مجھ کو بھی کچھ طبیبِ عیسیٰ دم
براہِ میکدہ جا نکلا خانقہ حافظ
بس اُس کا میکدہ ہی قبلہ ارادت ہو
وہ تیر عشق جو در عالم شہادت ہو
مرد وہ ہو تو نہ کیوں مورو سعادت ہو
پڑا شراب میں ہی کو کب دلا دت ہو
نہ شب کی پی گیا کچھ بیشترِ سعادت ہو
نہ اس علیل کی خالی فقط عیادت ہو
الہی وہ ہو اب اور گوشہ عبادت ہو

یارِ بآں شمع شبِ افروز کاشانہ کیت

شمع روشن ہے خدا کس کے یہ کاشانے کی!
ماہِ رخ شاہِ منہش، نہ ہر جن میں اکون ہو یہ
حاجت اس شمعِ سعادت کے تقرب کے لئے
یہ لبِ محل کہ بن چکے میں ان کا ہوں خراب
کس کا ہوں خواب ہے یہ خانہ بر انداز ہرا
سب کے افوں چلے اُس پر یہ نہ معلوم ہوا
جان کس کی ہو؟ کو؟ دم نہ بچی جانے کی!
دُکھ بھی ہو کوئی اس بے بہادر لانے کی؟
پوچھ دو بہرِ خدا کس کے ہے پروانے کی؟
نئے کہاں پیتے ہیں کس کا نہ پیمانے کی؟
روقت افزائی یہاں کرتا ہے کس خانے کی؟
دلِ نازک پر لگی چوٹ کس افسانے کی؟

آہ دیوانہ ہے حافظِ ترا۔ سن کر یہ ہنسا

کس کا دیوانہ؟ لواچھی کسی دیوانے کی؟

یار بے ساز کہ یارم بہ سلامت

کچھ ایسی ہو یارب کہ وہ باخیر و سلامت
اُس یارِ مسافر کی نگاہوں کی مٹی
فریاد کہ ششِ جہت سے کرتے ہیں نظر بند
نہ یہاں نہیں فہرِ یاد ترے جو رہے ہرگز
تقریرِ دہیاں میں جو کرے عشق کا ذکر
درویش ! نہ کہ نالہ نہ تیغ اجسا
خزقہ کو گنگا آگ ! جسمِ ابرو سے ساقی
ہوں آج ترے بس میں تو کر مجھ پہ ترحم
سرکے گل کا بختِ سہزن سے حافظ

آجائے، اٹکھے مجھ پہ سے یہ بارِ غرامت
آنکھوں کو جہاں ہیں کروں مجھے اقامت
وہ خال و خط و زلفِ نئے و عارضِ فامت
بیدارِ لطیفوں کی ہے سب لطف و کرامت
بات اُس سے نہ کچھ چاہتے ہیں، خیر و سلامت
مردے پہ پس از مرگ بھی لے آئیں شامت
ڈھانے کو چلا گوشتِ محرابِ امانت
کچھ نفع نہیں دینے کے کلِ انکبِ امانت
یہ سلسلہ سسے گا نہ مہجِ قیامت !

دردِ وارِ امانت درماںِ النیاث

دردِ دل کا ہو نہ درماںِ النیاث !
دینِ دل لے کر بڑھایا جاں پہ ہاتھ
ایک بوسے کے عوض یہ دستاں
خونِ دل کا فردوں نے پی لیا
رحمِ مسکینوں پہ کراے دردِ وصل
بنتِ نئے غم کا ہیں باعثِ یہ حریفین

کچھ نہ ہو فرقت کا پایاںِ النیاث !
النیاث از جو رنجاںِ النیاث
کرتے ہیں یارِ طلبِ جاںِ النیاث
مومنو ! کچھ اس کا درماںِ النیاث
اے شبِ تاریک ہجرِ جاںِ النیاث
تنگ ہیں ان دلِ جاںِ النیاث

بخودانہ مثل حافظ روز و شب ہم بھی ہیں نالوں و گریاں انیاث

سز و کہ از ہمہ دلبراں تسانی باج

روا ہے مانگے اگر جہلہ دلبروں سے خراج
ان آنکھوں سے ہوں خطا و غصہ میں روشنی
بیاض رخ ہے اگر آفتاب سے روشن
خضر میں لب تو دہن چشمہ آب حیاں کا
وہاں تنگ پہاڑے خضر کو آب بقا
رہے مریض ہی، اب ہو چکی شفا ہم کو
اے یہ سنگدلی دل سے اجان کے دشمن!
ہوس میں بندگی شہ کی کہا ہے حافظ
جہاں میں آج حنینوں کا تو ہی ہے متران
تو ہند و چین و ما چین تک مئے زلف کو باج
جہاں زلف ایک اندھیر نگری چو پٹ راج
جو سرو قد، تو کمر بال اسطی گردن علاج
لبوں کے قند نے مصری کا کھو دیا جو راج
کہ در و دل کا نہیں آپ کے بھی پاس علاج
ہے دل تو شیشہ قطع ایک ٹھیس کا محتاج
کہ کاش میں بھی غلامانِ در میں ہوتا آج!

اگر نہ سب تو خون عاشق ست مباح

اگر ہو خون ترے نہ سب میں عاشقوں کا مباح
صلاح دقتوی و توبہ کا ذکر کیا ہم سے
کسی کی یاد میں ایک دو پیالے ہیں کیا چیز؟
ہوئے وہ موجزن آنکھوں سے بحر اور دیا
ہے قوت روح وہ آب حیرت لب جس سے
یا ہی زلف کی تفسیر ”جاطل انظلمات“
وہی صلاح ہو میری بھی ہو جو تیری صلاح
نہ رند و عاشق و جنوں کوئی چاہے صلاح
و نحن نثر ب شر با کذا الک الما قدار“
کہ ناخن اُن میں ڈوبنے سے دتے ہیں تاج
وجود خالی عشاق میں ہے قوت و راج
بیاض رخ ہے اگر شرع فائق الما صباح

کنہ زلف کے پھندے سے غلصی نہ ملی
نہ تیر غمزہ ابرو کہاں سے شکل نجات
بصد فریب بھی برسہ نہ لعل لب نے دیا
نہ نکلی آرزوئے دل کئے ہزار الحاح
دعائے خیر تری درد ٹھیری حافظ کا
دوام دور میں جب تک رہیں ماؤ صبح

بہیں ہلال محرم بخواہ ساغوراح

وہ دیکھ! چاند محرم کا مانگ ساغوراح
کہ ماہ امن داماں ہو تو سال صلح
زمان وصل عینیت ہے قدر داں کے لئے
کہ ہے مثال شب قدر دروز استغاث
فضول جنگ ہو دنیا کے دُکوں پاپس میں
نکالیں صلح کے رستے سے کوئی شکل فلاح
عمل کو دیکھ کے مفتور دجی لڑتا ہے!
کہ قفل کیسے کھلے گا جو گم ہوئی مفتاح
میں ست اہل ہوں کس بندگی کا کیا جاذب
کہ صبح ہوتی ہے کس طرح فائق الاصل
تنگائیں بادہ کہ دن اُن کا خوب گزے گا
چراغ جام سے روشن ہوئی ہو جن کی صلح
ہے عہد شاہ شجاع اور دور حکمت و شمرع
امید صبح میں جاگے جوتا حسر حافظ
اندر کے تار بجیں رات دن ساؤ صبح
گل مراد بنے صبح شعلہ مصباح

دل من در ہوائے روئے فرخ!

لگی دل کو ہوائے روئے فرخ
کہ ہے آشفۃ مثلِ موی فرخ
نسیم شک تا تاری نخل ہو
جو سو گئے مئے عنبر بوسے فرخ
مثال بیدار نے سرو بستاں
اگر دیکھے قد و بوسے فرخ
پلا ساقی شراب ارغوانی
بیاد گر کس جادوئے فرخ

دوتا جھک کر ہوا ہے قد ہمارا
ہر ایک دل ہوتا ہی ایک چہ میل
وہی ایک رو سیہ ہے نیک طالع
ہی بخوردار اس صورت بیان کن
ہوں تاج اس کی مرضی کا بھی حافظا
کماں پیوستہ جوں ابروئے فرخ
ہمارا دل ہے ایل سوئے فرخ
جو ہے ہزار وہم پہلوئے فرخ
بجز ایک گیسوئے ہندوئے فرخ
جو ادنے چاکر ہندوئے فرخ

آنرا کہ جام باو صہباش میدہند

جس کو وہ جام باوہ صہباش عطا کریں
صوفی نہ ہو تو منکر رنداں قضا و قدر
خوش خوش رہو یہاں کہ حریفانِ خوش
ساقی اٹھا لا بادہ مگر نگ مشکو
عشاق بینو اکو نوائیں میں ساز میں
کیا آج لطف زندگی! ہر عیش نقد پر
حافظ نہ بکھلے جنتِ فردوس سے کبھی
اُس کو ہی اندرونِ حرم جاعطا کریں
تلاش ہی کو کسکے و شجر عطا کریں
نہیں کھلے کو ہی وہ جام طرب عطا کریں
مٹھے یہ درختل کے داما عطا کریں
جو بینو انہیں ہے اسے کیا عطا کریں
وعدہ ہی کر کٹے مالیں کہ فدا عطا کریں
تیرے حرم وصل میں گر جاعطا کریں

آنکس کہ بدست جام دارد

نت باتھ میں یاں جو جام رکھے
جس گونٹ سے زندہ حضرتِ خضر
ہے جم کی زمام جام کے ہاتھ
سلطانی جسمِ مدام رکھے
بیخانہ پر اس کے جام رکھے
تب ہی یہ خوش انتظام رکھے

تو نہی تجھے بھائے مجھ کو نشہ
یادِ رُخ و زلف ایک کنگ ہو
ساقی ترے لب کا منتظر ہے
زخمِ دل دردمند میں لب
زنگ نے بھی شیوہ ہائے مستی
اُس چارہِ ذوق میں اپنا پسند
اب دیکھیں وہ کس سے کام رکھے
بے چین جو صبح و شام رکھے
جو بزم میں حلق و کام رکھے
بھس کر نمک طعام رکھے
اُن آنکھوں سے لے کے ام رکھے
حافظ سے بہت غلام رکھے

آنکھ از سنبل او غالیۃ تابے دارد

جس کے طے کی مکھ فائے کو آب رکھے
قتل کرتے ہی وہ اڑ جائے نہ کیوں مثل ہوا
ماہِ خورشید تھا زلفوں سے یوں روشن تما
آبِ حیا میں لب یا تو روشن ہے سراب
ہر طرف ہجو مری آنکھوں کا روانِ چمے شکر
قل میں عین صواب اُس کی خطا نامِ خدا
چشمِ غمور کا دل لے کے کیلئے پہ ہر دانت
ضعف سے دم نہیں بیا رہیں پریش کا خود ہی

دیکھے خستہ دل حافظ کو نہ ان چشموں سے
ورنہ عالم کو خسراب اور تر آب رکھے

آنکہ زخار تر از نگ گل و سرِ یاد

زنگِ رخ کو تے دیدے جو گل و سرِ یاد کا
 طعنت کیسے کو سکھاتا ہو لطاول کرنے
 فاتحہ پڑھ لی تھی فریاد کی ہم نے تو جی
 گنج دولت نہ ہو، ہوں گنج قناعت اپنا
 دیکھنے میں ہو بہت حجب عروسِ دنیا
 اب یہ ہاتھ وہ دامن ترانے شہرِ بلند
 اڑا لا غم دور آنے، نہ چھوڑیں حلقہ
 صبر و آرام نہ بخشے گا دل مسکین کا؟
 عدل بھی چاہتے بدلانے لنگھیں کا
 نام جیتے اُس سے جس روزِ شائیر کا
 شاہ کو وہ دیا حصہ یہ کیا مسکین کا
 سر رہی ہو اہو خوش اس کے مگر کامیں کا
 خاصانِ روزوں کہ آغا نہ ہو فردیں کا
 دامن انجائے دورانِ جلال الدین کا

آنکہ خاک را بنظرِ کیمیا کنند

وہ ایک نظریں خاک کو جو کیمیا کریں
 پہونچے نہ میرے درد کو یہ نام کے طیب
 چہرے سے اپنے وہ تو اٹھاتے نہیں نقاب
 پردے میں بیٹھے کر تو بہا ہیں یہ کچھ ستم
 بے معرفتہ نہ جانیو باز ابرِ عشق میں
 حاسد نہ دیکھ پائیں بلائے چھپا کے پاس
 آجائے خانقہ میں تو اہل حضور سب
 چھپ کر ہی پی گئے نظرِ خلق سے نہاں
 میری طرف بھی کاش وہ تو جی نگاہ کریں
 اب تو دستِ غیب سے میری ڈوا کریں
 صورت کا ہم بیان تصور سے کیا کریں
 پردہ اٹھا کے کیوں قیامت بہا کریں
 ساکھ آدمی کو دیکھ کے پہچان کا کریں
 چھپ کر سلوک جیسے محبِ خدا کریں
 اوقاتِ جملہ تجھ پہ ہی صرف دعا کریں
 بہتہ نماز سے جو دکھا کر ادا کریں

کچھ نیک و بد پہ جب نہیں موقوف مغفرت
پتھر کے دل سے چیخ نکل جائے کیا عجب
یوسف کی بوسے ہائے جو ہو پیر بن ہوا
حافظ کسی کو وصل میسر نہیں مدام
پھر کیوں نہ بیٹھے آس کے کرم پر رہا کریں
گر اہل درد و حرفت مجتہد ادا کریں
وہ پیر بن برادر یوسف قبا کریں؟
کم ہی نظر فقیر چو سب بادشاہ کریں

آں یار کر و خانہ مار شک پری بود

وہ یار مکاں جس سے مرا شک پری تھا
اس شہر میں آس کی ہی خوشبو پہ بے تھے
تار اتھا وہ مہ چشم خرد کا آسے حاصل
دیر یا و گل و سبز تھے و کچھ آسے
شمرندہ ہو اے دل کہ تو درویش تھا اور وہ
ہاتھ آس کے نکل جائے وہ لے اختر بدھرا
ایک میرے ہی یہاں از کا پڑہ نہ ہوا فاش
دن تھے وہی آس یار کی صحبت میں جو گزرے
بہر گنج سادات چو بلا غیب سے حافظ
ستر با قدم ایک پری عیبوں سے بری تھا
کیا جانتے تھے یار سفر سہری تھا
حُسن و ادب و دیدہ صاحب نظری تھا
انوس کہ وہ گنج گہر گہزری تھا
ایک حُسن کی پہنے کلمہ تا جو رمی تھا
آفت کا ترادور بھی دوسری تھا
جب سے ہو فلک کار فلک پڑہ درمی تھا
وقت اور تو بے حاصلی دے شری تھا
تا شیر ناز شب و در دوسری تھا

آں کلیت کر و رو کے کرم با من وفاداری کند

ہے کوئی از راہ کرم مجھ سے جو کچھ یاری کرے؟
گائے بجائے چنگ و نے پیغام جانان ل کو دے
بھجیے ایک بد کاسے قدرے نکو کاری کرے؟
پھر پے بہ پے پیانہ دے کر ہو اداری کرے

جانور ہے، بے سود ہے، تدبیرہ مقصود ہے
میں نے کہا اُس طرہ نے کھولی نہ کھول کی گرہ؟
وہ طرہ پڑ پڑ و خم کم ہے جو کچھ توڑے ستم
مجھ سا گدا کے بے نشان ہو اُس کا ہم پیش نماں؟
پشیمہ پوش ایک تنہو جو جانے گا کیا وہ عشق کو؟
ہے نکلے غم بے عدد اے بخت طالع کچھ مدد
جب آنکھ پر نیزنگ ہو حافظانہ دیکھ اور دنگ

امید پر موجود ہے دلبر ہے دلہاری کرے
بولا ہمارا حکم ہے تجھ سے یہ طاری کرے
کیا اتھک دسی بیڑی کا غم جب پیشہ عیاری کرے
سلطان سے کیونکر دوستی ایک نہ بازاری کرے
ایک رمز مستی کہ تو دو تا ترک ہتھیلی کرے
یا فخر دیں جلد تھکے میری غمخواری کرے
وہ طرہ بشرنگ بھی ہر چند سکاری کرے

ابر آذاری برآمد باو نوروزی وزید

پچھائی ساون کی گھٹا، ٹھنڈی ہوا دل کی کلید
شاہدوں کی گرم بازاری بیہ اور خالی ہو جیب
سخت یہاں محط سخاوت ہے بچاے ابرو
عالم رندی میں ہو دامن پٹھا تو عیب کیا
عدل سلطان ہو نہ گہر پُرساں مظلومان عشق
طوطی لعل لب کہے میں نے جو وہ کس نے کہے؟
کام بننے کو ہے شاید، صبح انفاس سیم

بادہ و مطرب بھی آپہنچیں تو آج ہو جائے عید
کب تک لے چرخ یہ شرمندگی؟ زرنا پدید؟
بادہ و گل چاہیئے تو رکھ کے خرقة سے خرید
نیک نامی کے نہیں جائے کو کیسا قطع و برید؟
گوشہ گیروں سے کہو ہوں عافیت سے ناامید
زلف کے بھی یہ تھکاول کس سے تھے دیدن دیند
جرؤ عاکی میرے آئیں وار دیتے تھے رسید

تیر عاشق کش دل حافظا پر کس کا جاگتا
شعر سے اس کے تراوش ہو ہو کی چشم دید!

اگر آں طایر قدسی ز دم باز آید

ابھی ایک دم پر پیکیوہ اگر آجائے
اُسکے باراں سے مجھے اپنے ایک تیدی ہے
خاک پا جس کی مزار تاجِ فنا ہے خدا
دوستو اُس کے تعاقب میں کل جاؤں گا
غل غل چنگ و شکر خواہ سحر میں حایل
تازہ نواب جنوں، در پہ کھاؤں نوبت
ہو شمارِ قدم یا رگ رانی بہتر
ماہوشِ اردیت شکی ہو مٹنا حافظ

اُٹے قدموں جو گئی عمر گزر آجائے
کہ یکایک وہ کہیں برق نظر آجائے
کاش واپس وہ ہر قطرہ سحر آجائے
اُس کو لے کر پھروں یا میری خبر آجائے
در نہ سننے ہی مری آہ سحر آجائے
چرک میل جو کرے ترک سفر آجائے
خوب ہے گوہرِ جاں کا مگر آجائے
کر کشش تاکہ مع الخیر وہ گھر آجائے

از دیدہ خون دل ہمہ بڑے مارو

آنکھوں سے خون دل کا بہاؤ تک آگیا
پوشیدہ ہم جو رکھتے ہیں سینے میں ایک تھوس
پتھر سی دل اُس کا ہریل آبِ پیرہ بھی
یہاں اٹک سے بھی اپنے لڑائی جو لڑدن
ہر صبح جامہ چاک رہا ہر خس اور سی
آنکھیں بچائے خود ہی تھے ہم خوب تو ہوا
حافظ نے کیا رکھا درِ میخانہ پر قدم

اور آگے دیکھنا ہے ابھی تک تو کیا گیا
بر باد اس ہوا میں یہ دم دیکھنا گیا
بہر ہی گیا جو سامنے تپتے بھی آگیا
اس رشک سے کہ بہرے کہاں کیوں چلا گیا
وہ ماہِ مہربان جو پہننے قبلا گیا
آنکھوں میں کو نہ تھا ہوا برق آشنا گیا
صحنے پہ گویا صوفی دارِ صف گیا

از سر کوے تو ہر کو بکالت برود

روٹھ کر جو ترے در سے بکالت جائے ہو کے ناکام جہاں سے بہ بکالت جائے
 راہ پائے جو چلے روشنیِ شعل میں وہ پڑا نہ ٹھکے جو از راہِ ضلالت جائے
 رہنمائے دل گم گشتہ خدا را امداد بھولے نہ ٹھکے کو بھی کچھ کرنے لالت جائے
 کارواں جس کا سپردار ہو خود مطلق خدا با بخل تھمے۔ بارعب و بکالت جائے
 فیصلہ زاپہ و میخو اکا اس پر ٹھیرا کس طرح گزے یہ اوہ کو کسی حالت جائے
 آخر عمر تو واقف سے و معشوق سے ہو مرتے مر جائے نہ پر تیری بکالت جائے
 حافظ ایک چشمہ حکمت ہی بھرے ساغر شاید اس سے ہی ترافقش بکالت جائے

اگر نہ بان غم دل زیادہ بہرود

گٹھائیں غم کی نہ گرگٹھ اڑا لے جائے تو سیلِ حادثہ بنیاد تک بہا لے جائے
 نہ ہو جو عقل کی کشتی میں نگرستی تو کیسے موج سے بڑے کا خدائے جائے
 طبیبِ عشق بنوں بادِ نسوں میں لکھوں جو ہر مرض کو شفا دے جو ہر بلا لے جائے
 بہت ہو راہِ دُحوانِ حار جانی لے خضر نہ آگ میں کہیں یہ شوق آبِ گالے جائے
 شفا کا نسخہ سہن تازہ ہو امراض کو نہ دل کو کھینچ کے کیوں بانغ کی ہوا جائے
 دغا ہی کی فلکب کینہ باز نے سب سے ہر ایک کو دھوکے کے بخت و دغا لے جائے

خبر نہ کی آستیاں تک کہ جل گیا حافظ

ثواب پائے جو داں یہ خبر صبا لے جائے

اگر روم بہ پیشِ فتنہ ہا برانگیزد

رہوں جو ساتھ تو فتنے اٹھائے جاتے ہیں
 جو تن کے خاکِ قدم رگِ بریں پڑتا ہوں
 جو منع کرتا ہوں ہم رگِ غیسہ ہونے کو
 ہے ایک نظر تری زکس کو دیکھنے کا جنوں
 بلا ہیں دشتِ فتنہ کے غار اور کھار
 جو زندگی ہے تو رکھ صبر کیا نہ دیکھیں گے
 سرِ استانِ تسلیم پر جھکا حافظ
 نہ دوں جو ساتھ تو طعنوں سے کھائے جاتے ہیں
 ہوا کی طرح وہ دامن پچائے جاتے ہیں
 رُلا کے خون کے آنسو بتائے جاتے ہیں
 کہ ہر گلی میں یہ دریا بہا کے جاتے ہیں
 یہاں سے شیر بھی کٹی دبا کے جاتے ہیں
 فلک سے روزِ عجائب دکھائے جاتے ہیں
 اکڑتے ہیں جو، زیادہ جھکائے جاتے ہیں

اگر زکویٰ تو بے من رساں باد

جو کوئے یار سے خوش ہوئے زلفِ لائے باد
 اگرچہ پس کے ہوا ہے غبارِ تن، لیکن -
 ہوئے اپنے جپ سے وہ دروازہ میرے واسطے بند
 نظر نہ آئے وہ آنکھوں پر نہیں اوجھل
 خیالِ رُخِ ادھر آنکھوں کو خوں رُلا تا ہو
 بلا سے کھینچے ہے سر پر سے عدوِ شیر
 شمار جان و جہاں کر کے دوں میں اُس کی داد
 پڑے یہ دامنِ جاناں یہ گردِ حیثِ امپاد
 کشادہ ہی نہ ہوا پھر کبھی دلِ ناشاد
 کرے نہ یاد، مگر دل کو اُس کی ہر دم یاد
 ہوا نے زلفِ ادھر عمر کرتی ہے برباد
 نہ ہاتھ تجھ سے اٹھاؤں گا ہر چہ بادِ اباد

چرائے جی غمِ آفت سے تیرے حافظ بھی
 عزیزِ شکر رکھے شیریں سے جانِ گرفتار باد

اپسٹہ تو خندہ زدہ بردہاں قند

ہنستے ہیں تجھ پہ پستہ لب اے دہان قند
سسر گرم خندت ہوں لب جانانہ جس گھڑی
چاہے جو زور چشم : چشمہ لہو کا ہو
آگاہ اپنے حال پریشاں سے کیا جے
طلبے کی بات کیا ہے ترے قد کے سامنے
طرہ بچاتا ہے کبھی تانیں اڑاتا ہے،
حافظ نہ ترک غمزہ خواں کیا تو لبس
لشد ایک خندہ شیریں ! کہ لب ہوں بند
تو پستہ کون ؟ روک فسی : ہونٹ دونوں بند
تو زلف غم کے رکھ اپنی آنکھ بند
پندے میں اپنے پچائیں چکی ہو نہ وہ کند
اس بحث مختصر میں نہ آواز ہو بلند
بھاتا نہیں ایک آنکھ ہیں ایسا خود پند
تو جان بچا جائے گا خواہ نرم یا سختند !

اگر تیرا گورے بر مقام ما افتد !

بکل ادھر جو کبھی تو خد ام میں آئے
جواب کی طرح اچھلے کلاہ بخش و نشاط
طلوع ماہِ مہر او زمانہ ہو جس شب
گور حضور میں اس کی صبا تلک کو نہیں
جہاں محال جہیں سائی بادشا ہوں کو
شہید لب ہوا آخر اسی تمنا میں
ہے زلف یار کو تکرار جان چیز ہے کیا
نہ بیٹھ توڑ کے امید اٹھ کے فال ہی دیکھ

ہم کے ادب سادت ہی دام میں آئے
جھلک بھی تیری اگر میرے جام میں آئے
ضیا غریب کے بھی سخن و دام میں آئے
محال بندہ کہ جائے سلام میں آئے
گدا امید جواب سلام میں آئے
ٹپک کے شدید حل کام میں آئے
یہ وہ شکار ہے اکثر جو دام میں آئے
نکل کہیں گڑھی دولت (جہاں نام میں آئے)



صفاتِ خاک دربار ہوں بیاں حافظؔ ملک کے پھر وہی خوشبو شام میں آئے!

اگر بادہٴ تشکیں دلم کشد شاید

نہ بے خیر خور رہ رہا میں کچھ پائے
جہاں منع کرے عشق سے مجھے کیا کام
امید غمزد کم سے ہے بخش دے گا گنہ
مقیم حلقہٴ ذکر اس لئے سمجھ دل کو
چمن بہشت، ہوا دلکش اور مے بنفش
جمیلہ ہے یہ عروس جہاں مگر بیکار
جہاں جو سخن خدا داد اور جملہ بخت
خوشامدیں کہیں کہ لے ماہوش تر کیا ہیج؟
ہنساکہ واسطے اللہ کے یہ نہ چاہ حافظؔ

ضرور بادہٴ تشکیں سے دل کچا چاہے
کروں میں وہ ہی جو عشق میں فرمائے
اور عاشقوں نے تو گویا گناہ بخشائے
کہ ایک حلقہٴ زلف اس کے ہاتھ بھی آئے
سوائے طبعِ خوش انسان اور کیا چاہے؟
بکاح میں ہی کسی شخص کے نہیں آئے
نہیں ہے حاجتِ شامہٴ بولد و جائے
جو ایک سے سے اس ل کو چین آجائے؟
کہ داغ ہوسک تیرے یہ چاہ بھی پائے!

اے پسر دولتِ باقی بہ ادب یافتہ اند

اے پسرِ دولتِ باقی ہیں ادب سے پاتے
ابجدِ عشق کو پڑھ! چھوڑ دے عشقِ اب و جد
لے لک رہا وہ طلب ہو کے بڑا دے خود کو
مستِ غفلت نہ رہ لے دوست کہ اب حاضر
منزلت چاہے گراں اس آہ میں تو کبھی حافظؔ

نہ طلب چھوڑ یہ نعمت ہیں طلب سے پاتے
مرتبے لوگ جہاں ہیں ہیں حسب سے پاتے
یہ مدارج نہیں غولشی و نسب سے پاتے
نورِ راتوں کو ہیں تاریکیِ شب سے پاتے
تو ادب یکہ مدارج ہیں ادب سے پاتے

بہ آب روشن مے عارفی طہارت کرد

جھکتے پانی سے عارف نے آٹھ طہارت کی
 جو ہنی کہ ساغرِ سین میں آفتاب چھپا
 شرابِ غانی میں تم دیکھو مرتبہ سیرا
 خوش نماز و نیاز اس کے جس نے نوکے ساتھ
 شرابِ عمل کی قیمت ہے کیا کہ جو عقل !
 ٹھکانا ہر و محنت کا جاں عاشق ہے
 کریں امامِ جماعت جو لوگ حافظ کو
 علی البصباح جو یہ خانے کی زیارت کی
 ہلالِ ابروئے ساتی نے جھٹ انارت کی
 نہ دیکھو شیخ کی مجھ پر نظرِ حرات کی
 جگر کے خوں سے وضو اشک سے طہارت کی
 بہت ہی نفع ہوا جس نے یہ تجارت کی
 جگہ تھی قلب بھی پرتیرے عم نے غارت کی
 خبر نہیں انھیں نے سے مری طہارت کی

بسرِ جامِ جم آنکہ نظر توانی کرد

ظلمِ جام میں جسم کے نظر تو کریجے
 گدائی درمیانہ طرفہ ہے اکیر
 جا کے مرحلہ عشق میں تم رہنے
 وصال یا رہی ہے فتح روزگار بھی ہو
 گلِ مراد کے رخ سے کھلے گی کیوں نہ نقاب
 ہمیشہ کج طبیعت میں رہ کے بندِ نفس
 نقاب و پردہ نہیں کچھ نکالے میں حائل
 دل اس کی دے ہو روشن شوخ سناہنکر
 پہ کھل بادہ سے روشن بصر تو کرتے
 کہ خاک چاہو کہ ہو جائے زرتو کرتے
 نظر بھی آگے ہے پہلے سفر تو کرتے
 ذرا سی خدمتِ اہلِ نظر تو کریجے
 خوش اس کو مثلِ نسیم سحر تو کرتے
 محال بتا بہ حقیقت سحر زرتو کرتے
 نہ ہو جودل کی مکہ نظر تو کریجے
 کہے "ضرور ہو گر قطع مسر تو کریجے"

گر تجھے توب یار چاہیے اورے ؛ یہ شغلے ہوں تو شغل دگر تو کر لیجے
 کئے نہ بے مے و مطرب جہاں میں اسکی ہو کسی طرح سے غم دل بد تو کر لیجے
 ہو شاہراہ حقیقت بھی سر عمل حافظ ہری نصیحت شاہانہ پر تو کر لیجے

بیا کہ شرک فلک نوانِ وزہ عارت کرد

فلک نے کشتی اقطارِ وزہ عارت کی ہمال عید نے سوئے قدح اشارت کی
 ناز و زور و جج اُس کا جانے جس نے حریم میکہ عشق کی زیارت کی
 مقام اصل خرابات ہی ہے فی الواقع جہزائے خیر بانا جس نے یہ عارت کی
 کمان ابرو کی محراب میں نواز پڑھیں جگر کے خون سے حاصل اگر طہارت کی
 امام شہرِ مصطفیٰ بدوش نے رنگ کر لہو میں دخترِ زر کے عبا، جہارت کی
 یہ شیخ شہر کی دیکھو تو طوطا چشمی آج نظر کی دُر و کشوں پر تو کس حقارت کی
 بکاؤہ عشق کو حافظ کہے گا دماغ کیا قسم اسی کی تصنع بھری عبادت کی

بخت از دہان یارِ شام نمی دہر

کھوج اُس دہن کا دلوہی قسمت نہ پائیں ہم پائیں نشانِ گنج تو دولت نہ پائیں ہم
 پایا نہ لب کا بوسہ بہت جان پیش کی وہ لے نہ خُس یہ، اور نہ نعمت نہ پائیں ہم
 مارا اس انتظار نے کیا پردہ میں نہیں؟ یا ہو؟ یہ پردہ دار سے نصحت نہ پائیں ہم؟
 انا کہ صبر سے لے آخر شکر دے بد عہدی زمانہ سے مہلت نہ پائیں ہم
 پر کار وار پھرتے رہیں گردِ دایرہ اندر قدم رکھیں، یہ اجازت نہ پائیں ہم

شوخی صبا کی زلفت لے چرخِ سفلہ دیکھ ! پنکھا بھی دانہ جھلنے کی خدمت نہ پائیں ہم ؟
چاہیں جو سوکے خواب ہیں ہی اُسکو دیکھ لیں حافظ کے آہ و نالہ سے راحت نہ پائیں ہم

ہو آیا کہ درمیکدہ ہا بکشا بند !

تقل میخانوں کے مانگو یہ دُعا کھل جائیں ہوں یہ سب عقدہ دل اپنے بھی داکھل جائیں
بند گر بہر دل ز اہر خود بین ہوئے تب تو اُمید ہے از بہر خستہ کھل جائیں
بند ہو جائیں درمیکدہ یا رب یہ نہ ہو کہ درختانہ تزویر و ریاضات کھل جائیں
مرثیہ نظم کریں دختر رز کا احباب خون دل روئیں کہ دیدے بھی راکھل جائیں
گیسے چنگ بھی اس سوگ میں مقراض کریں مغجوں کے بھی سوئے یعنہ و تراکھل جائیں
صدقِ زندان صبحی کش صادق کی قسم سینکڑوں عقدوں کی گنجی ہو عاقل جائیں
حافظ اس خرقہ پشینہ کو کھل دیکھے گا کتنے زنا جو شانوں سے کھینچا کھل جائیں

بعد ازیں دست من دامنِ کُلِ شربلند

اب یہ ہاتھ اور وہ دامن ترا اے سر بلند کھینچ لے جائے گو جڑ پٹیر سے تو شل کند
پردہ رخ سے جو اٹھے چھڑکے سب طرح سے آتشِ سن پہ بیتاب کروں قصہ پسند
کس کا منہ ہے جو بنے آئینہ چہرہ بخت تانہ پیشانی سے مل جائے ترا اُسم سمند
غم چھپانے کی ترسے کچھ ہی ہوا اب تاب نہیں کیا کروں ؟ صبر کہاں تک کروں ؟ تاکے باخند
اس قدر زور سے مت آہوئے شکلیں کو جکڑ دیکھ چشمِ سپید آدہ کس اتنی کمند
ذرہ خاک نشیں ور سے تو اٹھ سکتا نہیں کس طرح چھو سکے ہیبت ترا قصر بلند

دل دارفتہ ہے اہل وہی زلفوں پہ ہنوز
سینکڑوں چنڈوں میں خنپ کر بھی گئی اسکو چنڈ
رات دن عاشق بیدل کی دعا ہے یارب
اُس ہی قدر کو کچھ اس باغ میں پہنچے نہ گزند
دل نہ اُن کیسے شکیں سے چھٹا حافظ
پائے دیوانہ رہے حلقہ زنجیر میں بند

بے دارم کہ گر گل سنبل سائبانِ ارد

مرے بت کے تو گر گل ہے سنبل سائبانِ کھے
بہارِ تازہ رخساروں پر رنگ ارغواں کھے
غبارِ خط نہ دیکھے مہرِ رخ اُس کا کبھی یارب
بہارِ جادواں دکھلائے حسنِ جادواں کھے
نگہ سے اُس کی جاں بچنی ہو صد کل جد ہر کھو
ادھر ہی گھات میں بھیجی ہو تیرا رکاں کھے
خدا را داد کچھ میری بھی ہے اسے سچو مجلس
پئے مے ساتھ اوروں کے وہ مجھ سے سرگراں کھے
نہ رکھ یوں دو چشم زار سے اس قدر لہو کو
کہ نزدیک اپنے تازہ سر کو آبِ رواں کھے
غبارِ خاطر عشاق کیا ادا من جھمک دیکھے
صبا غماز سے کہہ کر کہ بند اپنی زباں کھے
مجھے بھی روزِ ہجران سے اہل مے تو بھی گریبا
کہ خالق تجھ کو روزِ بد سے ایم درماں کھے
اگر فتراک سے باندھے تو یہ ہے نوح کر لہو
فراموشی میں اندیشے میں غفلت صدیاں کھے
دیا تھا دل تو سمجھا تھا کہ پایا گوہرِ مقصد
خبر کیا تھی کہ کیا طوفاں یہ بحرِ بیکراں کھے
نہیں گرتیرے منہ پر گل تو پھول اس پر لے ببل
کہ گل کا کیا بھروسہ لاکھ حسنِ نوجواں کھے
الٰہی کیا بنی آکر کہ جس سلطانِ مہسنی پر
نظر کیجے وہ اُس چو کھٹ پہ سرِ آستان کھے

شکایت کیا، یونہی لکھی تھی حافظ کی بصدِ لکھی
اور اُس عیار کے ہاتھوں جو وہ شیریں ہاں لکھے!

بحسن وخلق و وفا کس بہ یار مانرسد

نہ کوئی صورت و سیرت میں یار کو پہونچا
 دکانیں حسنِ فردشوں نے بھی بجائیں تھیں
 کسی کے نقد کا بازارِ کائنات میں مول
 قسم ہے مدتِ صحبت میں ایک بھی ہدم
 بنائے نقش تو کیا کیا قلم نے صانع کے
 درینِ قافلہ عمر بالا بالا گیا
 خیالِ دل میں نہ لاسدوں کے طعنہ کا
 غبارِ راہِ گزربن، مگر نہ اڑ کے طال
 ہوا ہے سوختہ حافظ مگر نہ حال اس کا
 نہ حق تھیں مرے انکار کار کو پہونچا
 پہ کوئی حسن و صفت میں نہ یار کو پہونچا
 نہ اپنے سکے صاحبِ عیسا کو پہونچا
 نہ یار یک جہت حق شکار کو پہونچا
 مگر نہ نقش کوئی اُس نگار کو پہونچا
 غبار بھی نہ ہمارے دیار کو پہونچا
 نہ رنجِ خاطرِ آیتِ سدا کو پہونچا
 کسی پیادہ واسطے سوار کو پہونچا
 کسی طرح سے شہ کا نگار کو پہونچا

بیا کہ رایتِ منصورِ پادشاہ رسید

وہ آن لشکرِ منصورِ پادشاہ پہونچا
 نقابِ روئے ملفر سے اٹھا دی طالع نے
 طرب میں نہ طبقِ آسمان کہ پایا چاند
 روانِ آں قافلے خوفِ دینِ دانش کے
 عزیزِ مصر کے بجائی حد سے سوختہ ہوں
 صبا سے پوچھ غمِ عشق میں جہنم و طال
 وہ شورِ فتح و ظفرِ تابہ ہر ماہ پہونچا
 کمالِ عدل کو ہر ایک داد خواہ پہونچا
 زمیں بھی قص میں شادال کہ بادشاہ پہونچا
 کہ خوفِ راہ گیا اور خضر راہ پہونچا
 کہ قعرِ چاہ سے نکلا باہرِ ماہ پہونچا
 طفیلِ آتشِ جہراں و برقِ آہ پہونچا

ایسراجر نے پایا جو تیرے شوق میں سوز
کماں ہے صوفی و جال کا ناٹھ دُرو
نہ سو کہ دردِ شب اور صبح دم تملادوت سے
بھڑکتے شعلوں میں اُس کو نہ پرکھا پہونچا
جلے یہ دیکھ کے ہمدنی دین پناہ پہونچا
کہاں یہ حافظ مقبول باہر گاہ پہونچا!

بنفشہ دوش بہ گل گفت خوش نشانے داد

دیا بنفشہ نے گل کو یہ نشان اچھا
دل خزینہ اسرار کی کلید غیب !
شکستہ دار ہوں حاضر کہ ہویاے کرم
سُرک ! معاذ مجھ کر ! اپنا اے نغیوت گو
کہا تریب مجھ جاں لب کے آگے قریب
الہی وہ بھی یہاں ندرست خوش جس کی
خزینہ دل حافظ کا گو ہر اسرار
مروڑ طے کی دیتا ہے ایک جواں اچھا
خدا بھی سوئے اسی کو جوتاں اچھا
طیب سب میں تہا نا جو تیرے لٹاں اچھا
شراب شاہد و ساتی سے کیا نہ یاں اچھا
و دم ہی دیتا ہے عاشق جو یہ جواں اچھا
و داد دوش سے کوئی زار و ناتواں اچھا !
دکھائے اس سے کوئی نقد بھر و کاں اچھا !

برید باد صبا دوشم آگہی آورد

برید باد صبا شب یہ آگہی لایا
اٹھا مصلیٰ دیا سرب صبحی کو
نسیم زلف مری غصہ راؤ شوق دہی
دل آگہی ہو بہشت، اب جاہیں غواں
و مانے دل کی ٹوٹا جب کئی سر پوش
کہ دورِ نعت و غم ز دہر کو تھی لایا
کہ خوش خبر دم بادِ حسد گہی لایا
رفیقِ نخت بھی کیا سہم رہی لایا !
تری تسلی کو جو حور تھی رہی لایا
شکست اس سے ہمیش افسر تھی لایا

گر آئین بچلیاں ناگاہ خرگمہ نہ پر میں دل میں جب وہ رخ ماہِ خرگمی لایا
فلک پہ گاڑ دیا جھنڈا فتح کا حافظہ جب التجا پر جنابِ شہبِ نشی لایا

بہ کوئے میکہ یار ب سحرِ شہِ بود

الہی میکہ سے میں رات کوٹھنسلہ تھا کہ شورِ شاہد و ساقی و شمع و مشعلہ تھا
زبانِ عشق میں بے نقطِ حرف بھی فریاد فانِ چنگِ دفنے سے ایک غنفلہ تھا
دو ٹخیں منطقی بزمِ جنوں میں تھیں برپا نہ مدرسہ میں بھی و قیل و قالِ مسئلہ تھا
چراغِ حانی پر تھا ہمارا بھی اخترِ طالع کہ اُس کے ماہِ رخ و نہر میں شبنمِ بلہ تھا
غنائیوں سے تھما ساقی کی چوڑیوں کیل بگڑا تھا بخت کوئی تو بس یہ ایک گلہ تھا
کہ بوسہ مانگا لبِ یار کا تو نہیں کے کہا ہمارے آپ کے باہم یہ کب معاملہ تھا؟
دیئے ہوئے نہ تھی دنیا لہِ شہمِ جا دوست ہزار سامری فنِ ساحرِ دل کا فافلہ تھا
وہاں یار کہ دربانِ دردِ حیا فطہا غضبِ کا وقتِ مروت پہ رنگِ صلہ تھا

لوئے خوش تو ہر کہ زبا و صبا شنید

پیکِ صبا سے جب کوئی خوش کن ہو اُسی یارِ آشنا سے خوش خبرِ آشنا سنی
اے شاہِ حُسن آنکھ سے دکھلا فقیر کو سُننے کو تو حکایتِ شاہِ و گدا سنی
مہوئے مشکباده ہوں ایک دمِ پوش سے بوسے ریا وہ سو گئی تھی کجبتِ ناسنی
جواباتِ جی میں عارفِ کامل چھپائے تھا حیرت ہے میغوشِ کہاں گونے جا سنی!
یارِ عطا ہو محرمِ راز ایک دُجسِ دل کھل کر بیان کر سکے کیا دیکھی کیا سنی

ہرگز نہ تھی سزا وہ دل حق گزار کے
اسا قیام کہ گنبد گردوں میں گونج ہے
اپنے ہی غمگار سے جو ناسرائی
جس نے یہاں سنائی وہی برلائی
پتیا نہیں ہوں آج سے خرقہ کی لڑیں
کچھ آج سے نہیں ہوں فیضانِ ملک چنگ
وہ خوش نصیب جس نے بسع رضاائی
اس سے غرض نہیں سخی اُس نے یاسنی
حافظ دعا ہے کام تیرا اور کچھ نہیں

بوسے شک ختن از باد صبا می آید

بانتی شک ختن سے جو صبا آتی ہے
نہیں خوشبوئیں، بھرے قافلہ شک ختن
جو پھر سینہ سپر پہلے الٹ آنکھ تو دیکھ
سہم ابرو سے بھی پیوستہ مرا جاتا ہوں
کیونکہ یہ اشک کی کدال میں پسلنا میرا
تھے سے پرہیز کی اب ٹھیرے نہ حافظ کہ بہار
بوتری اُس میں الگ سب جہا آتی ہے
خود نسیم سحر از ملک خطا آتی ہے
تیرے ہوئے سرور سے قضا آتی ہے
شاو باو ہے کہ بر تخت سب آتی ہے
مردم چشم نہ دیکھیں کہ جیسا آتی ہے
پھر وہی میش کے سامان سجا آتی ہے

بر سر بازار جاں باز اس شادی شہنویں

یہ سر بازار جاں باز اس شادی تو سنو
چند دن سے ہو گئی ہے دختِ زیاروں گم
لعل چڑا بر میں، سر پر پہلوں کا نیم تاج
لوسنوائے ساکنان کوئی شادی تو سنو
بہر گئی رستے سے لے کر جلد حاضر ہو سنو
غفل و دانش کی آواز چوڑا میں اس سو سنو

کھائے حلوادہ جسے پائے وہ کراوی ایلوا منہ لگایا جس نے وہ جائے جہنم کو مسنوا
دختر شب گرد تیز تلخ انگارہ سی ہے ہاتھ آجائے تو حافطہ کے حوائے دوسنوا

بازم مہ رخسار کے در نظر آمد

پھر آج وہی چاند سا گھڑا نظر آیا پھر شہنشاہ پر اپنا دل ہی جوش کر آیا
پھر ہو گیا سو دا زدہ دل اپنا ہوا ہر کار سے ہر بار سے پڑ جھاڑ کر آیا
یہ طرفہ کہ آج اُس کی جو دیکھا تیرے رخسار کل سے بھی نگاہوں میں بسا خوبرو آیا
ایک بار ہی دیکھا تھا خم ابرو کو کش صد تیر بلا کرتے ہی بس ایک نظر آیا
حافظ طلب وصل میں جیتا رہا مدت بیچارہ غم بھر سے آخر نہ سر آیا

بیلے خون جگر کر دو گئے حاصل کرد

خون دل کر کے جو بیل کو گل ایک حاصل تھا کیا ہی یہ آلام کی یورش سے پریشاں دل تھا
چھپا کرتا تھا کیا ذوق شکر میں طوطی لعل ایک آنکھ لگتا چھپا سب باطل تھا
خونِ العین مرے میوہ دل، یاد رہے تم مجھے مجھ پہ پڑا بار جو صد مشکل تھا
سارباں درج گراں گر پڑا ناقے کو تنہا تیری خوش خوشی پر ہم نے یہ کیا محمل تھا
حیف اسے ہر دم تم دونوں کی چمک سبب چاند کی آج برس کچھ گندیل تھا
منہ پہ خاک اور مژدہ پر غم نہ ہوں کیوں بدست قصہ فیروزہ افلاک بلا کگل تھا

شاہ رخ چل کے نہ دی مات کیا کیا حافظ؟
کس قدر بازی ایام سے تو غافل تھا!

پیرانہ سرم عشق جوانے بسر افاد

پیری میں دل ایک تازہ جواں یار پر کیا
دل دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے ہوا تھا
اُس آہوئے تسکین یہ چشم کے ہاتھوں
بار اُس کے غم عشق کا جس دل پر کیا پیش
ایک مشت غبار کوئے جاناں سے کیتے
کس گھر تھی ملی دخترِ رزہ پر پنہاں خود
ترگاں نے جہاں تیغ جما گھر سنبھالی
خوں اپنا کرے سنگ یہ یعل نہ ہو گا
اس وارِ مکافات میں اکثر یہی دیکھا
ڈنڑا پر رہے حافظ کے پرزاد ہی لیکن
پھر دل کا وہی ذراغ پُرانا آج بھر آیا
بتلائیں وہ کس دام میں؟ کس گم پر آیا؟
بہرہ بہرہ کے بہت دل کا لہوتا جگر آیا
کانوں پر رکھے ہاتھ وہ بوجھ اپنے سر آیا
جوانا فہرے ہاتھ نسیم سحر آیا
بُپا کے ہشتی جو لڑھا عشق ہی کرا آیا
پشتے ہی گئے کشتوں کے ایک ایک پر آیا
بدلانہ کبھی اصل سے جو بد گھر آیا
اُلجھا جو بلا نوش ٹے مانگوں میں سر آیا
ہاتھ اب کے جو آیا ہر غضب طرفہ تر آیا

پیش ازینت پیش ازین غمخواری عشاق بود

پیش ازین کچھ پیش ازین غمخواری عشاق تھی
یاد ہیں دھجھیں راتوں کی اُن لہروں سے جب
حُسنِ کمر دیاں مجلسِ تماہدوئے دینِ دل
از دم صبح ازل تا آخرِ شام ابد
تصفِ سہر و طاقِ ینا تھے کہاں جب آنکھ یہ
دوستی ہم سے تمہاری شمرہ آفاق تھی
چھتر چھتر اُلفت کی شعلِ حلقہ عشاق تھی؟
وجہ اُلفتِ مطع و نحوہ بی اخلاق تھی
ہر میں تم میں دوستی کا عند اور شاق تھی
غزفہ روشن تھی اور ابروئے جاناں طاق تھی

پرتو مشوق عاشق پر پڑا تو کیا ہوا
ہو گئی سبج ٹھنڈی مجھ سے زاہد کریمان
ہم ندیدے تھے تو اس کی بھی نظر ساق تھی
ہاتھ میرے ساعد ساقی سیہیں ساق تھی
دعوتِ شہ میں مزے کی کہ گیا کل بے نوا
خوان ہریک پر کر تھی سدا رزاق تھی
بیتِ حافظہ آدم میں بھی اندر غلہ کے
رونقِ لہریں دگل تھی زینتِ ادراق تھی

”نازمیخانہ و سے نام و نشان اہر بود“

سے و میخانہ کا جب تک کہ نشان باقی ہے
حلقہٴ پیرمناں کان میں ڈالے زازل
سر میں سوداے در پیرمناں باقی ہے
تا ابد اپنی یہی صورت و نشان باقی ہے
سربہ بالینِ کُدر کھٹے یہ چشمِ پرشوق
میر سی تربت پہ کبھی آن کے منت مانو
تادمِ سبج قیامت نگہاں باقی ہے
ایک ز پارت کہ زمان جہاں باقی ہے
بدن کہ زندوں کو لئے دستِ ہمایں جتک
جا بھی اسے زاہد خود ہیں کہ ان نگہوں ہنوز
شاید انجام ہو اچھا یہ گماں باقی ہے
راز جیسا تھا بدستور نہاں باقی ہے
راز میں پر ترے تلوے کا نشان باقی ہے
جس میں پر ترے تلوے کا نشان باقی ہے
خونِ دل اور کوئی ہونا رواں باقی ہے
زلفِ مشوق بدستِ دگر باقی ہے
بن گئی سجدہ کہ اہلِ نظر سرون کو
پھر مرا شرکِ جفا پیشہ چلا باہر مست
نخستِ حافظ کی ہو کوتاہی میں کچھ طول ہنوز

ترسم کہ آشکِ در غم با پردہ در شود

ڈرتا ہوں شکِ غم کا کیسِ پڑہ در نہ ہو
پتھر بھی محلِ تو ماہِ کتے ہیں صبرے
اس رازِ سزمہ کی گھر گھر خبر نہ ہو
ہو تا ہی پر نہ ہو جو جب تک جگر نہ ہو

چلے یہاں سے یکدم گریاؤں داد خواہ
 دل صبر کر سکتا نہ ہو۔ آخرش کبھی
 غم تجھ کو ہو کسی دن اگر اتفاق سے
 اے مردمان دیدہ نہ روز نام آج سے
 دل عرض دعا مرا کر دیجو یار سے
 یہ سرکشی بھلا ترے سرو بلند میں !
 عشق اس کا دل میں بیٹھا ہو تو داغ میں
 حیرت زدہ ہوں دیکھ کے سخت قریب کی
 جڑ جن اور صفت نہیں کچھ تو آدمی
 جس تھیر سلطنت کے تو ماتھے کا چاند ہو
 ہرمت میں نے چھوڑے ہیں تیرے دل
 دل کی میاں عشق نے کندن بنا دیا
 حافظ تو سہرا کائے گلاباوس کے لئے

غم سے فراغ دل کو کسی اور گھر نہ ہو
 یہ شام کیانہ صبح ہو یا شب سحر نہ ہو
 جاگت کر کہہ دے مبادا بتر نہ ہو
 پائے خیال یار کا آئینہ تر نہ ہو
 پیروں کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو
 یونہی تو دوست کو تہ رسا آکر نہ ہو
 گھٹی میں ہو جو تادم آخر بدر نہ ہو
 یارب کوئی کمی نہ گدا مہتر نہ ہو
 مقبول طبع مردم صاحب نظر نہ ہو
 ہے کس کا سرو ہاں جو کھیاں نہ ہو
 حیرت گرا یک بھی نہ گئے، کارگر نہ ہو
 وہ مہر کی نظر ہو تو کیوں خاک نہ ہو
 پر کیا کرے جو قبر پر تیسرا گد نہ ہو

ترک من چوں جہشکیں گرد کا کل شکند

ترک ہوش جہشکیں گرد کا کل توڑے
 سر و گلزار آن نکلے گرنہاں باغ میں
 ابرو سے جاناں ہو گرا و بھل تو دیدہ بار بار
 چاک ہونا پردہ گل کا نسیم صبح سے

لالہ کا دل چوں کرے بار بار شہل توڑے
 سر کو نیچا دکھاوے خاطر گل توڑے
 رات دن ہر سا کرے نے ہی کا پل توڑے
 غار حیرت در و دل مجروح بلبل توڑے

سیر وحدت ہاتھ سے جانے نہ پائے حافظاً زعم قلوبے کو ترا اُس پر توکل تو روٹے

تُرکِ مہِ پیکرِ من ہیں کہ چہاں می گردو

تُرکِ ہوشِ مرا چپ چپ کے کہاں جاتا
یار جاتا ہو بلا شک و گمان تُرکِ رقیب
اس کماں خانہ ابرو سے جو ترکشِ چشم
جو بھی آتا ہو مرے پاس مجھے دیکھا ہے
تبرِ حافظِ کبھی گردِ رے جو وہ یارِ قدیم
وہ تو خورشید پس ابر نہاں جاتا ہے
نام لینے نہیں دیتا کہ فلاں جاتا ہے
سُکرے تیر تو چمنِ جوشن جاں جاتا ہے
پاس سے اٹھ کے مرے اشکِ فشاں جاتا ہے
چنچ نکلتے کہ ٹھہر یارِ کساں جاتا ہے؟

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جاں اردو

جاں کو بغیرِ جاناں میلِ جاں نہیں ہے
اُس دلتاں کو جتنا ڈھونڈھا نشان نہ پایا
جس رہیں ہم ہیں شبنمِ صد موجِ آتشیں ہے
منزل ہے بس قناعت ہو جاہیں فروکش
چنگِ خمیدہ قامت کی پنہایشِ عشرت
ہو شمعِ انجمن بھی دشمن تو راز رکھنا
کچھ لطفِ ہاں نہیں ہے بے دوستِ زندگی میں
استاد جس کو مانا دیکھا تو فی المحیقت
اے دل طریقِ زندگی تو سیکھ غلب سے
جاں نہیں ہے جس کا جانو کہ جاں نہیں ہے
ہم بے خبر ہیں یا کچھ اُس کا نشان نہیں ہے
ہے یہ بھی ایک سوجا جس کا بیاں نہیں ہے
اِس رہ کا خدو پایاں کا سا بیاں نہیں ہے
سن جو قولِ پیراں چنناں زیاں نہیں ہے
شوخیِ بریدہ سر کے بند زباں نہیں ہے
بے دوستِ زندگی میں کچھ لطفِ ہاں نہیں ہے
صنعتِ گری ہے لیکن طبعِ رواں نہیں ہے
پتیا ہے وہ بھی لیکن اُس پرگماں نہیں ہے

حافظ سا کوئی بندہ ہو گا نہ اس جہاں میں آقا بھی کوئی تجھ سا شاہا یہاں نہیں ہے

جہاں برابر دے عید از ہلال و سہ شید

ہے دسمہ ابروئے عالم پہ ایک ہلال عید
ہلال وار خیمہ رہ ہوا میں دیکھتے ہی
ادھر تو آ میں کہوں تجھ سے اپنا قصہ غم
کہاں ہیں چنگ رباب و بنید گل ناسخ
گزر ہوا تری نگہت کا کیا چین میں جو کی
وہ چہرہ چاند ساز نفوں میں جب نظر آیا
بھرا جو آیا تھا ز نفوں پہ ابر۔ اب دیکھو
بہائے وصل ہو جہاں بھی تو گر کے لے لیجے
رکھ اس کی آبرو! یہ تنہا تجھ سے دور بہت
لبوں پہ آیا ہے دم کام پر نہیں بنتا
اسی اداسے ہنساکے زمین پہ صبح۔ تو چرخ
نظر سے بچ کے نہ حظ آرسی کے لئے نہ کھول
کلے میں عجب حافظاے محل لب کے لئے

میں اس سے بڑھ کے دوا ہوئے باز قابل دید
کہاں ابروئے جاناں کی زیر و سہ شید
ترے علاوہ نہیں ہے کسی سے گفت شنید
نہیں گول میں لٹھڑا کر ہے مفت بیٹی پلید
گلوں نے چاک گر یہاں صبح کی تعلید
اندھیری رات بنی میری رنک صبح سپید
ہے صرف قہقہہ کیا کیا کہ برق رخ ہو پدید
پند آتے ہی یقینا ہے قدروان خرید
پہر ہے لٹکا گلیوں میں زیر کرب شید
طلب وہی ہے اگرچہ رہی صفر امید
ہے انقلاب جہاں کی فضول سی مزید
وزان کشادگی آیت ہے رخ پہ خط کی رسید
یہ اور ڈال لے کانوں میں چند مردارید

جہالت آفتاب ہر نظر باد!

یہ چہرہ سب کا خورشید نظر ہو! تو ہر خوبی میں سب سے خوب تر ہو!

ہمارے شہسپہر شاہیں کے دایم
سیرشاہان عالم زیر پر ہو
ہو تیر انداز جب وہ گوشہ چشم
دل مجروح ہی بڑھ کر سپر ہو
جو دل بستہ نہ ہواں گیروں سے
جس کے خوں میں بارب تر بتر ہو
مے وہ بوسہ محل شکر میں کا
کہ جس سے کام جاں تک پر شکر ہو
مجھے ہر دم نئی تجھ سے لگن ہے
ہڈام ایک تجھ میں بھی جن دگر ہو
بہاں مشتاق ہے یہ تیرا حافظ
تجھے بھی اپنے شایق پر نظر ہو!

چورویت مہر و متا باں نہ باشد

جہیں سے مہر و متا باں نہ نکلتے
تو قد سے سرور بہاں نہ نکلتے
لبِ محل اور درِ دماں سے روشن
دور دریا و میل کاں نہ نکلتے
میان خطا سب و میل نوشیں
عجب گر چشمہ حیواں نہ نکلتے
وہ کافر زلف و دیرِ مصحف رنج
کہ گردل چریبے ایماں نہ نکلتے
کسی تن کو نہیں اُس تن سے نسبت
کجا تن بلکہ اُس ہی جاں نہ نکلتے
تھے شیریں شہر حافظ پھر بھی شیریں
زبل خسرو خواں نہ نکلتے

چو بادِ عزم سر کو بے یار خواہم کرد

ہوا ہی بن کے گورتا بہ یار کر لیں گے
شیم دوست سے دم نکبار کر لیں گے
جو علم و دین کے اعزاز دینے چاہیں
نثارِ نقش قدم نگار کر لیں گے
صبا کہاں ہو کہ ہم خوں گرفتہ گل کی طرح
یہ جاں فدا کے بونے زلف یار کر لیں گے

خواب ہوں گے کسی یاد چشم میں پھر کے
بنائے عہد قدیم استوار کر لیں گے
نفسوں بے مے و مشوق عمر جاتی ہے
نکلتے رہ چکے اب کوئی کار کر لیں گے
ہر ہر پار ہوا صبح شمع سے روشن
کہ عمر طے تو یہی کار و بار کر لیں گے
نفاق و مکر سے حافظ صفاد معلوم
طریق زندگی و عشق اختیار کر لیں گے

چہ مستی ست ندانم کہ رو بہا آورد

عجیب نشہ ہے یارب کہ ایک بلا لایا
یہ ساقی کون تھا ہے نے کیا اٹھا لایا؟
علامہ ضعف تھا تیرا کہ مشبہ ساقی
دل آکھ کھول اے طیب آیا اور دوا لایا
مرید پر مغال ہوں۔ بڑا نہ مانیو شیخ!
کہ تونے وعدہ کیا اور وہ بجا لایا
بغل میں تو بھی صراحی دبا کے صحرا چل
ترا نہ خوب ہے مرغ غزل سدا لایا
جہاں کو آئندہ سرین و گل مبارک ہو
بنفشہ مژدہ انگوں نیک مویا لایا
صبا نہیں ہے یہ ایک ہر پہیلیاں ہے
یہ کیا الاپ دیا مطرب تمام شناس
عجب ہے ترک پہدار تیرے جو صلیے برا
فلک کرے کاغذی تری بدل حافظ
یہ فوج مجھ سے بچے حال پر چڑھا لایا؟
اگر تو اُس در دولت پہ التجا لایا

چو دست بر سر زلفش زخم تباب رود

بڑھاؤں زلف پہ گرا تھ پہنچ دباب کرے
نانا چاہوں تو برہم ہو بر عتاب کرے
ہال کی طرح خیرہ کر دے نظروں کو
جھلک دکھائے کبھی کبھی پس تباب کرے

نہ سوئے رات کو پی کر نہ سونے لئے دن کو
 پکارا "عہد کن کہہ کے مجھ کو ڈراس سے
 یہ راہ عشق پر آشوب فتنہ ہو اسے دل
 سر حجاب میں باد غور بھرتے ہی
 گد امی در جاناں نہ تخت تاج کو دے
 ہو ضعیف تو دے ناز و ناز کی کو جواب
 سفید پر کے سیاہ بال پھر نہیں ہوں گے
 تو آپ پردہ ہو خود پنج میں سے اٹھ حافظ
 سناؤں اپنی کہانی تو قصہ خواب کرے
 خدا نہ خشر میں تجھ سے یہی خطاب کرے
 ضرور لڑائی کھائے جو کچھ کتاب کرے
 کلاہ سسر پہ پٹے لقمہ موج آب کرے
 نہ چھاؤں چھوڑ کے سزیر آفتاب کرے
 بجابے اگر کوئی خرسے یہ تا شباب کرے
 ہزار موچنے سے نوچے یا خضاب کرے
 خوشا نصیب بستر توں جو بے حجاب کرے

حسبِ حالے نوشیم و شد آیا می چند

خط بھی ہم نے نہ لکھا اس کو ان پیام کوئی
 بجز کہ تا مقصد عالی ہے ہو پنجا دشوار
 مے گئی خم سے بہوچوں میں کھلی گل کی نقاب
 ہاں گدایاں خرابات اخدا منعم ہے
 زہرا کو چہ زنداں سے گزیر کے ساتھ
 پیر پرخانہ کی تلقین ہے بلا نوشوں کو
 اپنے دل کا سنیں مجھ کو گل وقت علاج
 ہوں ہنر بھی تو بیاں عریبے سب کر کے چلا
 پھونک حافظ کو گئی تاب رُب مہر فرد
 نامہ بر بھی نہ جڑا بھیجے پیغام کوئی
 لطف عام آپ کا ہی بڑے کے رکھے کام کوئی
 ہے یہی وقت چڑھالے جو دو ایک جام کوئی
 وہی دیگا، یہ نہیں دینے کے انعام کوئی
 دے ضرر تجھ کو نہ یہ صحبت بدنام کوئی
 نہ سنے درد دل نہ ستہ کو خام کوئی
 یاں تو حل بوسوں میں ہو کر ملے شام کوئی
 مانے گریح سے ہڑا مانے دل عام کوئی
 کا مکارا نظر ایک ہوتا ہو ناکام کوئی!

حسین تو ہمیشہ در فزوں باد!

حسین اور بڑے سدا فزوں ہوا	رُخ بارہ بینے لالہ گوں ہوا
یارب یہ ہوائے عشق سحر میں	ہر روز زیادہ ہوا فزوں ہو
قد سے قد و لبس ان عالم	دایم ترے آگے سسرنگوں ہو
جو سحر دین میں سسر اٹھائے	قد تیرا الفت وہ شکل زوں ہو
جو آنکھ نہ ہو خواب تیری	ہر قطرہ آنکھ اس کا غوں ہو
جس دل میں نہیں ہو تیرا سودا	بے صبر و قرار بیسکوں ہو
جو تیرے فراق میں نہ بیتاب	عشاق کے زبر سے برون ہو
وہ نعل لب آہ جان حافط	دور آن ہر ایک خیسوں ہو

خسرواگو کے فلکِ رخم چو گکانِ تو باد

خسرواگو کی ترے چو گکان میں رہے	وسعت کون و مکان عرصہ میدان میں رہے
فتح اطراف کیا تبخے میں آفاق کیسا	شہرہ اوصاف کا ناصر راہِ دریاں میں رہے
زلزلہ خاتونِ ظفر شیفہ پرچم کی مدام	چشمِ فتح ابد عاشق ہو کہ جواں میں رہے
دایم انساے عطارِ دتیمی توصیف میں صرف	عقل کل کھٹے پر دفتر ترے دیواں میں رہے
ہو جمل جلوہ طوبیٰ ترے قدر کے آگے	خلہ رشک و حمد زینتِ ایواں میں رہے

حافظِ خستہ ثنا خواں ہے خلوصِ دل سے

لطفِ نام اپنے ثنا خواں کے بھی رماں میں ہے

خوش است خلوت اگر یار من باشد

مزا ہے ملنے کا دوست جانِ تن بن جائے
نہ یہ کہ ہم جلیں وہ شمع اکھن بن جائے
ہمارا کو کیسے ہے لائق کہ سایہ افکن ہو
جہاں کہ طوطی پہ فایق ہر ایک بن جائے
ہم اُس نگینِ سیماں کو مفت بھی تو دے لیں
گہ جو حلقہ انگشت اہر من بن جائے
حرمِ عشق میں گردِ کچھ پاؤں میں کہ حر لیں
جو عمر میں میں، میں محروم بچہ بہ بن جائے
ہے یاد کو چہ جاں کی دل کو جیسے غریب
وطن میں دل ہو گا آوارہ ز من بن جائے
ہیاں شوق کی حاجت نہیں کہ آتشِ دل
الگ شناخت ہو پُر سوزِ حبِ سخن بن جائے
جو زہرِ باں بھی ہو حافظِ بسانِ بن باغ
کھلے نہ آگے ترے، مہرِ بروہن بن جائے

خوش آمد گل! وراں خوشتر نہ باشد

خوشا گل! اس سے کچھ خوشتر نہیں ہے
کہ ہاتھوں میں بجزِ ساغر نہیں ہے
زمانہ عیش کا مت چھوڑ! مت چھوڑ!
کہ دایم درِ صدف گوہر نہیں ہے
نعیمتِ جان! بے پی گلستاں میں
کہ گلِ تہافتہ دیگر نہیں ہے
جو آئے شیخِ خرم خانے ہمارے
پئے وہ نے کہ در کوثر نہیں ہے
کتاہیں چھونک! ہو ہمدردس میرا
کہ علمِ عشق درِ دفتر نہیں ہے
مرے ہمراہ پی! مرا اُس حسیں پر
جسے کچھ حاجتِ زیور نہیں ہے
شرابِ پُر خمار ایک پاؤں یارب
وہ جس میں کوئی دردِ سر نہیں ہے
غیبِ دستورِ ملکِ عشق دیکھا
وہ مہرِ فسر ہے جس کے سر نہیں ہے

کلاہ عالم آراءے شہی بھی کچھ اس افسر سے زیبا تر نہیں ہے
 وہ سیں تن مرا نام خدا بت کہ دربت خانہ آذر نہیں ہے
 بدل چوں بندے سلطان ادیس او اُسے یہ یاد بھی چاکر نہیں ہے
 خطادہ نظم حافط میں بتائے لطافت جس میں ذرہ بھر نہیں ہے

خشتِ گماں را چو طلب باشد وقت بود

آہ ناداروں کی چاہت خفیت ہی نہیں ان غریبوں پہ جفا شریعت ہی نہیں
 ہم نے جانا نہ کبھی تجھ کو ہوا جو پسند جو تو ملک اربابِ فتوت ہی نہیں
 جادو کے چشم نہ چلتے رہیں جب تک میسم نور دے سکتی کوئی شعِ نوادت ہی نہیں
 پھوٹے وہ آنکھ نہ جو عشق میں درد کے سپید بھٹ پڑے دل بھی چسپینِ محبت ہی نہیں
 آئینہ دل نہیں تازہ نگ ہوسے محل کر آنکھ سے رونق رخسار و حکمت ہی نہیں
 گر نہیں غل و وضو کبہ نبوت خانہ ہیں ایک خیر کیا پائگی جس عمر میں کہ عصمت ہی نہیں
 المدد پیر مناں! شیخ علیہ الرحمہ کہ گئے خالقہ والوں میں تو ہمت ہی نہیں
 سایہ بال ہمارے طلبِ ہمیشہ بجا شہیدِ ذراغ و زغن میں یہ سعادت ہی نہیں
 بے خبر ہونے کو ہوں اب تو خبر سے میری تاکجا غدرِ خبر گیری کی فرصت ہی نہیں
 سیکھ حافطِ ادب و علم پڑے لوگوں میں مردِ بے علم و ادب قابلِ صحبت ہی نہیں

خوشا کے کہ مدام از پے نظر نرو

وہ خوش رہے کہ جدھر گئی نظر لگے کیس گئے بھی تو بے علم و بے خبر لگے

کنارا ہی لب شیریں سے یارِ دادولی ہو
سیاہی آنکھ کی دھو ڈال کر یہ شبِ نو
یہ قمر کی نظر ایک مجھ سے مست پر واعظ
نہیں ہو مجھ سارے قلب، اس طال میں کب
ہنو زول ہے وہی ہرزہ گو و ہر جانی
گدا کو دیکھو! اور اُس بھرتاز کو جس کی
ہزار لطف و کرم کار با ہو کچھ عالم
پلاوے پہلے تو حافظ کو ہی اگر جانے

گس کی طرح جہاں دیکھ لی شکر نہ گئے
وہ نقش خیال کبھی چھوڑ کر نظر نہ گئے
دو ایک بوند میں بھر شمع کے گہر نہ گئے
بسانِ شمع دھوئیں ل کے تابہر نہ گئے
یہ دن تو دیکھ لیا کر کے سب ہنر نہ گئے
لکڑ کو ہاتھ بجز ایک کفنِ در نہ گئے
دفائے عہد کے تجھ سے خیال پر نہ گئے
کھلی جو بزم میں بیٹھے ادھر ادھر نہ گئے

دلبر برفت و دشتِ گال را خبر نہ کرو

دل بے چلا تو دشتِ گال کو خبر نہ کی
طالع نے مجھ کو راہِ محبت بھلائی یا
ایک شمع نظر تھا میں جاں تجھ پہ اُنے
نرم اور کیسے کیسے؟ بارانِ گریہ نے
جس نے وہ گل دیکھی مری آنکھ چوم لی
کس نے رقیب کو تراہدم بنایا

یا دھریٹ شہر و رفیقِ سفر نہ کی
اُس نے بٹا ہر حقیقت گرد نہ کی
تو نے ہی یہاں خرامِ نسیمِ سخن نہ کی
تاخیر رنگِ ل میں ترے بوند بھر نہ کی
میں نے جو انتخاب کی کچھ بے نظر نہ کی
کوڑی کبھی کسی نے قرینِ گہر نہ کی

ہلک زباں ہمدیدہ حافظ نے بزم میں
افشائے رائے دوست تو اقطعِ سر نہ کی

دل از من بردور و از من نہاں کر د

ہر ادا دل سے بھی سے نہاں نہاں کر! نہ اندیشہ تو میری جاں کر!
 ہوا دل نوح ہر نگ لالہ ز گس نہ آنکھیں پھیر کر یوں سرگراں کر!
 چلی جاں ہجر میں وقت مدد ہے صبا کچھ چارہ رکھتی ہو تو ہاں کر!
 یہ دل بریاں ہے شمع بزم سوزاں صراحی تو بھی رو بہ ربط فغاں کر!
 میں اُس کے خیال کے بھی لطف بید شب تنہائی کر تو قصد جاں کر!
 بھلا کس منہ سے کہتے دوستوں سے کہا کیا اور گیا کیا جان جاں کر!
 نہ کی ہو گی وہ حافظ سے عدو نے گیا جو چال یار ابرو کہاں کر!

دلا بوز کہ سوز تو کار ہا بکنہ

رہے جو سوز میں دل! سوز دل نہ کیا کر دے دعائے صبح بھی ایک دفع صد ہلا کر دے
 نقاب یار کھسوٹے جو دالسا نہ تو وہ ہر یک کر شدہ ملا فی صد جفا کر دے
 فلک سے تاہر ملک بے حجاب سیر کر دے جو دل سے خدمت جام جہاں نما کر دے
 طیب گر چہ ہو عیسے نفس شفیق دے نہ دیکھے دروہی تجھ میں تو کیا دوا کر دے
 خدا پہ چھوڑ کے کاموں کو شاد رہ بندے نہ مہربان ہو دشمن کرم خد کر دے
 علیل خستہ نصیبی سے ہوں کوئی بیدار اٹھا کے ہاتھ پیر پھیلے کچھ دعا کر دے

ہوا ہوں ختم حافظ کہاں ہے کہت یار
 ذرا ادھر کو بھی رخ اُس کا اس صبا کر دے!

دست در حلقہ آں زلف دو تانہاں کرد

چھو سکے ہاتھ خم زلف دو تانہ کیونکر ہو؟
 حق کو شش کو بجالائے طلب میں تیری
 دامن دوست لگا ہاتھ بھٹکے جگر
 ماہ تاباں رخ جاناں سا مثلاً ابھی نہیں
 عقل و حکمت کے نہیں صلے کی شکل عشق
 رُخ جاناں نظر پاک سے ہی مکے کیس
 سر دہلائے بلند اپنا ہو جب گرم سماع
 تو ہو محبوب جہاں گڑ گئے غیرت ہیں
 چپ ہوں مطلب تیری طبع عیون ناب
 بحر ابرو نہیں محراب نازائے حافظ

تیری قسموں پہ یقیں باد صبا کیونکر ہو؟
 یہ مگر کہنے کے تفسیر قضا کیونکر ہو
 غیر کی چرب زبانی سے رہا کیونکر ہو
 دوست کی شکل ہر ایک بے سر پا کیونکر ہو
 تجھ سے حل نہ تھے یہ اے فکر خطا کیونکر ہو
 سیر آئینہ نہ جب تک ہو صفا کیونکر ہو
 رہ سکے جائزہ تن جاں پہ تبا کیونکر ہو
 جھگڑا دن رات کا با خلق خدا کیونکر ہو
 ہو جو اس درجہ تو چپ بھی ادا کیونکر ہو
 طاعت غیر مرے دیں میں رو کیا کیونکر ہو؟

دیدمی اے دل کہ غم یار دگر بار چہ کرد

دیکھا اے دل کہ غم یار نے پھر وار کیا؟
 پائے اس نرگس جاؤ نے بھی کیا چال چلی؟
 شفقتی رنگ ہیں آنسو تری بے نہری سے
 صبح ایک محل لیے اسے گری کوئد کے برق
 سا قیا سا غم نے دے نہیں معلوم رسم

دل بڑی کر کے یہ کیا حال وفا دار کیا؟
 دے کیا مست نے ہا مردم ہشیا ر کیا؟
 طالع بے شفقت نے بھی عجب کار کیا
 سوختہ خرمین مجنون دل انگار کیا
 قلم غیب نے کیا کیا پس دیوار کیا

جس کی تحریر ہے یہ دائرہ میسنائی
کیا ظلم اس نے دم گردش پر کار کیا!
برق غم آتش دل بھونک گئے حافظ کو
یار دیرینہ نے کیا یار سے اسے یار کیا!

دانی کہ عود و چنگ چہ تقریری کنند

سمجھ بھی عود و چنگ تو تقریر کرتے ہیں
بدنام عشق کرتے ہیں عشاق کو ذلیل
جو قلب تیرہ کچھ نہیں حاصل کر یہ زعم
نکٹہ نہ رزم عشق نہ منہ سے نکالے
بڑے ضعیف پر مغال کوتاہی ہیں
بیرون درغیاں کرتے ہیں سیکڑوں
صد ملک دل کا بول ہوا جی نگاہ ایک
کوشش پھر بھٹکتے ہیں وقت و دل دست
فی الجملہ اعتبار ثبات جہاں نہیں
بے پنی کہ شیخ حافظ و مشتق و محاسب
باد چھپا کے پیچھے تکفیر کرتے ہیں
بدگوئی جواں تہک پر کرتے ہیں
تیار کوئی دم میں لب اکیر کرتے ہیں
آئے نہ جو سمجھ میں وہ تقریر کرتے ہیں
مرد خدا تو سپہر کی تقریر کرتے ہیں
کیا ہوگی وہ جو پڑے میں تقریر کرتے ہیں
مشتوق اس میں آپ ہی تفصیر کرتے ہیں
کچھ ہیں کہ وہ حوالہ تقدیر کرتے ہیں
دن رات کارخانے میں تعمیر کرتے ہیں
سب غور کر کے دیکھ لے تیزویر کرتے ہیں

در نظر بازی ما دیدہ و راں حیرانند

دیدہ بازی پہ مری مور کھو کیا حیرانی؟
عقل منہ عقل سے ہوں نقطہ پر کار وجود
پائیں آئینہ میں جب اہل نظر حیرانی
عشق کی آنکھ سے توپے انہیں سرگردانی
چرخ رخسارہ خورشید کہ کیا تماش

جلوے کی نظر آنکھیں ہی نہیں ہیں تنہا
چاہتے یکے لیں اُس چشم یہ سے اُس کی
گو ہرستی نے نہت کہ ارواح میں یار
دعویٰ عشق و گلہ یار کا، یہ بھی کیا خوب !
منطقی یہ، مے و مطرب کی تمنا یہ کچھ
میرے اندیشوں نے دافن ہو نہیں کتھے اب
زندگی حافط کی عجب کیا ہے نہ سمجھے زاہد
مہر دمہ بھی ہیں کے آرسیاں رخساری
کس نے ہشیاری دستی یہ ہم کر جانی
عقل و جاں کی تری نکہت پہ پنجاورمانی !
عشق باز ایسے خدا ہجر کے ہوں زندانی
دے کوئی خرقہ پوشیں کو نہ کوڑی کافی !
منجھے خرقہ صوفی کو بہاں آسانی
پاس شیطاں کو پھٹکنے نہ دے قرآن غانی

دوش وقت سحر از غصہ نہ خاتم دادند

دل گئی غم سے سحر دل کو نجات آخر کار
غش ہوا ذات کے پر تو کی چکا چونکہ دل
کیا مبارک تھی سحر کیا ہی ہائوں شب قدر
کامیابی و خوشی پر مری چہر ت کیا ہے
آج سے دل ہے یہ اور آئینہ حسن نگار
دل کو حالت نے اسی روز یہ دیدی تھی اندر
ریز ش قدر و فکر سب سخن میں ہو وصلہ
کیا ہی اکیر ہوئی بندگی پر میناں
میں نے جس روز یہ حال کی جیا ابدی
پھنس کے زلفوں میں ہی بوتا کیا ہو دل

فلک شب میں ہلا آبیات آخر کار
بھڑ گئے جام تجلی سے صفات آخر کار
دی گئی مجھ کو یہ جیت تازہ برات آخر کار
مستی تھا یہ ملی مجھ کو زکوۃ آخر کار
منکشف جس میں ہوا جلوہ ذات آخر کار
غم میں دکھلا دیا جب میں نے ثبات آخر کار
صبر کرنے کا کچھ شاخ نبات آخر کار
اُس کے قدموں سے یہ درجات آخر کار
حزن فانی کے بھی کی غم نے فات آخر کار
پائی قید غم بھراں سے نجات آخر کار

نیکو فکر ہنگامہ نگار حافط
دل گیا وہ بت فیسر حرکات آخر کار

دوش دیدم کہ ملا یک در میخانہ زدند

دشکین شب کو ملک دیں در میخانہ ہو بند
ساکنان حرم پر وہ سرے ملکوت
آسمان سے نہ چلا بار امانت تو بڑی
ہم بصد خرمین بندار نہ ہوں کیوں گمراہ
کیوں نہ آپس میں لڑیں بن کے بہتر فرستے
شکر صد شکر مرے اُس کے ہسم صلح ہوئی
نکتہ عشق دل گوشہ نشیناں کے لئے
شع شعلوں میں ہے جس کے وہ کچھ آگ نہیں
کس نے یوں کھولی تھی حافط بن منشی کی نقا

سان ہیں طینت آدم ڈھلیں پیمانہ چند
مجھ سے خاکی کا کریں ساغر ندانہ پسند
مجھی دیوانہ پڑائی بڑی فرزند کند
اس قدر حضرت آدم کوئے ایک اند گزند
کیوں دیکھیں جو حقیقت تو ہوں افسانہ پسند
رقص عروں نے کئے بعیش میں تسانہ اند
تل ہے بر آتش رخسارہ جانہ پسند
آگ وہ ہے جو ہوا زخمن پر دانہ پسند
جب سے ہے زلف مرد و سان بن ثنائند

دوش آگئی زیار سفر کردہ داد باد

دے کر چلی جو یار سفر کی رات یاد
ہاتھوں ہی سے چلا تھا جو نہایت یہ
جی باغ باغ ہوتا تھا یاد کے وہ دہن
نرگس کے سر پہ تاج رکھا جاتا اگر کیس
تا یخ بعیش دوست کے دیدار کی تھی شب

دل کو ہوا میں چھوڑ دیا ہر چہ باد باد
لے آئی بوئے صل نسیم سحر کو داد باد
گلشن میں کوئی غنچہ اگر کھولتی تھی باد
آجاتی تھی کسی کی کلاؤش نہ یاد
عہد شباب و صحبت احباب پر ہی صدا

بے دید دل وہ جب سے گیا چلن لٹ میں بھولی وطن کی یاد ہی ایسی ملی مراد؟
 قدر آج میں نے جانی بزرگوں کی پند کی یارب مدام روح مرے ناصحوں کی شاداد
 اب مقتضائے وقت یہ ہو میرے ساتھ ہوا ہر شام برقی لالت و ہر باداد باد
 حافظانہاد نیک نے تیرے بنائے کام قربان اُس کے نیک یہاں جس کی ہو نہاد

در آں ہوا کہ جز برقی اندر طلب باشد

بجلی ہے جستجو میں کچھ اور جب نہیں ہے جل جائے کوئی خرمن تو کچھ عجب نہیں ہے
 جس بزم میں کہ خوشید ایک ذرہ سے بھی کمتر خود کو بڑا سمجھنا شہر طرادب نہیں ہے
 سو یا کرے جو طایر گردن پرے پروں میں ٹہنی میں اُس کی جانور بگ طلب نہیں ہے
 یہاں کفر بھی لازم و دوزخ کے جلائے روز اُس کو گرمیٰ سر ایک بولسب نہیں ہے
 سیکھو جو جانفروشی علم و ہنسہ کو رکھو یاں سیج ہو نسب بھی کچھ شے حب نہیں ہے
 پی لے بے ہشتی عمر آبد لائے بے موت زندگی کا کچھ اور دُعا حب نہیں ہے
 حافظ وصالِ جاں ناں تجھ بیدرم کو ہو گا اُس ن کہ جس کے آگے پھڑکی شب نہیں ہے

دل جز مہر ویاں طریقے برنی گیرد

جز عشق مہر ویاں ل کسی شے پر نہیں لگتا نصیحت تیر کیا ارے یہ ہے پھر نہیں لگتا
 خدا ارے نصیحت گو بیانِ مطرب دے ہو کوئی مذکور اس مذکور سے بہتر نہیں لگتا
 نصیحت چھوڑ، فریادِ دُف و نئے سنِ مرق میں کہ ہرگز نقشِ بر عکس اس جزا ہر پر نہیں لگتا
 وہ پھر اڈرہ آنکھیں کیوں دیکھوں تمہارے کہنے سے؟ یہ دل کو غلطاب معنی نصیحت گر نہیں لگتا

ارے حکیم خدا سے جنگ تجھ کو ناصح ناداں؟
 صراحی ہے بخل میں لوگ جانیں علم کا دفتر
 کرامت ہائے مردانہ کرے یوں پیر میخانہ
 ہنسی مجھ کو بھی آجاتی ہو رتے رتے محفل میں
 خدارا رحم کہ منعم ترے در کا بھکاری ہے
 کیا کیا جلد صید دل ارے ثوابش مست آنکھو!
 عجب ہے دے نہ فراں تو لیں نہ میں حافظا کو

بہت ہی تنگدل ہو اس لئے بے پریش گلتا؟
 گرمی بجلی تو یہ بچتا ہوا دفتر نہیں گلتا
 مگر دقت ریا پر دے کوئی ساغر نہیں گلتا
 زباں بھی شعلہ ہے تاہم سر راڑ کر نہیں گلتا
 کسی گھر سے نہیں واقف کسی کے سر نہیں گلتا
 ہرن یہ کونشوں سے بھی تو اتنے اکثر نہیں گلتا
 تجھے شیریں شہا کیا اس کا شعر تر نہیں گلتا؟

دیدم بخواب خوش کہ بدستم پیالہ بود

کر خواب خوش میں ہاتھ میں دیکھا پیالہ ہے
 چالیس سال رنج میں کھو کر کھلا یہ حال
 وہ دُھرہ مراد! مرے من کی آرزو
 لے ہی اڑا تھا مجھ کو جہاں سے خار عشق
 پی لیں لو کے گھونٹ گلہ شکوہ کیا کریں
 گلشن میں بھی گرد جو کبھی صبح دم ہوا
 بویا نہ جس نے تخم محبت چنانہ پھول
 مرغ چمن کے دل میں نسیم آگ پھونکدی
 وہ شاہ تندر حکم کہ غور شہید شیر گیر
 دیکھا کہ اس کی مح میں حافظ کا ایک شعر

تعمیر لی کہ ہونے کو دولت حوالہ ہے
 حل اپنے مذا کا شراب دو سالہ ہے
 زلفوں میں مائے بٹہ یہ طے لالہ ہے
 سیدھے تجھے بخت خالی نہ آؤ نہ طاپالہ ہے
 خوان کرم سے یہ ہی مقرر نوالہ ہے
 دیکھا کہ شغل مرغ چمن آؤ نہ لالہ ہے
 ایک راہ بادیں وہ نگہبان لالہ ہے
 آتش ہے سبر بھر کہ یہ داغ لالہ ہے؟
 اس کے مقابلہ میں نہ بیش از غزالہ ہے
 بلکہ ہر ایک مصرع بہ از صد سالہ ہے!

دے باغم بسرزدن جہاں کسیرنی اُردو

اگر غم سے ہو جی بوجھل جہاں کسیر مصیبت ہے
خریدیں سے فروش اس کو نہ چھوٹے جام کے پے
بٹائے نقشِ دل تنگی چل آ بازارِ یک رنگی
مرصع تاجِ سلطانی میں ہیں صدیم جاں مضمر
کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھتا توں پروں میں
رقیبوں کی ہیں پیہم گھر کیاں اٹھ کر ٹھہرا پاگ
دیوارِ دیارِ انساں کو مقید کر کے رکھتے ہیں
امیدِ نفع پر آساں سفورِ پاک سمجھا تھا
کہیں کنجِ قناعت ڈھونڈ کر آرام سے ٹھہیں
قناعت چاہیے حافظِ سلام جس دُنیا کو

ہو خرقہ نذر سے پاک کر باہتر مصیبت ہے
رہی تبادوہ و تقویٰ کی اب یہ مصیبت ہے
کہ ہر رنگ جہاں جز بادوہِ احمر مصیبت ہے
کلہ دلکش ہے لیکن پیہم ترکِ سر مصیبت ہے
جو باوصف جہاں داری غم شکر مصیبت ہے
نہیں سہرا لاق در بھی پڑیں پتھر مصیبت ہے
مگر ہے فائزِ مستثنیٰ وطن ہو کر مصیبت ہے
نہ توں اپنے جو ایک ایک تاجِ صدر مصیبت ہے
کہ ایک دم تنگ دل ہنا ہو بحرِ مصیبت ہے
ہو جو بھرت دوناں تو سون زر مصیبت ہے

دست از طلبِ دایم تا کامِ من بر آید

چھڑوں نہ ہاتھ جب تک تن کی نہ میں نکلتے
کھولیں لحد کو میری بعد از وفات دیکھیں
دکھائے رخ کہ خلقت والہ ہو اور شیدا
ہونٹوں پر جان، دل میں حسرتِ ترے ہونگ
تنگی سے اُس دہن کی جاں بہ تنگ آیا
یا جان پائے جاناں یا جان تن سے نکلتے
ایک آتشِ دروں کے بچکے کفن سے نکلتے
ہل جائیں لب کہ فریاد ایک مردوز سے نکلتے
نکلتے نہ کام کوئی اور جان تن سے نکلتے
کیا کام تنگ دوتاں لیے دہن سے نکلتے

دل کو جو کی نصیحت چھوڑا اُس صدم کو بولا
 زلفوں کے ہرکن میں سو سو نہاں ہیں پھندے
 یہ وہ کرے جو خود سے اور خوشیق سے نکلے
 بچ کر دل ٹٹکے کس کس ٹٹکن سے نکلے
 ہم اور وہ آستانہ تاجان تن سے نکلے
 سرور اور نارون تو بن کر چین سے نکلے
 جب جب نیم آئے دھول ایک چن سے نکلے
 نکلے تو نام حافط اُس انجمن سے نکلے
 ان شجریں شاید ایک پھول تجھ سا پائے
 دُمرے میں عاشقوں کے یادش بخیر رکھیں

دوتاں دختر زر تو بہرستوری کرد

بنت انگور نے پھر پردہ رخ دور کیا
 نکلی شرمائی ہوئی۔ پونچھیں عرق پاک کریں
 محنت پاس گئی کام بدستور کیا
 کچھ نہ پوچھیں کہ تباکس لے جو کیا
 عقد کی ٹھیرے، بہت بیٹھ چکی پرے میں
 تاکا ختم نے بھی ایک عمر تو مستور کیا
 مطرب عشق کو بھی چاہیے ملنا انعام
 راگ متانہ سے پھر چارہ مخمور کیا
 غنچہ رعیش بکھلا اپنا تیر ہی نہایت سے
 مرغ گلشن گوگل سوبر نے مسرور کیا
 سات پانی سے دھلے کیا کہ نہ سوئے سے جا
 خرقہ زہر پہ کیا رنگ بے انگور کیا
 بچے سے اُتنا دگی حافط نہ چھٹے دشمن کو
 اُس کے مال اور دل دیں نے ہی معور کیا

دختر دوستی نشاں کہ کام دل ببار کرد

دختر دوستی بونا کہ کام دل میں بار آئے
 نہ بیخ دشمنی رکھنا کہ آفت بشار آئے
 ہے ہمارے حباب آباد تو رندوں میں چل کر
 دگر نہ سرری پھوڑے گا اگر ظالم خار آئے

غنیمت ہو یہ شب یاراں، نہ ہونگے ہتھوڑے کھٹکے
 بہارِ زندگی کیا چاہیں اس گلشن میں ہر موسم
 عمار ہی دارِ لیلیٰ، حکمرانِ مہر و مہ یارب!
 دلِ وحشی کی تو زلفوں سے ہے دلہنگی پوری
 یہ گردوں ہو یونہی گرواں یہ ہیلیل و ہنار آئے
 کھلے گل سے اگر صد ہاتھ مل سے ہزار آئے
 کچھ ایسی کر کہ محضوں تک بھی دھاقہ سوار آئے
 ہائے ملِ نوشین کو کہ جاں کو بھی قرار آئے
 چلے ایک جُرمِ سنی کی کریمتی سہا را آئے
 لبِ جو ایک چمن میں سرسویں بر کنار آئے!

دوش از جنابِ صفتِ پیکِ بشارتِ آمد

دربارِ آصفی سے پیکِ بشارتِ آیا
 خواں تمام اپنی اپنی جگہ چہوں گے
 خاک و جودِ یاراں گل ہوگی اب سے
 کر عیب پوشی شد! اسے خرقہ مئے آلود
 خست کی بزمِ شہ سے لے کر اشارتِ آیا
 وہ ماہِ مجلسِ آرا بہرِ صدارتِ آیا
 دیراں سر آئے دل کا وقتِ عمارتِ آیا
 اُس جیسا پاک دامن بہرِ زیارتِ آیا
 جادو گر کماں کش کرنے کو غارتِ آیا
 ایک حرفِ لاکھ میں سے ہو در عبارتِ آیا
 چڑھ اُس پہ چوٹیا بھی با ایں تجارتِ آیا
 دُور اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارتِ آیا
 دربارِ بادشاہ کا ایک بحرِ منفعت ہے

آلودہ ہے تو حافظِ کرب فیضِ شہ سے

گنگا نہالے جب زخارِ بہت کیا

در نمازم خم ابروئے تو گریہ آمد

خم ابرو تر مسجد میں اگر یاد آئے
ہم سے اب صبر و دل دہوش کی آئندہ ہو
ایسی رقت ہو کہ محراب سے فریاد آئے
صبر جتنا تھا وہ سب نے کے ہیں برباد آئے
نہ سم توڑ لینا یہ پس اے یوسف مصر
کیوں تر عشق ہو کیوں اُس پہ یہ فدا آئے
بار بردار تجسربار تعلق سے بنے
سردا چھپے ان جھگڑوں سے آزاد آئے
تے بھی سب چھن چکی، مرفان چن مست ہوئے
فصل گل رکھے کو پھر عشق کی بنیاد آئے
بُوئے بہو زمانے کی ہوا میں ہے بھری
پھول پھولے نہ مائیں تو صبا شاد آئے
دل فریبان نباتات لدے زیور میں
دلبر اپنا بھی حُسنِ خداداد آئے
اے عروس ہنر اب شکوہ زمانہ کا نہ کر
جس جگہ رخن سجا جسد کہ داماد آئے
مطرب ایک زور غزلِ لطیف کا حافظ کی
پھر وہی عہد طرب اپنا مجھے یاد آئے

دے کہ غیب نہایت جام جم دارد

رکھے جو غیب نہاد دل وہ جام جم رکھے
نہ بخش دولتِ دل ہر فقیر صورت کو
گئے جو مہرِ سیماں بھی کچھ نہ غم رکھے
دے ایسے شاہ نش کو جو مہر م رکھے
نہ لائے تاب بجائے خزاں ہر ایک شجر
سراپیں سر و کو وہ ٹھونک کر قدم رکھے
نہیں کسی کو خبر تیر غیب کی خاموشی
کہاں وہ محرم دل رہ جو درجہ رکھے
گئے وہ لاف تجر و کے، ابوسید کا دُشمنل
فیہم زلف سے دل روزِ صدم رکھے
پھر آئی فصلِ دہ جس میں نالِ نگرست
نثارِ جام کرے دُوبھی جو دم رکھے

بزرگ کی طرح رکھے زرع و نیر ساغوسے تو عقل کل بھی بعد عیب متبسم رکھے
امید خرقہ حافطے منقطع تہکے صدر کجیب میں ٹوٹوئیں تو وہ ہم رکھے

درازل ہر کہ فیض دولت ارزانی بود

حسنِ طالع یہاں ازل میں جس کو ارزانی رہا عیش و عشرت سے آبد تک ہم جانی رہا
قصہ تو بہر جب کیا تھا تب ہی گوارا تھا خیال تو بہ کا انجام دیکھو گے پشیمانی رہا
گورہا سوسن صفت کا ندے پہ ڈالے جانے رنگ سے خرقہ پہ رنگ صدر مسلمان رہا
کچھ خلوت بھی فروزاں رنگ سے ہے چاہئے اندرون اہل دل جس طرح نورانی رہا
لطف کیا پائیکے صوفی اُن کی خلوت میں اگر بادہ ریحانی نہ ساقی مست روحانی رہا
بے فروغ جام کیا خلوت نشینوں کی بہار وقت گل یاروں کا جبہ محل نادانی رہا
بزمِ عیش و نوبہار اور ردِ جام از دست یازا عمر بھر اے دوست و جدہ گراں جانی رہا
طبع عالی ہونے ہو جامِ مرصع رنگ سے چشم میکش میں بہ ازیاؤتِ رمانی رہا
بے سرو ساماں اگرچہ کچھ نہ چٹھا ہو مگر ہر گدائے شہریاں محمودِ سلطانی رہا
شہرت اچھی چاہئے تو صحبت بد چھوڑے خود پسند ہی میں بھی ایک اظہارِ نادانی رہا
بولے ایک صفا کہ حافظ پتیا ہی نہاں شرابا ہے بہت بہتر گنہ صاحب جو پنہانی رہا!

دل بے جمالت صفائے ندارد

وہ بے نزع تو دل میں صفائی نہیں ہے یہ بیگانہ دل آشنا ہی نہیں ہے
دل پاک عشاق میکش کی در کیا حیدنوں میں اُس کی باہی نہیں ہے

چلے جامِ ساتی گلِ زو، جہاں کو
کیا دل تو اندیشہ کیا ہو کہ اُس کی
ڈریں سینہ تنگ سے تیر اُس کا
دلا رام کے پاس ہے اور سب کچھ
دلِ پاک حافظِ مین کا الہِ روشن
گلوں کی طرح سے بتا ہی نہیں ہے
خیمِ زلف ہے اور جہا ہی نہیں ہے
اگر جاگے تو دوا ہی نہیں ہے
نہیں ہے تو مجھ سے دفا ہی نہیں ہے
بلا جہرِ جاناں فسیا ہی نہیں ہے

دل شوقِ لبِ مدام دارد

دلِ حشر لبِ مدام رکھے
جاں شربتِ مہرِ باوہ عشق
آشفستہ زلفِ یارِ دایم
ہو یار کا ہم نشین کیے
کیا پوچھ یہ سکتے ہیں کہ دلسہ
خوش تو ہے وہی کہ یار کے ساتھ
دل تیرا بھی پھانس لے ہنفتہ
ایک پل کا تو لطفِ بزمِ حافظ
کیا جانے وہ لب سے کام رکھے
سینے میں بھرے مدام رکھے
خطروں سے گھرا مقام رکھے
جو خطرہ خاص و عام رکھے
اپنا جو ہے کیا وہ نام رکھے؟
صحت جو علی الدوام رکھے
جو گل کو ہو زیرِ دام رکھے
سُکھِ جشن کے اہتمام رکھے

دوش در حلقہ ما قصہ کیسے تو بود

چھڑ گیا رات یہاں قصہ کیسے تیرا
دل سے ناوکِ نرنگاں نہا ناخون
پہنچا تا آخر شب سلسلہ ممتیرا
نہ چٹھا پھر بھی کہاں خانہ ابرو تیرا

آفریں اُس کو جس باہی کچھ اڑاتی ہو
کون ہے ورنہ ناسائے سیر کو تیرا
شور و شرعش کے کچھ دہریہ محوش تھے
نقنہ انگیز ہو اغمزہ جسا دو تیرا
کھول دے بند بادل بھی ہوا کھائے
دکشا اپنا ہے ہر گوشہ پہلو تیرا
شابل اہل سلامت یہ پریشان بھی تھا
راہزن جب وہ ہوا طرہ ہندو تیرا
قبر حافظ پہ گزرا تجھ کو وفا کی ہیتم
مرے مرتے تھا اسے شوقِ سخن دو تیرا

دوش می آمد و رخسار برافروختہ بود

رات آیا جو وہ رخسار برافروختہ تھا
تا کجا جل کے دل غمزدہ پھر سوختہ تھا
رہن بن تھی وہ زلف اور وہ سنگین باطن
رہنما شعل رخسار برافروختہ تھا
رسم عاشق کشی اور شیوہ شہر نشینی
تھا وہ تن زریب کہ تن پر ہی تھے دختہ تھا
ٹکڑے ہی کرنے کو کہا تھا بظاہر لیکن
باطن ایک لطفِ نہاں بھی سونے لختہ تھا
یار دنیا کو نہ لے کوئی کہ کے روز چلا
وہ جو یوسف کے فرشتہ و گل اندوختہ تھا
خون دل جمع کرے دیدہ بہائے ہیماں
یوں لٹکے آہ جو ایک عمر کا اندوختہ تھا
دیکھتے ہی یہ کہا، خرقہ جلا، جا۔ حافظ
ہائے یہ آنکھ پر کھڑا کس کا وہ آموختہ تھا؟

دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارو

تیرے رو بہ رو چمن سے یونہی دل فراغ دیکھا
کہ مثال سرو پاندر و بون لالہ داغ دیکھا
نہ ہوں تباہ کیوں نہ ہشت پہ چو زلف سے ہونہر
کسی گمانس چونس کا بھی کیس یواغ دیکھا
نہ کیوں مرغ صبح ادین کریں اپنا خون دیدہ
طرب آشیان ببل میں با ہے زاغ دیکھا

نہ زبان ابرہمن رہیں زار اس چین نہیں
 تو خرام کرچن میں، اگا تخت گل میں لالہ
 نہیں ہوگی زلف کی سرشت باقیچ درتج
 رہی روشنی رخ میں بھی تو زلف رہن دیں
 نہ جھکا سکیگی گردن یہ کوئی کان ابرو
 سرور مند حافظ تب ہے ضرب درں آفت
 کہ اُسے تو مر گئے ہم پہ وہی فراغ دیکھا
 بنا ایک مصاحب شہ لے ایک یاغ دیکھا
 جو نہ شمع رخ کا روشن سیرہ چراغ دیکھا
 یہی چور ایک دلا در کہ لے چراغ دیکھا
 کہ جان گوشہ گیری میں عجب فراغ دیکھا
 کبھی مائل تاشاہ ہے نہ ذوق یاغ دیکھا

داد گرا فلک ترا جرّہ کش پیالہ باد

داد گرا! فلک ترا جرّہ کش پیالہ ہو
 تیرے محل کا یہ کس اس قدر اونچا ہو کہ بس
 دو در چراغ دہرہ زلف سیہ پھر برے کی
 تری ذہرہ زانیں پس قد بلند پر ترے
 عدل کے آساں کا چاند آدھوں میں گل ہے تو
 نہ طبق فلک بے پھرے ہیں دو جو قصہ ماں
 و خیر فک بکر یہ ہو چکی شہ سے ہم کنار
 حافظ شہ نے کلمہ غول دی بیہوت بندگی
 دشمن دل سیہ رنگا خوں میں بزرگ لالہ ہو
 دہم کی بھی پہونچ کو ایک راہ ہزار سالہ ہو
 جھوٹے نیم تخت سے لہر میں جلیے کا لا ہو
 نال پر ان کی تدعی ہمدم آہ و نالہ ہو
 بادہ ناب سے سدا تیرا بھرا پیالہ ہو
 خوان نصیم شاد سے بدل کو ایک نوالہ ہو
 فخر بھی اس عروس کے باپ کے اب حوالہ ہو
 نگر کر م کرے گواہ لطف حضور دالہ ہو

دیریت کہ دلدار پیامے نفرتاد

نفرت ہوئی خط بھی مرے نام ایک بھیجا
 خط کا تو ہے کیا ذکر سلام ایک نہ بھیجا

صد ہا ہی خطاے شاہواراں تجھے لکھے تُو نے تو زبانی بھی پیام ایک نہ بھیجا
 معلوم تھا اُڑنے کو ہیں طوطے دل و جاں کے صد دایم غم طرہ سے دایم ایک نہ بھیجا
 مجھ وحشی کی جانب کہ ہوں ایک عقل رسید آہو صفت و کبک خرام ایک نہ بھیجا
 انیس کہ اسے ساتی شکر لب و سرست معلوم تھا غمور ہوں جام ایک نہ بھیجا
 دل بچ ترے لائق مقامات خطا سے صد ہا ہی کے کوچ و مقام ایک نہ بھیجا
 حافظہ گزر عبادت سے کہ رکھ گیا آقا نے جو خط بندے کے نام ایک نہ بھیجا

دی پریم فروش کہ یادش بخیر باد

گل پرے فروش نے یادش بخیر باد فرمایا پی شرب بھلا دل سے غم کی یاد
 برباد دیدوں؟ میں نے کہا تنگ نام کو بولا کہ چل تو کھنہ پہ تو ہر چہ باد باد
 سو دوزیاں رہیگا نہ سرمایہ آغوش پس غم کے سے فائدہ رکھ اپنے دل کو شاد
 بے خار گل نہیں ہو نہ بنیش نوش ہے کیا کیجے جہاں کی بنا ہی میں ہے فساد
 بادہ سے بھر کے جام لبالب گوش ہوش سن بیٹھ کر حکایت جمید و کیف باد
 چن مت محل امیدوں کے جائیگا اتھ جھاڑ یہ جاسے یاں تو تخت یلماں اڑا کے باد
 چاہے اگر کہ جان کو راحت نصیب ہو رکھ دی ہو دل کی تیر میں غم عشق کی نہا
 حافظہ اگر ہو پند حکیمانہ سے ملول چھوڑی یہ گفتگو ہی بس عمرت دراز باد

روبر رہش نہادم دبر من گزر نکر د

سر من رکھ دیا ہے تو جا پے سپر نکر ہر آنکھ سو امید ہے وہ ایک نظر نہ کر

مزا مثالِ شمع ہے قدموں میں آرزو
ماہی و مرغِ میری فغاں سے نہ سو سکے
سپیل سر تنک کینہ نہ اُس دل سے دھو بیو
ہاں اور شوخ مرغِ دلِ بال و پر کباب
اللہ اُس جوانِ دلاور کا ہوشِ سیفا
تو ہو جو کوئی سنگِ دل بے ملاحظہ
دلکش ہے قصہ عشق کا حافظہ کے کس قدر
ہم تک گذر ہی رنگِ نسیمِ سحر نہ کر
تو شوخ دیدہ اٹیکے سے ادچا بھی سر نہ کر
خارا پہ صرف قطرہ باراں اثر نہ کر
سودائے خام عاشقی سر سے بدر نہ کر
رُخ تیرا رہ گوشہ نشیناں اُدھر نہ کر
جاں اُس کے زخمِ تیغ کے آگے سپر نہ کر
وہ بھولت انہیں تو اسے یاد کر نہ کر

راہے بزن کہ آہے برسا ز آں توان کرد

وہ تے ہو جس کی دُھن پر آہیں بھی ناتوان لیں
گدا آستانِ جاناں پہ سر بچا سکیں ہیسم
کیا ذوقِ عشق و متی حاصل ہو خانقہ میں
میں رہن سلامتِ لعلیں تو کیا غضبِ بے
قدِ خمیدہ اپنا بیس کا رہی سہی پر
نہرواں ہر آنکھیں! نکلے جلوں جاناں!
اہلِ نظر دو عالم دیں ہار ایک نظر پر
ہم شرم سے کہیں کیا ساتی تو خود کرم کر!
لایق نہیں گدا کے قصہ و سرسے سلطان
عشق و شبابِ رندی سب حجِ آرزو ہیں
وہ تے ہو جس کو سن کر پی ساغرِ گراں لیں
گلبانگِ سر بلند می اٹھ اٹھ کے آسماں لیں
دیرِ میاں میں ہوں تو پی بھی تے میاں لیں
رستے میں ٹوٹ بدوی سکتے کے کارواں لیں
تیرا نگہ میں عدد کی ماہیں تو یہ کہاں لیں
چھر کاؤ کو دیں پانی میرے غمے ڈال لیں
ہو عشق اس میں رکھو اول ہی تقدیرِ جالیں
ہو جائے نیم اشارہ ایک بوسہ وہاں لیں
ہم اور ہمارا چھپر دیں آگ یا دھواں لیں
لاسا قیاق ہے مہلت ایک جامِ زخماں لیں

دولت وصال کی گم ہوتی نصیب دکھیں مارے زہنی کے دشمن کہ سر پہ پتھر ٹھالیں
ہیں عقل و فہم و دانش داؤخن کو لازم یہ کجاہوں یہ معانی تب داؤخس بیاں لیں
حافظ تم قرآن کی چھوٹے جوا، دمن کو کیا کیا نہ عیش تجھ کو گھیر آسے درمیاں لیں

روزِ وصل دوستداراں یاد باد

عہدِ صحت ہائے یاراں یاد رکھ وہ شب و روز بہاراں یاد رکھ
ایک کسی میں بھی وفاداری نہیں وہ وفاداری یاراں یاد رکھ
طنجی غم سے ہو جب تاحلق نہر بانگِ نوش بادِ خواراں یاد رکھ
کیا میں بیچارہ علاجِ غم کروں تو ہی رنجِ غم گساراں یاد رکھ
ایک بھی تیری نہ ہو یاروں کو یاد دل تو یاروں کی ہزاراں یاد رکھ
پھنس گئے دامِ بلا میں دیکھ لے حق سہی حق گزاراں یاد رکھ
رازِ حافظ آج سے ناگفتہ بہ وہ دغاے رازداراں یاد رکھ

رسیدِ مردہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند

سنا ہے مردہ کہ ایامِ غم ہیں کم باقی رہا وہ عیش نہ رہ جائیں گا یہ غم باقی
مرقع طاقِ فلک پر ہو آبِ زر سے رقم یہاں رہے گی فقط شربتِ کرم باقی
نگاہِ یار میں ہم گرچہ خاکسار ہوئے نہیں رہے گا عدو کا بھی یہ بھرم باقی
کسی بھی حال میں ہو نہ سکر کر، شکایت کیا ہمیشہ کون رہا ہے بقیدِ غم باقی
سمجھ یہ شمعِ غنیمت وصال پر دانہ نہ ہو گی دیکھ یہ صحت بھی صبح دم باقی

دیا ہے تجھ کو خدا نے کہ تُو حقیر کو دے
ترا نہ مجلسِ حمید کا تھانستے ہیں
نکھے تو ہالتِ فلبی نے یہ تبارت دی
وہ مہربان ہے حافظ تو بد گمان نہ کر
نہیں رہیں گے یہ گنجِ زر و درم باقی
تھے دھامِ پچلے عمرِ جسم ہے کم باقی
رہے گا کوئی نہ محروم از کرم باقی
اثرِ جفا کا رہے گا نہ نقشِ غم باقی

رسیدِ مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید

بہار آئی ہے بگل ہرے ہیں۔ پائی نوید
بطِ شراب کہاں ہے پکارے مرغِ چین
غدا رساقی ہو شس سے آج چن لے پھول
بھرم کر شدہ ساقی نے دل کا کھو ہی دیا
جلا دوں، پھونک دوں، بگڑ گنگ گیرا کپڑے
بغیر رہنا رکھنا نہ دشتِ عشق میں پاؤں
وہ خاک بچھے گا لذاتِ میوہ ہائے بہشت
نہ مشکلوں سے ہو دل تنگِ رطیقِ ادب
عجائبِ رہِ عشق؟ اے رفیقِ سینکڑوں میں
اے خضرِ راہِ حرم؛ رہنا ہو بہرِ خدا
نہ پایا دل نے کوئی باغِ آرزو سے مثر
شرابِ نوش و عطا جامِ زر ہو حافظ کو
چلی بہارِ کرم گسترِ خبر تلخ!

وہ طیفِ ہونچے تو صرف ہیں تو ہی گلِ نمید
نقابِ گل میں پڑے شورِ عندلیب سے چھید
بنفشہ گر و چین کی کرے گی کل تحدید
رہا نہ منہ جو کرے اب کسی سے گنت و شنید
جو ایک گھونٹ کو بھی لے نہ میفروشِ خرید
گیانہ لے کے جو رہی نہ اُس کی رسید
نہ لطفِ سیبِ زرخداں یہاں ہوں جسِ چنید
کہ زحماتیں ہی اٹھا کر ہے راحتوں کی امید
یہاں کے ہر نوں سے پڑتے ہیں شیرِ سرخِ پید
نہیں بے حدِ بیا بانِ عشق کوئی پدید
نہ چلنے کی تھی نسیمِ کرم کو کیا تاکید؛
معاف شدہ نے کئے صوفیوں کے جرمِ شدید
تمام فصل نہ حافظ نے دیکھی کل نمید

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یادِ آخرت

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یادِ آخرت ہے
 وہ ہر ایک ناز و محنت جو خواں کرتی تھی
 ہو گئے دل کے ہمارے بھی شورِ کافان
 وہ پریشانیِ شہمائے دراز و غمِ ہجر
 ساقیا عمر و راز و اور چمکتا ہے جام
 شک و صد شکر! باقیالِ کلاہِ نشہ گل
 شک ہو یہ عہدیِ پیام سے اب تک ل کو
 صبحِ امید جو پنہاں تھی پس پردہِ غیب
 وہ جزوفوں نے ہرے کام سب اٹھائے تھے
 خیرِ حافظ کا نہیں تھا تو نہ ہو کوئی شمار
 فانی کہتی ہے کہ ہر شکل کا آخر ہے
 سب طفیلِ قدمِ بادِ بہارِ آخر ہے
 نور میں آئے نکل کر دو غبارِ آخر ہے
 سب تر سایہ گیسوئے نگارِ آخر ہے
 تیرے صدقہ وہ سب اندہِ خارِ آخر ہے
 نوحۂ بادِ خواں شورشِ خارِ آخر ہے
 کیا وہ سب تقہِ غمِ حالتِ یادِ آخر ہے؟
 کدو آجائے کہ طولِ شبِ تارِ آخر ہے
 اُن کو بٹھار ہی ابروئے نگارِ آخر ہے
 وہ تو سب کلفتِ بخت و شہارِ آخر ہے

زادِ خلوتِ نشین و دشمنِ مہمانہ شد

زادِ خلوتِ نشین و دشمنِ مہمانہ شد
 شاہِ عہدِ شبابِ پاکِ شایدِ خواب
 بچھو جاتا تھا ایک راہِ نینِ عقل و دین
 صد فی مجلسِ خود تھا جام و قدرِ توڑتا
 نگہیں ساتی نے کیا پڑھ کے یرم کر دیا
 چٹ کے پیمان سب چمک گیا پیمانہ کو
 دیکھنا اس عمر میں کیا ہو ادیانہ کو
 چھوڑ کے سب آشنا کر لیا بیگانہ کو
 کر دیا غافلِ کل ایک جرم میں دیوانہ کو
 وروہ را دید یا اگر دشمنِ پیمانہ کو

آتشِ رخسارِ گلِ خرم لبِ جلا چہرہٴ خندانِ شمعِ آسیا پروانہ کو
 رونا سحرِ شام کا ٹکڑے حامل نہ تھا اشک نے پیدا کیا گوہرِ یکداغ کو
 منزلِ حافظِ رہی بارگاہِ کسبِ ریا دل را دلدار پاس جاں لگی جانان کو

سالمادِ طلبِ جامِ حرمِ ازمائی کرد

جامِ حرمِ کب سے طلبِ دل یہ کیا کرتا تھا تھا قل ہی میں جو تجھ مجھ سے نکا کرتا تھا
 صدیق کون و مکان میں نہ تھا وِ طلب ہر غریقِ لبِ دریا سے کیا کرتا تھا
 شعلِ اپنی بھی میں سے پرغیاں پس گیا ایک نگہ میں جو ہر ایک غم کو داکرتا تھا
 بیدل ایک در ہمدِ حوالِ گمانِ خدا دیکھ کر دُور سے "از ہر خدا" کرتا تھا
 خوشِ خصال مجھے پایا وہ لے ہاتھ میں جام میزِ آئینہ میں جانے کیا کرتا تھا
 پوچھا اساد سے کب ہاتھ لگا تجھ کو یہ جام بولا جب گنبدِ مینا کی بنا کرتا تھا
 پوچھا وہ یارِ سرِ دار ہو جس سے بلند راز کرتا تھا، کہا: بس یہ خطا کرتا تھا
 پوچھا یہ عمل کے نیزنگ، کہا: جو سب سامری بایہ بیضا و عصا کرتا تھا
 فیضِ روح القدس آمادہ امداد ہو کر ہم بھی دکھلا دیں میا جو کیا کرتا تھا
 رازِ غیب کی طرح دل میں نہ رکھ کے بکار شرحِ یک کلمہ میں "تو صفی" بھکا کرتا تھا
 پوچھا کیا تھے ہو بجلا سلسلہٴ زلفِ بٹان بولا حافظِ شبِ یلدا کا گلا کرتا تھا

سالمادِ دفترِ مادرِ گرو صبا بود

دفترِ اپنا گر وقتِ صبا ہی رہا رونقِ میکدہ یہ درسِ مصلیٰ ہی رہا

کاش سیکھے یہ کوئی پیر مناں کے اخلاق
 پیر گل رنگ نے منہ کیل دیا یاروں کا
 بدست کا ہر فعل گوارا ہی رہا
 نیلے پوشوں کا ہر ایک قصہ گفتہ ہی رہا
 چھول سائیں لب چوٹا دتھا چھو لا ہی رہا
 چرخ کو دیکھ لیا دشمن دانا ہی رہا
 کہ جو دانا تھا یہاں خون سے روتا ہی رہا
 پاس پر کار بٹکانا نقطہ پر برجا ہی رہا
 کھوٹ نہ تک کاہیں ہر چیز چھپا ہی رہا

ساتی! حدیث سر دو گل لالہ میرد

لب تک جو نام سر دو گل لالہ جائے گا
 ساتی نہ بے تلامذہ غسالہ جائے گا
 بے دہ کہ ہے عروسِ حینِ حیرت پر
 اب کام بن بکوشش دلا لہ جائے گا
 باد بہار آتی ہے گلشن سے شاہ کے
 تڑالہ سے پھر یہ بھرتی لالہ جائے گا
 غرقِ عرق وہ آئے گا تو عارضِ حین
 غیرت سے ڈوب روقی تڑالہ جائے گا
 اُس چشمِ جادو انہ عابدِ فریب کے
 ایک کاروانِ سحر بد نہالہ جائے گا
 زرِ کھوکے اپنا سامریِ احق بنے گا کو
 موسیٰ کو چھوڑ دے گو سالہ جائے گا
 لشکرِ تنکن نہیں گئے سہی طویانِ ہند
 یہ قند پارسی مرا بنگالہ جائے گا
 بے مکان تو دیکھے کوئی دھڑلے شر
 یہ طفلِ یک شبہ رہا کمالہ جائے گا

حافظ، شوقِ طبرستانِ نیاں

تو چپ نہ رہ کبھی تو پہونچ نا لہ جائے گا

سروچاں من چرامیل حین نمیکند

سروچاں ہمارا کیوں پیچر من نہیں کرے؟
 لعلہ بنیر ہے صبا دامن پاک تیرا کیوں
 تیکھ کج کمان ابرو کی گر چہ ہزار مستیں
 دست نیم سے ہو جب زلف نیشہ پر شکن
 گزے وہ عطر پرین پھر بھی صبا سے ہو مجب
 ساقی سیم ساق وہ بہر بھی مے تو کون ہے
 طرہ کا اپنے جب گلہ مجھ سے سنا تو کیا کہا
 ہو کے اڑاں لہوا چلن سے چین لفت میں
 آبر و مفت رت بہانیاں ان آنسو وینغیر
 حافظ اگر تو تائیں ادا نہ کھاتا یوں

بہم گل نہیں ہو کیوں، یاد من نہیں کرے؟
 خاک بنفشہ زار کو رنگ ختن نہیں کرے
 گوشہ کشیدہ ہی رہے گوش سخن نہیں کرے
 دل نہ کیوں یاد وعدہ عمد کن نہیں کرے
 خاک کو اس گلی کی کیوں شک ختن نہیں کرے
 جو کہ پیالہ کی طرح باز دہن نہیں کرے
 آہ یہ کج و سیاہ اگر گوش سخن نہیں کرے
 اب سفر دراز سے عزم وطن نہیں کرے
 درج صدف میں پروش زلف نہیں کرے
 تیغ بسر ہو وہ اثر جس میں سخن نہیں کرے

سمن بویان غبار دل چو شیتہ نشاند

سمن بویاں غبار دل چو بیٹھیں گے پٹھا دیں گے
 اگر فتر اک باندھیں گے تو جانیں ساتھ کس لیں گے
 ہمیں گے صل ربانی بھی آنکھوں سے تو نہں دینگے
 قریب ایک دم گرم بیٹھیں گے فوراً اٹھ کھڑے ہونگے
 چڑھیں منصور و شہر دار بر خور دار بھی ہوں گے

پری رویاں قرار دل جب اٹھیں گے اٹھا دیں گے
 پخوڑیں عنبریں انھیں تو صد بادل گرا دیں گے
 نہفتہ راز پیشانی سے سب پڑھ کر نادیں گے
 اکھڑا کر تازہ خصل آرزو دل میں جا دیں گے
 دوائے درد گر چاہیں گے درو بے دوا دیں گے

اگر پوچھیں گے درویشوں کے آنسو ڈر ہی پائیں گے
 جو ہانیا زائیں گے درپردہ ہی درناز آئیں گے
 سخنیزوں سے گردن گرد نہ پھیری دن پھر دیں گے
 اگر اس در سے رانیں گے بھی حافظ کو توراہ دیں گے

سحرِ دولت بیدار بہ بالیں آمد

سحر ایک دولت بیدار نے میرے بالیں
 پی کے ایک جامِ گن ہو کے تماشے کو نکل
 بانٹ الفام گرہ کھول لے نائف کی ذرا
 آنکھ لپی سے رخ سوختہ جاناں پہ ہو پھر
 مرغِ دل پھر ہے ہوا دار کماں ابرو کا
 کتب تک گزریں لگائے گا ہوا میں آخر
 سا قیاس بھی ہے اور چھوڑ غم دشمن دوست
 آبدیار پر ہی چہرہ کی شادی میں پلا
 رسمِ ہمدی آیام پہ آج ابر بہار
 شعرِ حافظ کے جو ہل سے سنے لپی لیم
 دی ندا آ کے کہ اٹھ آتا ہے خسرو شیریں
 دیکھ آنے کے تو مشوق کے اپنے آئیں
 خودِ خلق سے ترے پاس آنے کو ہو آئے ہیں
 نالہ ہے دادرس عاشق زار و سکیں
 ہیں کہیں صید کہ جس کے تن جانِ دل و دیں
 ہاں خبر دار کہو تر کہ وہ آیا شاہیں
 آئے یہ عین خوشی اجائے وہ جم جم آئیں
 دل ہے عکین وئے لعل و دوائے عکین
 رو دیا دیکھ کے رنگ گلِ حالِ سر پہ
 سیر گل کرنے کو بھرتی دمِ منسبر آگین

ستارہ بدرخشید و ماہِ مجلس شد

بنا جھک کے ستارہ جو ماہِ مجلس تھا
 لکھا کبھی نہ پڑھا وہ نگارِ مکتب میں
 اسی کی بو پہ دل عاشقاں شالِ صبا
 دلِ رمیدہ کا اپنے انیس دمنوس تھا
 مگر جو غمزدہ تھا استادِ صد مدرس تھا
 فدائے عارضِ سرین و چشمِ نرگس تھا

طرب سرے محبت کی ہوگی تبصیر
 کہ طاق ابڑے جاواں ساکب ہندس تھا
 بلا کی نے دی کرشموں نے عاشقوں کو پلا
 خبر نہ علم کو کچھ تھی نہ عقل کو جس تھا
 بنائے یار ہیں میکدے میں صدر نشین
 گدائے شہر جہاں لکھا میر مجلس تھا
 بسوں سے قطرہ ہے پونچھ اُن کے دیکھتے ہی
 ہزار کھل گئے سے یہ دل مونس تھا
 بندھی تھی آپ خضر اور جام جم کی ہوا
 نہ آشنائے بے قبک کہ بوالنوارس تھا
 گئے جو میکدے کو دوستو بلیٹ آؤ
 گیا تھا حافظ اسی راہ آیا بفسل تھا

ساتی اربادہ اڑیں دست بجام اندازد

ساتی : ان ہاتھوں پر بادہ اگر جام ہوئے
 بادہ کش دیکھنا سب صوفی عظام ہوئے
 دام گیسو میں اگر دیکھ لیا دانہ خال
 دیکھنا مرغِ خرد جتنے ہیں سب ام ہوئے
 زاہر اس چاند پہ ٹوپی سہر خورشید کی ہو
 دو مہ تمام سے طالع میں اگر جام ہوئے
 سر ٹاپائے نگاہیں میں کہ اڑ کر دتار
 اے خوشا! ایسے جو بہت نے آشام ہوئے
 زاہر خام طمع بر سر انکار ہے پھر
 بنختہ کیا ہو کہ نہ دیدار سے خام ہوئے
 دن کو کرکس بنر بادہ کتنی سے دن کی
 دل کے آئینے بہت گھٹ کے فہم ہوئے
 گرد آفاق کے شب چھوڑتی ہے پردہ شام
 پنی نہ با محاسب شہر و گرد حافظ
 پنی بے صبح فروغ اس لئے تو شام ہوئے
 بادہ سب صاف تو نگار ترے جام ہوئے

سحر چوں خسروِ خاور علم بر کوہ ساران زد

اُڑے جھنڈا شہِ مشرق کا جس دم کہ ساراں پر
 پھرے دستک زناں حرمت بری امیدوارں پر

ہوئی جب صبح پر روشن حقیقت میر گروں کی
 جہاں لی اُس نے پھر کی رقصِ نینیں بھی کھلیں
 صلاح و تقویٰ سے ہم نے اُسی ن ہاتھ دھوئے تھے
 کس آہن دل نے سکھلائے تھے یہ آئینِ عیاری
 اُٹھ آیا خیالِ شہسوارانِ قلبِ میکس پر
 میں با ایں خرقہ پشیمیں پھناؤں نام میں کوئی
 شہنشاہِ مظفر فریساہ ملک و دیں منصور
 ہوا ہے جب سے جامِ نئے شرفِ اُس کے ہاتھوں
 اُسی دن فتحِ روشن اُس کی تیغِ زرقاں سے تھی
 تعالیٰ اٹھ! گہر پائے تیرا نیز گہریستی جب
 دوامِ ملک و عمر شہ کا طالب حق سے ہو حافظ

مکمل آئی نگاہِ اتمہ ایک کام گاروں پر
 پیاپے ضربِ دلِ نفل میں برسی دلِ نگاروں پر
 کہ چشمِ بادہ پیا کی صلاح تھی ہوشیاروں پر
 کیا پھٹتے ہی پہلا وار تو شبِ زندہ داروں پر؟
 خدا ناصر پڑا ہے قلب میں جا کر سواروں پر
 بزدل موجس کے شرکاں برقِ زنِ خنجر گاروں پر
 ہنسنے جس کی سخاوت ابر جیسے قطرہ باروں پر
 زمانہ ثناء و سائغ گیر گزرے نیکاروں پر
 گر اخیرِ شیدا بچم سوزین کر جب ہزاروں پر
 صفا سے اپنی خشک زن ہو کل پر ہنیر گاروں پر
 ازل سے رستہ دولت ہے موزوں شہسواروں پر

سحرِ بلبلِ حکایتِ با صبا کرد

صبا سے صبحِ بلبل نے بجا کی
 قدم اُس نازنین کے چوم تلے
 نیم صبح گاہی سدا رہتیو
 نہیں بیکانوں کی ہرگز تسکایت
 نقابِ گلِ کھلی جب زلفِ سنبل
 چھجھا وہ رنگِ رخِ دل میں ہمیشہ
 کہ عشقِ گل نے حالت دیکھ کیا کی
 کہ نیکی جس نے بے رُو دُریا کی
 کہ دروِ شبِ شیناں کی داکِ
 عنایت سب یہ ہے ایک آشنا کی
 کچھی، گرہِ قبائے عینہ داکِ
 ہاں ہی سچ کانٹوں سے سجا کی

نہاں تھی بلبل بیدل کی ہر سُو
 طع سلطان سے کرنی خطا تھی
 کمال دین و دولت ہوا وفائے
 بشارت نے فروٹوں کو ہوا حفظ
 اُدھر اٹھکھیلیاں باؤ صبا کی
 وفادار بنے گر چاہی جفا کی
 سیراں شہر میں مجھ سے وفا کی
 قسم ہی کھا گیا نہ ہر ریا کی

سرسودا سے تو اندر سرمای گردو

سرمرا عشق کے سودا میں بھرا پھرتا ہے
 جس کا دل عشق کی چوگان میں اکھا جاکر
 ظلم و بیداد و بھانپا نہیں ہوتا پھر بھی
 یہ جیسی و نزاری و قدحِ میرا
 ہجر گزارِ رُخ یار میں یہ لبسِ طبع
 تیری پادوڑی میں اسے سر و قد لالہ غدار
 جو رافلاک سے اور غصہ و دریاں میں بدل
 دلِ حافط ہے ترے کوچہ میں ایم گرداں
 تو نہ دیکھ اس سرشوریدہ میں کیا پھرتا ہے
 گیسند کی طرح پڑا ہے سر و پا پھرتا ہے
 دل بہار ادھی در کوئے وفا پھرتا ہے
 ماہِ نو کی طرح انگشت نما پھرتا ہے
 نہ توں سے یونہیں بے برگ نوا پھرتا ہے
 مجھ سا آشفستہ و سرکش تہ صد پھرتا ہے
 پیر بن مہر کا صد چاکس پڑا پھرتا ہے
 چھانتا درو کی بیمار دوا پھرتا ہے

ساتی اندر قدم بازے گلگوں گردو

ساتی پیالے میں مرے پھرے گلگوں دیدی
 خیر کو دی سنے کہنے تو نہ بیش از اعتماد
 یہ قدح نے اڑا یکبارگی سب ہوش و حواس
 پھرے کہنے و دیرینہ میں افیوں دیدی
 میری نوبت پہ دگن بلکہ کچھ افزوں دیدی
 اس قدر دی کہ مرے ضبط سے سیراں دیدی

نہ سمجھنا کہ مرے کاسٹ دیپانے میں
 جس کو دل کہتے ہو اور خونِ جگر دوازل
 یہ بلا آج ہی کرنے کو جگر خوں دیدی
 شور عشق ان میں بلا کر مجھے جھوں دیدی
 غیسر کو عقل مجھے دخت مجنوں دیدی
 اور اوھر تونے و غاچم پر افسوں دیدی
 دل حافظ کو لبوں نے تو اور دھر بہلایا

سپین دم کہ صبا بوسے بوتیاں گیرد

نماز دم کہ جہاں رنگ بوتیاں لیلے
 نوائے چنگ میں دلکش ہو وہ صبح
 چمن میں لطف ہوا نکہت جہاں لیلے
 کہ پیر خالقہ راہ کو سے مٹاں لیلے
 شبہ پہرہ زریں سپر لٹھا ہے ہوئے
 بر غم زاغ سیاہ شاہا باز نہ نشیں
 عجب جائے تماشا ہو بزم گاہ چمن
 غضب کی آتش گلِ صبحم بھڑک اٹھے
 عجب سو ز دم مرغ صبح خواں لیلے
 عجب شعلہ دل شمع آسماں لیلے
 عجب پر توہ نور چراغ صبح دکھائے
 خیال شاہی نہیں گرد ماغ حافظ میں
 کیوں اُس کی تیغ سخن عرصہ جہاں لیلے

شاہاں گرد لبری ز بیتاں کنند

دلبری اسے شاہد اس تیران میں
 شاخ ز گس وہ جہاں چھوئے رکھیں
 چھید ز اہد کے پڑے ایمان میں
 گلزارِ آنکھوں کے ز گس ان میں
 عرش پر قدسی بھی ہوں جدان میں
 یار اپنا جبکہ جو گرم سماع

ہر طبع ہر طلعت صبح وار
 مردم چشم اپنے غرقِ خوں ہوئے
 گردن عشاق اُن کے بس نہیں
 اپنی آنکھوں میں تو ایک قطرہ نہیں
 ایک نگاہ ناز کر تیر ہی نظر
 عید دیدار آپ کی ہو تو سہی
 کھیل بے چوگان جو ان سرود قد
 غم میں خوش دل رہ کے اہل دل تمام
 شوق آہ نیم شب حافظ نہ چھوڑ
 آئینہ دل کا تو ہو رنخان میں
 ہائے انسان پر یہ ظلم انسان میں
 جو کہے تو! ہیں ترسے فرمان میں
 کیا دھڑکتا نوح کے طوفان میں
 موت کو آساں کرے ایک آن میں
 ہم تو دیدیں جان بھی قربان میں
 خم نہیں جب تک ترپ چوگان میں
 شاد ہیں فرقت کے آتش دان میں
 بنجھ کے دل تا صبح ہو رنخان میں

شراب بخش و ساقی خوش چہ ام رہند

شراب و ساقی ہوش وہ دام بے پٹہ ہیں
 ہوا کردں جو تیں ہوں زند مت نامہ سیاہ
 نہ کر حقیر گدایان شہر کو یہ لوگ
 نہیں ہے فقر میں ظلم و ستم روا ہرگز
 غضب سے کو کہہ دلبری نہ پائے گزند
 مزید کرتے ہیں درد می کشان واحد رنگ
 قدیم نہ رکھتے خرابات میں مگر بہ ادب
 نہ بھولیو! کہ ہو جب آوج موع پر رحمت
 کہ زیر کمان جہاں ان کی چاہ میں تہہ ہیں
 ہزار شکر کہ یار ان شہر بے گنہ ہیں
 شہان بے کمر و خسرو ان بے گلہ ہیں
 پلاؤ بادہ! یہ سالک برعکس مرد رہ ہیں
 فساد چاکر و لرزاں غلام بارگہ ہیں
 نہ وہ کہ گیراؤ ان کی عبائیں دل یہ ہیں
 یہاں جو رہتے ہیں سب خزانِ دشتہ ہیں
 ہزار خرمن طاعت کو لیتے ایک جودہ ہیں

جنابِ عشق ہے حافظ بلند ہمت کر وہ تھمڑا دلوں کو پھٹکنے کی دیتے کب جگہ ہیں

شاہدِ آں نیت کہ موئے و میاںے دارد

وہ حسین کیا جو فقط نو و مہاں رکھتا ہے
صورتِ حور و پرہیزِ طیفِ اس بھی خوب
چشمِ چشم کو بھی تو گلِ خنداں دیکھے
نغمہ زنِ بلبلِ سنجیدہ تو ہو گی نہ وہاں
قدِ اندازوں میں میری ہو کمانِ ابرو
تجھے کون آگے نکل سکتا ہو غورِ ہر فلک
بالیقیں کوئی نہیں محسوسِ رازِ عشق
نہ خراباتِ نشینوں میں کراماتِ بگمار
تجھ کو بھایا تو مرا شعر ہے دلد و ز ضرور
نرمی جائے کہو۔ اُنکھے نہ حافظ سے کبھی
دل اُسے جو کوئی حُسن میں آں رکھتا ہے
وہ لطافت کہ جو ایک دُستِ فلاں رکھتا ہے
دیکھے کیا اُس کے لئے آبِ رواں رکھتا ہے
جو حُسنِ ساتھ گناخِ خزاں رکھتا ہے
وہ اُسے نہ ز رکماں یاں کماں رکھتا ہے
پارِ کاہوں میں نہ ہاتھوں میں عیاں رکھتا ہے
حسبِ نعم اپنے ہر ایک ہم دگماں رکھتا ہے
ہر سخنِ توفیق و ہر نکتہ مکان رکھتا ہے
تیرے حرفِ نعت بھی نساں رکھتا ہے
در نہ اُس کا بھی قلم نوکِ زباں رکھتا ہے

شراب و عیش نہایت کارِ بے بُنیاد

شراب و عیش نہایت نو و بے بُنیاد
نگہِ بے تابش و نہ کچھ گنبدِ سپہر کی پوچھ
نہ انقلابِ جہاں پر بھی کوئی حیرت ہو
نورِ ادبِ قدحِ تمام اُس کی طینت میں
پر آپڑے صفِ رنداں پر اب تو بادِ اباد
کہ ہوشِ گم ہے یہاں ہر ہندس و اُستاد
پکھنڈ ایسے ہزاروں ہیں آسمان کو یاد
سرِ شہسبازِ سرِ شہسبازِ خاک کے و قباد

بتائے کون جم دے کہاں گئے نہ خبر
 بہ حسرت لب شیریں ہی جانے اس کو
 مگر ہے اسے کو کچھ علم بے وفائی دہر
 رکھنا ہاتھ سے گر جام کیا قباحت ہے
 دن اور چنگ کے نالوں پیمکشی کی رہے
 اوھر تو آؤ کوئی دم خراب بھی رہ لیں
 جو گوری گوری ترے عشق میں وہ حافظ پر
 کسی کو اس کی کہ کیوں تختِ جم گیا برباد
 ہنوز لالہ کھلاتی ہے تربتِ فریاد
 کہ جام اٹھا کے رہا جیتے جی نہ رکھنا یاد
 حریتِ پاک تر اس سے نہیں ہے نکلیا یاد
 بند حاکم سا بڑے ہی تار سے لٹا یاد
 خزانہ بھی تو دلا دیتا ہے خراب کہاؤ؟
 الہی پائیں سکت عاشقانِ وستِ مباد

صوفی نہاد دام و در حلقہ باز کرد

صوفی پچھاکے دام و در حلقہ باز کرد
 پنچا ہی آسمان دکھائے گا ٹھیر جا
 آسا کیا کہ شاہدِ رعنائے صوفیاں
 مطرب یہ کیا کہ ٹھاٹھ بدل کر عراق کے؟
 ہم در امان و حفظِ خدا توجہ کر سکے
 بن امتِ ریاسے جس نے محبت میں فوج لگے
 اسے کبک خوشِ خرام پہلی ناز سے توجہ
 ہونا ہے پیش کا حقیقت میں کل ہی پیش
 خود چرخِ جیلہ ساز سے بیٹھا ہے ساز کرد
 کچھ اور مکر و شعیبہ با اہلِ راز کر!
 پھر جلوہ گر ہوا وہی انداز و ناز کر
 آہنگِ بازگشت میں ہے اب حجاز کر؟
 اسے آئینِ کوتہ دوستِ دراز کر
 عشقِ اُس سے چلید یادِ لعنتِ فراز کر
 بلی کا اعتبار نہ تو بہ نماز کر
 شرمندہ واں نہ ہو تو نظرِ برباز کر

حافظ نہ کر ملامتِ زنداں ازل کے دن

زہرِ ریاسے تجھ کو دیا بے نیاز کر!

صوفی ار بادہ بر انداز خور و نوش باد

صوفی انداز سے پی بادہ تکھے نوش ہے
ایک چلو بھی جو یہاں ہاتھ سے دینا جانے
آنکھ گر آئینہ دار این خط و خال سے ہو
اس گدا سے نہ کرے کہرتے گوبات کوئی
نرگس مست، نوازش بھری مردم صورت
کون یہ شاہو ار خوش و خرم ہے خدا
شاہ ترکان سخن در میاں سنا ہے
قلم صنع میں دیکھے نہ خطا اپنا پیر
بندگی میں تری حافط ہوا شہو بہاں
بادہ نوشی ہی تکھے در نہ فراموش رہے
دانا شاہ مقصود در آغوش رہے
لب بھی از بوسہ ربایان لبش رہے
جاں فدائے شکر پس پستہ خاموش رہے
خون عاشق کے بھرے جام پش رہے
دو جہاں اس کا فدائے علم و دوش رہے
جیت دیا دُش کو نہ گر خونِ یاش رہے
روشن اُس کی نظر چشم خطا پوش رہے
جلقہ زلف ترا اُس کا در گوش رہے

صبا وقت سحر بے زلف یار می آورد

صبا وقت سحر نہیں زلف یار لاتی تھی
بر شک تار زلف یار نے صبح پر مارے
ضیائے ماہ دیکھی اُس کے باہم قصرے دشن
سحر بخشش جانان اضع طفت اہسا تھی
تا شاہو اتھا زلف گرہ گیر کی جب تھ حب
بقول مطرب و ساقی کیا بیرو بھی کیا کیا
دل بیکار کو پھر کے بنا باکار لاتی تھی
صبا جو چہ تمکین نافہ تار لاتی تھی
نخل خورشید کو کرتی پس دیوار لاتی تھی
کہیں تہیج دیتی تھی کہیں زمار لاتی تھی
اڑاتی دل کہ دشمن کی زباں قرار لاتی تھی
کہ قاصد کو وہ چکر میں رہے سوار لاتی تھی

اکھیرا جڑ سے ابھیکھا اپنے سے تابخ صنوبر کو
کلی جو غم کی کھلتی تھی مصیبت بار لاتی تھی
بھگیا ناخوں گرفتہ دل کو جس کے خوف غارت
وہی آنکھ اُس کا خون کرتی بحال زار لاتی تھی
عجب دستِ حافظہ دستِ نعتِ زمیں لبیک
نہ ٹوکا ہم نے نخل میں کہ صوفی زار لاتی تھی

صبا بہ ہنیت پر می فروش آمد

صبا بہ ہنیت پرے فروش آئے
کہ موسمِ طرب آیامِ ناز و نوش آئے
ہو امتحانِ نفس ہے نسیمِ نافہ کشا
درختِ سنہریں بیل بھی درخوش آئے
کنول ہیں لالے کے ہادی ہارے دش
پیسے غنہ کو گرمی سے گل کو خوش آئے
بگوشِ دل سنو! مانو! مدامِ عیش کروا
یہ صبح اٹھتے ہی آواز میرے گوش آئے
وہ ایسی مرغِ سحر کیا پڑھا ہے سون کو
کہ بارہ ہاتھ کی لے کر زبانِ خوش آئے
یہ مجلس اپنی ہے نا محسوس کیا کام
پایہ دھانک دیارِ وجودِ خرقہ پوش آئے
ترے بھلے کی ہے آٹو بھی بادہ نوشی کر
یہاں زمین گئے زاہدِ بادہ نوش آئے
چلا جو میکہ کو خانہ سے جا حافظ
بھلے کو اب بھی جو ہر ریاسے نوش آئے

طاہرِ دولت اگر بازارے کب بند

طاہرِ نخت جو منہ رخ ہے ہمارے کرے
یارِ پھر آئے اور اقرار بھی سارے کرے
دروغ گوہر کا نہیں آنکھ میں اب مام تو کیا
خون کے جمع پنچھا اور کوشلارے کرے
شمر عشاق سے خالی ہے مگر ممکن ہے
غیب سے آئے کوئی کام سٹوائے کرے
میرے حالات کہے اور تو کس کی یہ مجال
گوشِ زد آس کے صبا چاہتے تو سارے کرے

باز چھوڑا تو ہے سُرخاب پہ لیکن اسے سخت
 ہنسی کوئی کسے نرم طرب سے ایک گھونٹ؟
 یاد فات اپنی خبر وصل کی یا مرگ رقیب
 لب سے پوچھا ترے۔ اُمیدِ وفا کی کروں؟
 پھر کے آجائے وہ کچھ صید بھی بارے کرے
 غم وہ دفعِ خار اس کے سہارے کرے؟
 چرخ ایک کام تو کہنے سے ہمارے کرے
 ہاتھ غیب یہ سنتے ہی پکارت "کرے"
 لاکھ کر جائے وہ یا خود کو کٹائے کرے
 در سے حافظہ اٹھا اس کے تو آخر ناچا

عکس رویت کو در آئینہ جامِ افتاد

رُخ روشن سے جھمک آئینہ جامِ پڑا
 وہ تری جلوہ گری روزِ ازل زیرِ لقا ب
 عکس نے اور نہ فیشے کی چکا چوند یہ سب
 غیرتِ عشق سے ہیں گنگ زباں خلیجِ ص
 مجھ ہی دل سوختہ پر آپ کے لیا کیا ہیں کم
 پاک ہیں، پاک نظر، فائزِ مقصود ہوئے
 زیرِ شمشیرِ الم رقصِ کُتباں جاؤں گا
 چھوٹ کر چاہ رہا تھا اس پھندا زلف میں ل
 اب کہاں خانقہ میں یا رہیں پائیں گے
 کیا میں مسجد سے خرابات کو خود جا پونچا؟
 کیا کرے پھر تپ پر کارِ سا آگے تیجھے
 کون صوفی ہے جو سنجو اور نظر باز نہیں
 پر توئے پہ لپک صوفی، کامِ پڑا
 عکس چھین چھین کے گرا بر رُخِ انعام پڑا
 ایک ذریعہ رُخِ ساقی سے جھلکتا کامِ پڑا
 راز پھر کیسے کھسلا در وہنِ عام پڑا؟
 ایک گدا میں ہی نظرِ لائقِ انعام پڑا؟
 وہ جو کج ہیں تہا را دور ہویں خام پڑا
 اُس کے کشتوں کا نظرِ نیک ہی انجام پڑا
 چاہ سے آہ نہ نکلا تھا گلے دام پڑا
 کام تم سے لبِ ساقی دے دو جامِ پڑا
 یہ تو قرعہ تھا ازل ہی میں مرے نام پڑا
 تیرے چکر میں جو اسے گردشِ آیام پڑا
 ایک بے پارہ حافظ کا کل نام پڑا

عشق نہ سرسریت کہ از سر بدر شود

کیا عشق سرسری ہے کہ بے سر کے جائے گا؟
 ہر اُس کی مَن میں عشق دل جان تن میں ہو
 وہ درد و در عشق ہے جس کے علاج میں
 یہ زندہ رود لاگ پہنچ جس کی انک ریز
 بالہ تھی زلف رات کو گردِ رُخ نگار
 پوچھا جو ابتدا کروں ہوس سے ؟ بولا ٹھہر
 پنی یا دِ لعل لب میں دھڑا دھڑنا اس طرح
 حافظ تو سز نکالے گا پاؤں کے لئے

شوق عارضی کہ گردِ کسی در کے جائے گا؟
 گھٹی میں تھا یہ گور میں اب مر کے جائے گا
 کوشاں جو بیشتر ہو بتر کر کے جائے گا
 کشتِ عراق پانی سے سب بھر کے جائے گا
 دیکھے گامہ تو اب میں چھپ کر کے جائے گا
 عقرب سے اب یہ ماہ بدر کر کے جائے گا
 غل اس کا گھر میں دشمنِ کافر کے جائے گا
 تو بھی حد پہ اُس کی قدم دھر کے جائے گا

غلام نرگس مت تو تاجدارانند

غلام نرگس مت اُس کے تاجداروں میں
 حیا او حُر تو ادھر آبِ دیدہ ہے نماز
 کبھی تو زلف کی حلین سے بھاگے چپ لہ است
 ہنفتہ زار کی آکر ہوا کو دیکھتا حسا
 نہیں ہوں گلِ عارضِ پتی ہی نعمتِ سرا
 بس لے رقیبِ زیادہ نہ خود ستائی کر
 ہشت حق ہی ہمارا تو بے گناہ ہے جا

خراب بادِ لعل اُس کے ، ہوشیاروں میں
 ہیں ورنہ عاشق و مشوق راز داروں میں
 کہ کیسے کیسے دو طرفہ ہیں بے قراروں میں
 کہ طولِ زلف کے کیا کیا ہیں گواروں میں
 ہیں عنذیب ترے ہر طرفِ ہزاروں میں
 ہیں ساکنانِ دردِ دستِ خاکساروں میں
 کہ متحی کرم ہیں گستاہکاروں میں

تو دنگیر ہوا اسے نصیر پر خجستہ مرے
پیدا وہ پاہوں پہاں میں ہی اک اردل میں
جل آکے میکے میں چہرہ ابروئی کر
نہ خانقاہ کے بل ٹوسیاہ کاروں میں
کنڈ زلف سے حافظانہ ہونہات نہکھے
ہنستگان کند اس کے رنگاروں میں

قتل این خستہ شمشیر تو تقدیر نہ بود

نوت میری تری شمشیر سے تقدیر نہ تھی
دل بیرحم کی تیرے کوئی قصیر نہ تھی
جو ہر اس آئینہ حسن کے کیا ہیں یارب
سینکڑوں آہوں کو ایک پاپ کی تاثیر نہ تھی
پائے میخانوں میں حیراں ہو سنا سائیر
خانقاہوں میں تو وہ صورت یک پر نہ تھی
دل سادہ روانہ ہوا اور چھوٹے وہ خانہ زلف
زلف تھی اس کے لئے وہ ہے کی زنجیر نہ تھی
ناز نہیں ترچہن حسن میں اس قدر سے نہ تھا
نوشتہ اس گل سے در عالم تصویر نہ تھی
ہوکیں ہم بھی صبا زلف تک اس کی رسا
یہ بھی چل غرض از نالہ شمشیر نہ تھی
وہ جلا آتش جہراں ترے ہاتھوں آخر
شمع ساں خود کشی کروں کوئی تدبیر نہ تھی
ہجر حافظ کو تھا ایک یقین کلین غدا
اس قدر صاف کہ کچھ حاجت تفسیر نہ تھی

قطرہ اشک کہ میرنیم ز چشم تر سفید

قطرہ آنسو کا ڈھلکا ہے جو پلکوں پر سفید
ہجر کی شب میں وہی ہوتا ہے ایک اختر سفید
کب ہائے وصل نے میری طرف کا رخ کیا
کر چکی گو ہڈیاں بھی فرقت و لبر سفید
تیر تر اجب کوئی پہلو میں آکر چھب گیا
لگ گیا بازو میں ایک مثل کبوتر پر سفید
ساقیا منہ سے لگائے تو اگر جام شراب
نہر رخ ہو تیرے لبوں کے نکس سے ساغر سفید

اوہ نوکب ہے مگر سے یہ تو ظالم چرخ نے خونِ عاشق کے لئے باندھا ہے ایک بخر پیید
اُن لبِ دندان کو حافظِ نقشہ کے وقت کچھ حل کی ڈبیاں گریا بھر دیے گوہر پیید

کھٹک مسکین تو روزے کے زما یاد کنند

گر مجھے وہ قلمِ شرک قسم یاد کرے پائے ایک اجر و صد بندہ کہ آزاد کرے
قاصدِ حضرتِ علی کو زوال آئے نہ کچھ یہاں بھی ایک اے سلام اُن کے دلِ شاد کرے
ڈال دے خسرو شیریں کے خدا یاد میں پے سپر آ کے کبھی تربتِ فرہاد کرے
مدحِ مداح کی محتاج نہیں اب گھر وصفِ مشاطہ کا کیا حُسنِ خدا داد کرے
حنوہِ عشق سے فی الحال کدھی نیو تلمک آگے کیا فکِ حکیمانہ وہ شب یاد کرے
آزما تو سہی ہاتھ آئے ہیں کیا گنج مراد اس خرابی سے اگر پھر بچے آباد کرے
شاہ کو طاعتِ صد سالہ زنا بد سے سوا اجر اُس لمحے کا جس میں وہ کوئی داد کرے
راہِ مقصود نہ شیراز میں پائی حافظا کون دن ہو گا کہ رحلت ہوئے بنداد کرے

کسے کہ حُسنِ رُبِخ دوست در نظر دارد

جمی جو حُسنِ رُبِخ دوست پر نظر رکھے وہی تو اہلِ نظرِ جاہل بصر رکھے
اُسی کو ہو گا میتروہ بوسہ دامن پڑا ہی رہتا ہو جو آستانِ پیہر رکھے
یہاں تو وصل کا پائے وہ شمع پڑا برائے قطعِ چوتیاں سر پہ سر رکھے
قلم کی طرح ہو سجدرے میں خطِ فراں پر اٹھائے تانہ وہ خود سر کو تیغ پر رکھے
جوراءِ تنوخی سے بھٹکا ہو بال بھر بھی بعزمِ میکدہ تو لے وہ آج پر رکھے

ہوز نہ شکستے جی بد مزہ تو دینے باب
 زیادہ گر نہیں اس بھی کم نہ ہو کہ ذرا
 کہ اُس کی بھی تو دل خوش داغ تر رکھے
 رقیب دیکھ کے ایک دن نگاہی بیٹھا تیر
 بھلا دے دوسرے عقل بے خبر رکھے
 دل شکستہ حافظ بھی ہو گا طعمہ خاک
 تمہارے واسطے تھا سینہ میں بہر رکھے
 بزرگ لالہ یہ سب داغ بہر بگر رکھے

کے شعر ترا نگینہ و خاطر کہ حزیں باشد

کیا شعر تر آئے گا دل سے جو حزیں ہوگا
 گر نقش اماں پائے تھرب علیں سے
 حائل کو اشارہ یہ ناکافی نہیں ہوگا
 حاسد کی ثنات سے نگیں نہ ہو کر سوچے
 بندہ یہ سیلانِ کل روئے زمیں ہوگا
 پہونچے نہ قلم کے جو خیالات و عجائب کو
 کچھ نفع ہی نقصاں میں پوشیدہ کہیں ہوگا
 ایک ساغرے پائے ایک خون جگر کھائے
 رکھیں گے توں میں گو صورت گر چیں ہوگا
 درختی گلاب و گل تھا حکم ازل یونہی
 اقلیمِ مقدر میں دستور یونہی ہوگا
 زندی کبھی حافظے چھوٹے نہیں ممکن
 ایک شاہدِ بازاری ایک پرہیزش ہوگا
 یہ قطعِ تعلق تو بس روزِ پس ہوگا

گل بے رُخ یا رخِ نہ باشد

گل بے رُخ یا رکھے بھائے
 یہ رُخمن و ہوائے گلشن
 بے بادہ ہمارے کیسے بھائے
 ہر ناگلوں کا سرو کا قص
 بے لالہ عذار کیسے بھائے
 بانغ و گل و دل ہو خوب لیکن
 بے صورت ہمارے کیسے بھائے
 بے صورت یا رکھے بھائے

تیسری لب یا بگل بدن بھی بے بوس و کنار کیسے بجائے
 ہر نقش و نگار دستِ صنعت بے دست نگار کیسے بجائے
 یہ ڈیڑھ ٹکے کی جانِ حافظا تو دے جو شمار کیسے بجائے؟

کنوں کہ در چین آمد گل از عدم بوجود

چمن میں آگیا تب اندم سے گل بوجود
 چڑھائے جامِ صبحی بگلِ دلف و چنگ
 چمن میں تازہ کرا آئینِ دین ز رشتی
 پلائے ساتی سہیں خدا عیسے دم
 گلوں کی کثرت در وقت سے آسمانِ زمیں
 گلابِ شاخ ہوا دریں سیماں دار
 جہاں ہو خلد کی صورت ہر دورِ یونِ گل
 شراب و مطرب دساتی نہ کچھ بچے باقی
 پلائے جامِ بالاب بہ یادِ آصفِ عہد
 بعد اُس کی نوازش سے کیا کہ حافظا کو
 بنفشہ قدموں میں پٹی پٹی ہے سبز سجود
 اڑائے ہوسہ ساتی بپا ہے قص و سرود
 بہارِ لالہ نے روشن کی آتشِ نمرود
 شرابِ انگ، پرے رکھ یہ ذکرِ عا و نمرود
 طفیلِ اخترِ میمون و طالعِ مسعود
 طویرِ صبح سناتے ہیں نعمہ داؤد
 دے چہ سود؟ نہیں جب آئے و امِ خلود
 کہ ایک ہفتے میں ہو جائیں گے یہ سب بود
 وزیرِ ملک سیماں عمارِ دینِ مسود
 جو ٹھاٹھ چاہیں جلے کو سب کریں جود

کارم ز دورِ چرخ بہ سامانِ نمیرسد

دورِ فلک سے نیش کے سامان نہ پائے گا
 دلِ خون ہو گا در و کا در ماں نہ پائے گا
 ہڈی سے گوشت کر نہ سکے گا کبھی جسدا
 جب تک بہت سے زخم بھی زنداں نہ پائے گا

مد ہو کہ ہو کے جان سے عاجز بھی اہل فضل
 میرا پی جان سے ہوں جو بیچ پوچھے لئے
 جاہل کی دھوم ہو گی پرے آسمان کے
 جب تک زمیں سے خار نہ پیدا ہوں پتہ
 یعقوب کے ہوں دیدے سفید انتظار میں
 صوفی چٹھے گا دل کا ترے رنگ بادہ سے
 حافظہ راہ عشق ہے یہاں صبر چاہیے
 کرنے دراز دست سوے جان پائے گا
 کیا کر سکے گاہندہ جو فرماں نہ پائے گا
 عالم کا نالہ آلوئے کیوں نہ پائے گا
 گل بن سے بار گل گلستاں نہ پائے گا
 جانے وہ شہرہ مصر کا کناں نہ پائے گا
 خرقے کی شست و شو سے تو غفران پائے گا
 جو اس میں جان نہ لے گا وہ جان پائے گا

گر می فروش حاجت زنداں روا کرے

گر می فروش حاجت زنداں روا کرے
 جس کا خانہ میں نہیں کچھ ذل علم و عقل
 ملکہ گناہ بخش دے دفع بلا کرے
 وہم فضول دے ضعیف میں کیا کرے
 کچھ اور راگ گئے تو بیشک خطا کرے
 غیر از خدا نہ جان سمجھ لے خدا کرے
 یا وصل دوست یا صافی دوا کرے
 اس درد عشق اور بلائے خمار کی
 دانش پائے جیتے جی یہاں مردہ اماں
 سالک اگر عہد امانت وفا کرے
 ساتھی پلانے عدل کے کانٹے میں لے کے
 یہ چھپے فقیر کیوں کہ جاں بر ملا کرے

جاں نے کے واسطے گئی حافظہ ستم ہوا

عیسیٰ بھی اب نہیں جو دوبار احاطہ ہے !

گرچہ بڑا عظیم شہر اس سخن آسان نہ شود

دا عظیم شہر کہیں سن کے پریشان نہ ہو
 اس عظیم بھی ہو مصروف عمل دل خوش ہو
 گوہر پاک پلا سب شہر کے کس فیوض
 بڑو دلی سے جو لڑ جائے تہوں کے آگے
 حسن اخلاق بھی اس سخن کو دے بار خدا
 یکھ رندوں سے، اکرم پیشہ ہوا کچھ فخر نہ جان
 درو اپنا جو بطیبوں سے چھپائے رکھے
 عشق سیکھا ہے اس اسید میں تیرن سہلین
 کل کا دعوت تھا کیا اس نے گمراہی کے وقت
 ہونہ دے میں اگر بہت عالی حافظ
 تا کوئی رنگ ریاض ہو مسلمان نہ ہو
 مکر و تلبیس سے ابلیس سلیمان نہ ہو
 کنکری دُر نہ بنے، کھجکری مرجان نہ ہو
 بھینٹ البتہ وہ شایستہ تر بان نہ ہو
 بندہ اس وجہ سے آئندہ پریشان نہ ہو
 مے نہ پینے سے کوئی جانور انسان نہ ہو
 ایسا بیسار کھی قابل درسان نہ ہو
 اور پیشوں کی طرح موجب حرمان نہ ہو
 شب کی نیت سے الہی وہ پیمان نہ ہو
 رُوکش چشمہ خورشید درختان نہ ہو

گرم از باغ تو یک میوہ بہ چینم نہ شود

گر ترے باغ سے ایک میوہ اٹھاؤں کیا ہے؟
 چنانچہ میں بٹیکہ کے اس سروسی کی یارب
 گر ترا خاتم جمشید سلیمان آئنا رہ
 تجھ کو اخلاص شہ دشمن سے اسے راہ شہر
 سے و معشوق میں ہی صرف ہوئی عمر عزیز
 روشنی میں تیری کچھ دیکھ لوں بھاؤں کیا ہے؟
 میں بھی دل سوختہ راحت کوئی پاؤں کیا ہے
 نقش ایک دل کے نینے پہ اٹھاؤں کیا ہے
 میں بھی دل گر کسی ہوش سے لگاؤں کیا ہے
 اب جو دیں اس سے بھی بہتر ہو یہ کیاؤں کیا ہے؟

یاں بھی ہے کئے تباہ مسکن و مادے میرا
داں بھی گر خلدِ بریں میں ہی میں جاؤں کیا ہے
گھر سے بے گھر ہیں صنم، نئے ہی باقی ہے تو خشر
خانہ دین کا بھی تیا سس لگا لوں کیا ہے
خواجہ تو جان کے عاشق مجھے خاموش رہا
حافظ ایسا ہی جو میں آپ کو نیا لوں کیا ہے

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام نہ شد

پگھل کے رانگ ہوا دل کا کام پر نہ ہوا
جلا بھی پختہ یہ سودائے خام پر نہ ہوا
ہوا نہ آہ میسر وہ گوشتِ مقصود
پھر خراب جاں میں تمام پر نہ ہوا
بنا گدا بھی حصولِ حضور کو میں دریغ
بہت سے پاسے بزرگ و کرام پر نہ ہوا
بریں امید کہ ہو صدرِ انجمن میرا
ربا میں بن کے ایک فی غلام پر نہ ہوا
اس آرزو میں کہ نشہ میں لعل لبِ نصیب
لندھائے دل نے بے بسی کے جام پر نہ ہوا
پھر ک کے تول کے پر رہ گیا کبوترِ دل
بہاؤ رہ کے خم و پیچ و درم پر نہ ہوا
کریں نہ قصدِ طے کئے خشق بے رہبر
کہ میں گیا تھا بصدِ ہمت تمام پر نہ ہوا
ہزار جیسے نجات میں کر چکا حافظ
کسی طرح سے وہ کافر ہو رام پر نہ ہوا

گفتم کیم وہاں ولبت کا مراں کُشد

کب دیکھئے، یہ لب، یہ دہن کا مراں کریں
بولا کہے جو آنکھوں سے لب اور کہاں کریں
لب تو طلب یہ کرتے ہیں کل مصر کا خراج؟
بولا جو یہ معاملہ ہو کیوں زیاں کریں؟
اُس نقطہ وہاں کا کہیں کچھ سراغ ہے؟
بولا کہ یہ سوال فقط نکستہ داں کریں
باز آ صنم پرستی سے ہو جا صبر پرست
بولا کیوں یہ فرقِ خدا و بتاں کریں

ہے غمزد و غمزدہ سے خانے کی ہوا
 خرقہ بھی اور شراب بھی کس میں ہیں ڈرا؟
 کچھ خوش بھل سب سے کسی پر کہے سودہ
 خواجہ ہمارا جاتا ہے کب خواب گاہ میں
 حافظہ دماغے دولت خواجہ میں ہوا دم
 بولادہ خوش نصیب داسا دیاں کریں
 بولار دوا بہ مذہب پیسہ بربخاں کریں
 بولا کہ دے کے ایک شکر لب جواں کریں
 بولا کہ ماہ و مشتری جس دم قراں کریں
 بولایہ سب ملائک ہفت آساں کریں

گفتیم غم تو دارم - گفت نمت سراپد

کہتے کہ غم ہی تیرا بولے کہ غم سرائے
 کہتے جو ہر روز رولے سبق وفا کا
 کہتے بے گنت زلف گمراہ کن و عالم
 کہتے کہ بند کردی آنکھوں خیال کی راہ
 کہتے کہ روح پرور ہوگی ہوائے جنت
 کہتے کہ بھل لب کی مارا ہے آرزوئے
 کہتے زمانِ عشرت کیا جلد ہائے گردا
 تو چاند بن ہمارا بولے اگر برائے
 بولے کہ فہروں سے یہ کام کمتر آئے
 بولے کہ بندگی سے گمراہ بھی رہ کر آئے
 بولے یہ چور بادی از راہ و گیر آئے
 بولے ہوا تو اچھی از کوئے دلبر آئے
 بولے کہ بندگی کرتا بند پرور آئے
 بولے خموش حافظ یہ بیک بھی سر آئے

گوہر مخزن اسرار ہماست کہ بود

دوہی اخائے در گنج نہاں جو کہ جو تھی
 شام سے صبح تک دوست خدا شاہ ہے
 طالب بھل و گمراہی نہیں در نہ اب بھی
 دُرج ہر اور وہی نہر شاں ہے کہ جو تھی
 بولے کا کل ہی تری نہیں جان کہ جو تھی
 آفتاب اور وہی تابش کاں ہو کہ جو تھی

کیوں نہ ہو ہوتے ہیں ارباب دیانت عاشق
کشتہ غمزہ کی ایک بار تو آفاستہ کو
اب کہیں اور نہ رہن ہوں جو لغوس کہا
نیک خوں میرا چھپایا تو بہت خطائے مگر
حافظ اکبری نیا چھوڑے خوننا بہ چشم
لاجرم آنکھ وہی مل نساں ہے کہ جو تھی
وہی کھوے ہوئے چشم نگراں ہے کہ جو تھی
قرن گزرے کہ وہی سیرت نساں ہو کہ جو تھی
وہی سُرخ لب لعلیں سے عیاں ہو کہ جو تھی
یہ تو ندی وہی مدت سے واں ہے کہ جو تھی

گفتہ کہ خطا کر دی و تدبیر نہ ایں بود

کہتے کہ خطا تھی تیری تدبیر نہیں تھی
کہتے کہ ترے وصل کی برائے تمنا
کہتے نہ قریں بد تھے کہ بد روز یہ دیکھا
کہتے نہ کہ تھا ماہ تو بے ہر بنا کیوں
کہتے نہ بہت جام و قدح تو نے پئے تھے
کہتے نہ کہ اسے عمر بہت تیز تو گزری
کہتے نہ قلم تجھ پر چلے جو رجحان کے
کہتے نہ کہ جانے کا ابھی وقت نہیں تھا
کہتے نہ کہ حافظ کو گیا چھوڑ کے تو کیوں
کتاب ہے کہ کیا کتبے تقدیر یونہیں تھی
کتاب ہے تنہا مری بس وصل نہیں تھی
کتاب ہے یہی قسمت بد میری توں تھی
کتاب ہے میں بے ہر نہ تھا چنگ کو کیں تھی
کتاب ہے شفا در قدح باز پس تھی
کتاب ہے کہ عمر اس زیادہ ہی نہیں تھی
کتاب ہے کہ پیش آئی جو کلمی ہمیں تھی
کتاب ہے مگر مصلحت وقت یونہیں تھی
کتاب ہے کہ کوشش مری کس اتن نہیں تھی

گر زلف پریشانست در دست صبا افتد

جب زلف پریشاں وہ ہتھوں پر صبا کے ہو
پہلو میں نہ دل پائے پھندوں میں ہوا کے ہو

موفان ہی میں دیں چوڑا بکشتی تھل کو
 اُس کا ہی سویرے سب منہ دیکھ کے اٹھتے ہیں
 کیا خرچ ہواے لوگو سلطان مالک کا
 افسوس وہی صبا دے غم سے جو آزادی
 اُس زلف کو جو لے سے گرتا تھا کہہ دوں
 حالِ دلِ حافظ کو جانے وہی سرگرداں
 تختہ ہی کوئی سسل شاید کہیں جا کے ہو
 کون ان میں اُسے دو لہا پہلو میں سلا کے ہو
 اک لمحہ جو صرف ایک ن پرش میں گدا کے ہو
 پرنوین جگر سا غریب اپنے وہ آ کے ہو
 پکڑے نہ زباں میری ورپے نہ خطا کے ہو
 حافظ سا ہی ہوشید اخاک ہجر کی پھانکے ہو

مرانٹہ سے دگر بارہ بُرد

کیا نشہ نے پھر خورد بُرد
 ہزار آفریں اس بے محل کو
 خوشا ہاتھ توڑیں جو انگور کو
 سرک یاں سے زامہ نہ ہو خورد گیر
 ازل ہی سے جب شق ہو سر نوشت
 نہ اترائے حکمت پہ کوئی حکیم
 نہ کر رنج ہیودہ بنشاش رہا
 پہنچے گرجہاں میں تو اس طرح جی
 دوبارہ ہوئی مجھ پہ وہ دست بُرد
 جوئے رُخ کی زردی کو سُرخ سے بُرد
 نہ ہے پا کھل کر جو کر دیں فشر
 کہ کارِ خدائی نہیں کارِ خورد
 بیٹے گا نہ لکھا نہ ہو گاسُتر
 ارسطو بھی دے جان و بیچارہ گرد
 قناعت سے اطلس ہی بن جائے بُرد
 مرے پر نہ صادق ہو تجھ پر کہ مُرد

وہ ہو مست و صحت بجامِ است
 جو حافظ سی پی جائے بے میل و درد

مرا میری چٹپاں زردل بیرونِ سخن اہند

بیہ چشموں کی افست دل سے اب بیرونِ سخن گئی
 بجز زندگی مجھے روزِ ازل خدمت نہ دی کوئی
 جو دل ہی دل میں اُس کو چاہوں یہ بھی غنیمت ہو
 شربِ بلِ دجائے امن دیا رہاں ساقی
 چلو گاتے بجاتے نئے پیروندوں میں مل کرے
 کہا مجنوں نے لیلیٰ سے کہ اے لیلائے لاثانی
 وہ اندائیں عدد دے دیں نہ چھوڑا چار کچھ باقی
 سچے صافی میں رازِ دہرائیں تجھ کو دکھلا دوں
 نہ لوحِ سینہ حلقہ سے دید و نقشِ غم دھونا

مرا ز صہل تو گر زانکہ دسترس باشد

کسی کے صہل پہ حاصل جو دسترس ہو جائے
 بس صرف ایک نفس ہو یہاں جو یار کے ساتھ
 عجیب کیا ہے ہجوم عاشقوں کا چوکھٹ پر
 نہیں اُمیدِ نجات اُس غریق کی جس کو
 ہمارے قتل پہ ناحق اٹھاتے ہوشِ شیر
 جو دستِ بخت ہی کو تہ تو کیونکہ ہاتھ لگے
 اس اپنے دل کا ہر ایک پورا ملتس ہو جائے
 تو حاصل دو جہاں وہ ہی ایک نفس ہو جائے
 جہاں شکر ہو وہیں مجمعِ گمس ہو جائے
 بلائے غنم بھی ایک لطمہِ پیشِ پس ہو جائے
 کہ نیجاں ہیں ہمیں ایک کرشمہ بس ہو جائے
 وہ قد ہے سر و بھلا کیسے دسترس ہو جائے

وہ لطف بادِ رنگیں وہ صحبتِ جاناں !
گلے کا ہر ہی حافظہ نہ یہ ہوس ہو جائے

میرنم ہر نفس از دستِ فراقت فریاد

ایک دم ہجر میں تہمتی نہیں دل کی فریاد
کیا کریں کیا نہ کریں : مالہ و فریاد بھی اب
روز و شب غصہ و غم کھاتے ہیں کس طرح نہ کھائیں
جب سے تو آنکھ سے مجھ سوختہ کی ہے او جھل
ہر ہلک سے یہاں سو بلکہ ہوا قطرے ہیں
روز و شب حافظ بے دل ہو تیری یاد میں غرق
حیف گر تجھ کو یہ نالے نہیں پہنچاتی باد
حالِ فرقت ہیں وہ پہنچا کہ ہو دشمن کا مباد
دور رہ کر ترے دیدار سے رہ سکتے ہیں شاد ؟
دل نے کیا کیا نہ سکے چشمہ خونیں ایسا باد
خوں ہو جاتا ہر دل ہجر کے ہاتھوں فریاد
تو ہے اُس بندہ دل خستہ سے کُلا آزاد

مژدہ لے دل کہ دگر باد صبا باز آمد

مژدہ اے دل کہ چلی باد صبا پھر آئی
نہن داؤد میں ہے مریخ چمنِ نغمہ سرا
لالے کی ناک میں نئے بے نشیں نسیم
کون دانا ہے کہ سمجھے وہ زبانِ سوسن
واہ کیا بختِ خدا داد کے ہیں مجھ پر کرم
کس قدر روئیں تجھیں آنکھیں مریخی قافلہ کو
ہر خوش خبر از دستِ صبا پھر آئی
لو! سیلانِ گل آ یا ہسہ : بند پھر آئی
اپنے سودائی کو پلانے دو! پھر آئی
کیا سمجھ کر تھی گئی سوچ کے کیا پھر آئی
یاد بچوے سے آسے راہ و وفا پھر آئی
اے خوشاد دل میں وہ آواز دہرا پھر آئی

ہم نے بیانِ سکنی کی تھی۔ گنہ حافظ نے

صدقے رحمت کے۔ وہ سب بھلا پھر آئی !

مردہ اے دل کہ میخانفس می آید

مردہ اے دل کہ میخانفس اک آتا ہے
 درد و غم سے نہ کر اب نالہ و فریاد کہ شب
 میں ہی اس دادی امین میں نہیں، ہوئی بھی
 کون ہے جس کو ترے کوچے میں کچھ کام نہیں
 ہے کہاں منزل مقصود، یہ معلوم نہیں
 حال اس باغ کی بلبل کا نہ پوچھو ہر دم
 ہم بھی ہیں طالب یک جرم اے میخانہ دل
 دوست گر پُرسش بیمار کو آنا چاہے
 دوست کو شوقِ سکارِ دل حافظِ دانشدا
 جن کے ہر دم میں دمِ عطر بس اک آتا ہے
 خواب دیکھا ہے کہ فریاد رس اک آتا ہے
 نور کرنے کو یہاں مقبلس اک آتا ہے
 ایک جاتائے دل میں ہو س اک آتا ہے
 گرچہ نزدیک سے شورِ جرس اک آتا ہے
 نالہ توڑے ہوئے تا نفس اک آتا ہے
 جو ہے یہاں اپنا لے ٹمس اک آتا ہے
 ے ہی آنا آسے اب تک نفس اک آتا ہے
 مارنے کے لئے شاہین گس اک آتا ہے!

مرا برندی و عشق آن فضول عینے

وہ عشق و برندی کے میرے فضول عینے
 کسی کا صدق و محبت نظر میں رکھا نہ عیوب
 ہوا وہ رہزنِ اسلام غمزہ ساقی
 کلیدِ گنجِ سعادت ہے اہلِ دل کا قبول
 نہ سونگھنے کو بھی پائے گی جو گر نہ یہاں
 گدڑ یا دادی امین کا کا نیاب نہ ہو
 جو اس جہان میں دعوئے علمِ غیب کرے
 تلاشِ اوروں کے خود بے ہنر ہی عیب کرے
 کہ اجنباب تو صہا سے اب صہیب کرے
 خدا کرے نہ کوئی اس میں ٹکڑی کرے
 ہائے میکہ سے میں لالہ رنگِ حیب کرے
 کئی برس نہ اگر خدمتِ شعیب کرے

سور لاتی ہے حافظ کی آپ بیتی بس شباب کا نہ بیاں اب بوقتِ شیب کرے؟

مسلماناں مرا وقتے دے بود

مسلمانو کبھی اپنے بھی دل تھا	وہ جس سے شور و شکل میں مبتا
بڑا ہمدرد، دانا، مصطحت ہیں	کہ پشتیبانِ جملہ اہل دل تھا
جو گھڑتائیں کبھی غم کے بھنور میں	کنارا پھر بدولت اُس کی بتا
ہوا مجھ سے وہ گم اُس کے نکالیں	وہ منزل جس میں دامنِ دل کا کھتا
پریشاں ہے جوابِ مجبورِ دل	کبھی اک کارواں اس سے نکل تھا
مجھے خود عشق نے تسلیم دی تھی	برے فکروں پہ سرِ مغل کا ہتا
ہنر بے عیبِ حراماں مان لیتے	گدا محروم تر گر مجھ سے ملتا
گھر بھی آنکھ سے برائے لیکن	عوضِ حاصل کے، ہر گھر بگل تھا
نہ کہنا ہے حافظِ نکتہ داں ہے	جو کہتے سخت جاہل تب تو کھلتا!

مطرب عشقِ عجب سازِ دلوائے دارد

مطرب عشقِ عجب سازِ دلوائے رکھتا ہے	جو سنو قول و غزل دل میں ہی جا رکھتا ہے
بنو نہ اس نغمہِ عشاق سے دُسیا خالی	کیا خوش آہنگ روانِ بخشِ صدر رکھتا ہے!
زورِ زہرِ پیرِ بلا نوش کے کچھ پاس نہیں	ایک عطا بخشِ خطا پوشِ صدر رکھتا ہے
مدل سے دور نہ ہو پوچھ لے گر حال کبھی	شاہِ ہمایہ خود ایک گدا رکھتا ہے
دل کی خاطر ہے ضرور می یگس قدر پرت	سب ہوا خواہوں میں ایک ہما رکھتا ہے

انک خونیں جوبلیوں کو دکھایا۔ بوسے
 چھوڑ دے شوقِ ستم غم سے بہرہ میں
 مرضِ سخت ہے جانور دوار کھتا ہے
 ہر عمل اجر ہر ایک فعل جزا رکھتا ہے
 شادی اُس چہرے سے پائیں صفا رکھتا ہے
 اب ترے لب سے شہاچٹم دعا رکھتا ہے
 فاطمہ حافظِ درگاہِ نشیں نے پڑھ لی

معاشرہ گروہ از زلف یار باز کیند

جو پیش راں ہوں گوہ بند زلف باز کریں
 زبے یہ محفل اُنس اور مجمعِ احباب
 شبِ وصال ہے کم اُس کو یوں دراز کریں
 وَاِنْ يَكَاذِبْطَرِیْہِیں پڑھ کے دروازہ کریں
 سنو بہ ہوش جو ارشاد اہلِ راز کریں
 ادا جنازے کی اُس کے ابھی نماز کریں
 اگر وہ ناز کرے چاہیے نیسا ز کریں
 جو اعتمادِ بر الطافِ کار ساز کریں
 بلا ہے صحبتِ ناجنس۔ احتساب ز کریں
 حوالہ لبِ جانانِ دل نواز کریں
 نہ ہو جو زندہ عشقِ اس جگہ۔ مرافقہ
 بہت ہے فرق۔ کجا عاشق اور کجا مشوق
 بجانِ دوست کہ غم پر وہ در نہ ہو اُن کا
 سنو یہ پیرِ میناں کی نصیحتِ اول
 گر آئے آپ سے انعام مانگنے حافظ

من انکار شراب۔ ایس چہ حکایت باشد

میں اور انکارے کیسی یہ حکایت ہوگی
 میں نہ تقارہ رہا زہنِ تھوئے راتوں
 اب بھی مجھ میں سمجھ اس کو تو کفایت ہوگی
 کیا سنو اربابِ ہونی۔ میری منی حکایت ہوگی
 جو سلوک اب وہ کوسے عین رعایت ہوگی
 بندہ پیرِ میناں ہوں کہ بنایا غافل

راہ میخانہ نہ جانی کبھی تا غایتِ کار
در نہ کہتا جو برے دیں کی نہایت ہوگی
راہِ رندی پہ جو زارہ نہیں مخدوری ہے
عشق کیا ہو گا نہ گرنیک ہدایت ہوگی
زاہد اور عجب و نمازا اپنی یہستی و نیاز
کس پہ اب دیکھئے وہ چشمِ غنایت ہوگی
اگر گئی نیند مری سن کے حکیم اور یہ کہے
حافظا تو نے اگر پی تو شکایت ہوگی

من صلاح و سلامت کس این گماں برد

صلاح و تقویٰ کا مجھ پر کوئی گماں نہ کرے
خراب و رند سے یہ خوش گمانیاں نہ کرے
یہ کبلی کس لئے شانوں پہ میں نے ڈالی ہے
بغل میں رہتی ہے بول کوئی گماں نہ کرے
یہ غرہ علم و عمل پر بس اسے حکیمِ رماں
معاف حکمِ قضا تو کسی کی جاں نہ کرے
نہ ہو فریبتہ رنگ و بو چڑھاے قہرِ
کہ دفعِ غم کوئی شے جز سہنماں نہ کرے
خوار آنکھ سے رہ پاس بان زراے گل
رکھ اعلیٰ طہیں سرتہ پاسباں نہ کرے
سخنِ سرائی سخنوں کے سامنے حافظا
دُور اور محل کوئی نذرِ بکسر کاں نہ کرے

معاشران ز حریفِ شبانہ یاد آرید

ہو عیشِ رازِ حریفِ شبانہ یاد رہیں
عقوقِ بندگیِ غلصانہ یاد رہیں
بگاہِ سرخوشی یاد آئیں فاتحِ کشمیر بھی
بجلیں جو نرم ہیں چنگِ چخاند یاد رہیں
نہ بھولیں جبکہ مردوں سے ہکتا رہو تم
جو حمدِ دوستی ہیں درمیانہ یاد رہیں
غدارِ ساتی پہ جھلکے جو سُرخِ بادہ
پے جو قصِ سرود و ترانہ یاد رہیں
سمندرِ دولت اگر چہ دکھائے منہ زور
پیادہ پا بھی کہہ تازیانہ یاد رہیں

نہ ایک دم کبھی کھایا غم و فاداراں یہ بیوفا تیاں دُور زمانہ یاد رہیں
نگاہِ محبت لے ساکنانِ نریم حضور یہ حافظ اور وہ درقا تسانہ یاد رہیں

ہمرازِ دل بدر کرد کہ کر دیار کرد

ہمرازِ دل بدر کرد کہ کر دیار کرد خستہ یہ حالِ دل مگر کس نے کیا کہ یار نے
ایک سے ایک نوحہ ہوتا تھا دن مرا بسر رات سے دن سیاہ تر کس نے کیا کہ یار نے
غمزے کی لہر پہنچی نگاہ، جان بھی ساتھ لے آٹا آہ ضرر پہ یہ ضرر کس نے کیا کہ یار نے
سُن کے یہ مجھ سے لے تم، بوسہ لے مجھے نہ لڑا ہونٹ بنا کے لبِ کمر کس نے کیا کہ یار نے
میں تو تھا بھولا بے خبر، لے کے دل اور مال لڑا پھر بفریب قصد سر کس نے کیا کہ یار نے
شب کہ قریب تھی سحر نشہ میں چورِ بخیر حدِ کلام سے گزر کس نے کیا کہ یار نے
بچ میں خونِ دل، جگر، دیدہ بھی اُسکے ستار ظلم یہ حافظ آپ کس نے کیا کہ یار نے

نقد ہار ابو دآیا کہ عیا سے گیند

کس کے کھوٹا کھرا یار دل جو بائے دکھیں ہر طرف خالقہ والے پھریں ماسے دکھیں
مصلحت اب یہ نظر آتی ہو دل کو کہ عزیز چھوڑ سب کچھ کسی طرے کے طرائے دکھیں
زلفِ ساتی تو بھلی ہاتھ لگی یاروں کے گر فلک سے نہ بدی دست ہما سے دکھیں
ہائے یہ ترک بچے، خوں پہیں کتنے بیباک ہر پل ایک صید کریں تیر ہی ماسے دکھیں
رقصِ ہنر تر و نالہ نے خوب، پہ واہ ہاتھ میں ساعدِ سپین بھی تمہا سے دکھیں
نہ بہا نقوی، کہ گواہِ حبت لیں خواہاں تنہا گھیر لیں بل کے اگر یکہ سوار سے دکھیں

زاریغ بے شرم کا گلِ روند کے چلنا دیکھا دامنِ خار میں بلبل کے گزوارے دیکھیں
 خاکِ پاینے کو سرے کے لئے اہلِ نظر مدّتوں راہِ تیری پاؤں پسائے دیکھیں
 حافظِ بنائے زماں بچتے ہیں مسکینوں سے ایک دن ان کو بھی ہم آج کناہے دیکھیں

نقدِ صوفی نہ ہمہ صافی و بغیش شد

جتنے صوفی ہیں نہ سب صافی و بغیش ہوں گے کتنے جتے ہیں کہ بس لائقِ آتش ہوں گے
 کس لئے جائیں کسوٹی پہ بہت اچھا ہے رومیہ نکلیں گے تپ کر جو نہ بغیش ہوں گے
 مست ہیں صبحِ دینے میں ہمارے صوفی ! دن چھپے دیکھنا حضرت کو ہی بخش ہوں گے
 ناز و نعمت کے پلے چل نہ سکیں گے دو قدم گامزنِ عشق میں ہم رندِ بلاکش ہوں گے
 نقشِ بر آب دکھائے گا جو خطِ ساقی سب یہ رخسارِ بنو عتقا بہ منتش ہوں گے
 غمِ دنیا نے دنی کب ملکِ آخر سے نوش ؟ حیف دانش پہ جو انا بھی شوش ہوں گے !
 لے گیا دن و صبح ابھی سمجھ بادہ فروش جامِ دینے پہ جو حافظ ہی ہوش ہوں گے

نہ ہر کہ چہرہ برافروختِ دلبری داند

نہ بنِ تنور کے چہ چاہے وہ دلبری جانے نہ رکھ کے آئینہ ہر ایک سکندری جانے
 کلاہ کج جو رکھے اتن کے شان سے بیٹھے ضرور کیا کہ وہ آئینِ سروری جانے
 ہزار ہاں سے باریک مکتے ہیں، سمجھ منڈا کے سر نہ قلندرِ قلندری جانے
 بقیہ و چہرہ جو دنیا میں شاہِ خواہاں ہو جہان جیت لے گردا دگستری جانے
 وفاؤں پر بھلی ہے، اگر کوئی سیکھے ستم کا کیا ہے کہ ہر ایک شگہری جانے

غلام ہو جائے اُس پختہ خام کے جو یہاں
نہ بندگی میں لگا کوئی شرط مزدوری
بہائیں دیدہ وریا میں اپنے خود - لینا
اڑا دیا دل دیوانہ خاک میں سمجھا !
لگوٹس نقطہ بینش میں اُس کے خال کی ہو
ہو شعر و لکش حافظ سے خوب وہ آگاہ
لگوٹ باندھ لے پر کیمیا گری جانے
اُسی پہ چھوڑو وہ خود بندہ پروری جانے
جو اس محیط میں یار و شناسا درمی جانے !
کہ آدمی کچھ کیا شیوہ پر می جانے
یہ قدر جو ہر ایک دانہ جوہری جانے
لطیف طبع ہو شاعر ہو اور درمی جانے

نیت در شہر نگارے کہ دل مابہر د

شہر میں ایک نہیں دل جو ہمارے جانے
ہے کوئی مست ہے ناز کہ جس کے آگے
دل کو پیروں کا بنایا ہے اکھاڑا شاید
منزل عشق کیں گہ ہے کمانداروں کی
سحر فاقہ نہیں اعجاز پہ دگدگایا ہے
بھائیں بھائیں سے نہ پھڑکے کی پھڑکنا یا رو
بانگیاں دیکھتے ہیں تجھ کو خرواں سے نافل
رہزن و ہر نہیں خواب میں ہنسیا رہیں
جام فیروزہ سے سد رہ غم ہے نہ پھینک
علم فضل آہ یہ چالیں برس کی پونجی
نرگس مست وہ گرجاں کو آئے حافظ
نخت یاری کرے رخت اور کسی جانے جانے
عاشق سوختہ دل اپنی تمنا جانے جانے
آن نکلے کوئی از بہر تماشا جانے جانے
جی سمجھ دار بھی خطروں سے بچانے جانے
سامری گرد ہو، بازی بد بھیا جانے جانے
نور خورشید کو کیا منہ ہے سہا کالے جانے
آئے ایک روز وہ تیرا گل رعنا جانے جانے
اگر امروز نہ لے جانے تو فردا جانے جانے
تجھ کو غم کا نہ بہا کر کوئی ریلے جانے جانے
ڈر ہے بیکشت نہ سب نرگس شہلا جانے جانے
خانہ تن سے نکل کہہ دے کہ اچھا جانے جانے

نفس برآمد و کام از تو بر نمی آید

دم آیا لب پہ مگر کام بر نہیں آتا
 تمام ہوش کے جو کھنکھنوں میں لہجہ حیات
 سو وہ دیکھ کے خوش رہا پڑا تھا زلف میں
 قدر بلند جب تک کنار میں آئے
 کما حق سے چوڑے ہزار تیر و ما
 ہزار باتیں نسیم سحر سے کہنی ہیں
 یہ خواب طالع خفہ بسر نہیں آتا
 نکلنے پر ہی یہ جنجال پر نہیں آتا
 جو اس غریب کی اب دے نہیں آتا
 نہالِ نحت میں برگ و ثمر نہیں آتا
 علاج کیا کہ کوئی کارگر نہیں آتا
 پہ نصیبی سے وقت سحر نہیں آتا

کٹنا مسکا ایک لٹی سی سطر اور حافظ لے اپنی راہ جو اتنا بھی کر نہیں آتا

نسبت رویت اگر با ماہ و پریں کردہ اند

لوگ اس کو ہم شبیہ ماہ و پریں کرتے ہیں
شتمہ ہے ایک داستانِ عشقِ شور و انگیز کا
خاک کوٹے گلرغاں میں ہے وہ بوسے جالفر
خاکساروں کو نہ دیں گے جرّے کا اس اکرام ؟
شہرِ زاغ و زغن کو کیا کریں گے صید و قید
ساقیائے دے کہ کیا حکمِ ازل سے پیش جائے
کاسہ زمناں کی مٹی کو حقارت سے نہ دیکھ
عقل سے بیگانہ ہو کر کچھ لے آغوش میں
تیر مژگان و ادا و غمزہ جساؤ وہیں کیا
ایک بتا سہ تھا مراحق، ہونٹ تیرے کھا گئے
شعلہ رخسارِ رنگیں سے یہ شاہِ دمبدم
شعرِ حافظ ہیں جو کیسے مدح احساں آپ کی

شکل تو دیکھی نہیں نسبت یہ یوں نہیں کرتے ہیں؟
جو بیانِ الفتِ فرا و دشپریں کرتے ہیں
جس سے اہل دل شامِ عقلِ تمکین کرتے ہیں
ظلم تو دیکھو جو ہر عشاقِ مسکین کرتے ہیں
یہ تواضعِ درختِ شہباز و شاہیں کرتے ہیں
کون ہلے خودِ بدولت جس کو تعین کرتے ہیں
ہیں یہی جو خدمتِ جامِ جہاں ہیں کرتے ہیں
عقل ہی کو عقدِ دختِ زرین ہیں کرتے ہیں
جو ستمِ زلفِ سیاہ و خالِ تمکین کرتے ہیں
کیا یہی انصاف سب لبِ ہائے شیریں کرتے ہیں؟
ہمچھید کر دل زاہدوں کے رخنہ دہیں کرتے ہیں
لطف سے سنتے ہیں لبِ داد و تحسین کرتے ہیں

واعظاں کیں جلوہ بر مخراب و منبری کنند

یہ جو داعظ جلوہ گر مخراب و منبر کرتے ہیں
صدرِ بزمِ وعظ سے پہنچے یہ کوئی ماجسرا
خلوتوں میں جا کے خود برعکس و دیگر کرتے ہیں
تو بہ فرا کس لئے خود تو بہ کتہہ کرتے ہیں؟

کیا یقین ان کو نہیں پیش کار و ہوش کی
 بیعت پیرِ مغان ہوں جس کے درویش غنی
 کھانا ٹکڑے خانقہ کے چل ذرا دیر مغان
 ہیں سوار اپنی خربت پر وہ نو دولت تمام
 ہائے اس دنیا کے صرافان گوہرِ ناشناس
 خانہ دل منزلِ جاناں ہے خالی کیجئے
 ہو دریا خانہ یہاں آئیں نلک پڑھتے درود
 حن بے پایاں جہاں تک قتل بے پایاں کسے
 عرش سے ایک شور سانس کر سحر دل نے کہا

داورِ عشرت سے بھی ظالم چلتے کرتے ہیں
 ہو خزانہ بھی تو فوراً خاک بر سر کرتے ہیں
 دیکھ پانی ہی پا کر کیا تو نگر کرتے ہیں
 جو خود پر بندگان ترک و استر کرتے ہیں
 دمدم گنگی کو موتی کے برابر کرتے ہیں
 آرزو ہائے دگر ہم تم کو باہر کرتے ہیں
 اس مکاں میں طینتِ آدم نخر کرتے ہیں
 پھر قلم ہو کر نو خالق کے سر کرتے ہیں
 شہرِ حافظ کے فرشتے بھی تو زبر کرتے ہیں

ہر کہ شد محرم دل در حرم یارِ بماند

محرم دل جو بنا در حرم یار رہا
 دل نے کی پردہ درسی اپنی برا کچھ نہ کیا
 صوفیوں نے تو ہر ایک چیز چھپالی اپنی
 خرقہ پوش اور بھی سب متھے گئے گور
 وہ جو ایک لقمے سے عیب چھپا لیتا تھا
 ہرے لعل جو اس جامِ لبور سے ملی
 نعرہ عشق سے خوشتر نہیں آہنگ کوئی
 از ازل تا بہ اب کون کسے چاہتا ہی

غیر محرم جو رہا بر سرِ انکار رہا
 بلکہ اچھا کہ نہ در پردہ پندار رہا
 خرقہ میرا اگر دُخا نہ خنار رہا
 چرچا میرا ہی سہر کو چہ و بازار رہا
 رہن سے کو جو چلا دوش پہ زنا رہا
 جوئے حسرت بنی اور دیدہ گبر بار رہا
 گو بختا اس سے سدا گنبدِ دوار رہا
 داد دے دل کی کہ یہ تیرا خیر رہا

صورت ہیں جو نبی جن پہ تیرے حیراں
اُس کا قصہ بھی رقم بردر دیا رہا
تیری آنکھوں پہ پڑا دیکھ نرگس بہار
طرز کو اُن کی تو پہونچا نہیں بہار رہا
دل جو زلفوں کے تماشہ کو گیا تھا حافظا
پھر نہ آیا کبھی تا عمر گرفتار رہا !

ہر آنکو خاطر مجموع دیارِ نازنینِ ارد

میسر جس کو اطمینانِ دیارِ نازنین ہوگا
جنابِ عشق کی درگاہ ہے وہم و عقل سے بالا
نہ کمتر جان اے منعم ضیعفوں اور فقیروں کو
بجز آچل توانائی نہ برزے زیں اتنی
بلاگردانِ جان و دل و عاے سمنداں ہو
ذرا میری بھی کہ دینا صبا اُس شاہِ غواں سے ق
سب لعل و خط شکلیں کہ وہ یہ بھی رکھے وہ بھی
وہاں تنگ و شیریں حلقہ ٹہریلیاں ہے
جو فرمائے نہیں حافظ سا اچھا بندہ مغلس
سادت بر جبین دا بنم خوش ہمتیں ہوگا
کرے گا آشاں بوسی چو جاں آتیں ہوگا
صدارت پر جہاں ہوگا فقیر رہ نشیں ہوگا
تو انا تجھ سا کیسا کیا ناتواں زیرِ زیں ہوگا
نہ ہوگی خیر جس حرم سے خارج خوشہ ہیں ہوگا
جم و سے سا ہر ایک جس کا غلام کتریں ہوگا
جو یہ دونوں رکھے میرے بواکس کا حیں ہوگا
جہاں بھی لا عالم اُس کے سب زیرِ نگین ہوگا
کہیں اُس سا سلطانِ گدائے رہ نشیں ہوگا

ہر آنکہ جانبِ اہل وفا نگہ دارد

جو کوئی جانبِ اہل وفا نگہ رکھے
نہ چاہتا ہو جو محبوب سے جدا ہونا
بکہ نہ دوست کی باتیں سوائے حضرت دوست
ہر ایک حال میں اُس پر خدا نگہ رکھے
کہو علاقہ دل کو خدا نگہ رکھے
کہ رازِ یار کا یا ر آشنایا نگہ رکھے

وہ بات کیجئے پیداکہ پاؤں گر پھلے فرشتہ کہہ کے سنا بسملہ نگہ رکھتے
نہیں وہ دل کا نگہاں نہیں گلہ اس کا کہ دست بند ہے عاجز خدا نگہ رکھتے
صبا جو زلف میں ہلکا ہوا وہ دل پائے تو ڈانٹ دینا کہ گرتا ہے جا نگہ رکھتے
غبارِ رہ ترا پائے گم آنکھ حافظ کی بچا کے چشم نسیم دھبہ بانگہ رکھتے

ہر کر ابا خط سبوت سر سودا باشد

سریں اپنے جو خط سبز کا سودا رکھتے پاؤں اُس دایرے سے بڑھ کے نہ حاشا رکھتے
لالہ ماں حشر میں نکلے گی لمحہ سے یہ جہیں داغ سودا ترا ایک جائے سودا رکھتے
نخلِ مرد و تری زلف کا دایم قائم ! کیا ہی اس چھاؤں میں تکیں دل نیدار رکھتے
گہ ہم آہنگ دل آپر دے سے باہر چپ جا کہ نہ پھرو جہ ملاقات کی پیدا رکھتے
کب تک اسے دتر گراں مایہ روا ہو تجھ کو کہ رواں دیدہ مردم سے یہ دریا رکھتے
دیکھ لے ہر بے تر گراں سے رواں میں نہیں تو جو کچھ میل لب جو تماشا رکھتے
یوں نہ حافظ کی طرف آنکھ اٹھئے مکمل سے سرگرافی بھی تو کچھ گر گس شہلا رکھتے

ہر کہ او یک سر مو پند مرا گوش کند

یک سر مو جو مری مانے کوئی گوش کرے حلقہ زلف مانے اور زیب بنا گوش کرے
مانے جو مقصد آہنگِ دل اپنا اُس کو پھانک لے خاکِ بیاباں کو نیکر نوش کرے
جو کبھی دوش بدوش اُس کے تو دل کیا پچا بارِ جاں اُس پہ رکھے خود کو سبکدوش کرے
اس لئے پیچ و خم و تاب ہیں اُس گیسو کو کہ نکلے میں دلِ عاشقِ بد ہوش کرے

مندیں لالہ دگل کی ہیں بچھائی رُخ نے
نرگس و سوسن دگل جوش پہ ہیں گلشن میں
دل حافظ میں ہیں گو سینکڑوں فریقے گلے
سمن ان سبوں پہ سبیل کو ہم آغوش کرے
تو آغیوں آن کے ایک حُسن سے خاموش کرے
دیکھ کر تجھ کو مگر جملہ فراموش کرے

ہر گزم ہر توار لوح دل جاں نرود

چاہ تیری نہ کبھی مرے دل و جان سے جائے
تیری آفت دل و جان میں ہو وہ گہری بیٹھی
دل سرگشتہ سے باہر یہ خیال رُخ و دست
دل مسکین پہ جو ہے غم کا یہ بھاری پتھر
عہد پوہد ازل زلف سے ہے تا بہ آبد
دل ہے درپے جو حینوں کے تو مندوری سے
چاہتا ہو جو نہ حافظ کی سی سرگردانی
یاد اے سرو خراماں نہ تری و حیان سے جائے
سر چلا جائے سٹے دل سے نہ یہ جانا سے جائے
نہ جنائے فلک و گر و شب دوران سے جائے
ہو نہیں سکتا ٹلے یا کسی عنوان سے جائے
منحرف ہو کے نہ دل اس خط فرمان سے جائے
درد و مٹ جائے کسی کا تو وہ دران سے جائے
دل حینوں کو نہ سوچتے کبھی تا جان سے جائے

ہوس باد بہارم بہ سوئے صحرا برو

ہوس باد بہارم سوئے صحرا لے جائے
لے اڑے آنکھ تیری دل کو ہر ایک پہلو سے
رہزنی غمزہ کرے ترک کماں ابرو کا
خوش ادھر دست طلب سلسلہ شوق بیٹے
دل سنگیں کو بھی گر یہ نے مری ٹھیل دیا
صبر خوشبو کا تری آن کے بھوکا لے جائے
ایک میسر ادل بیمار نہ تنہا لے جائے
لوٹ کر ہندوئے سر و سہی بالا لے جائے
دے ادھر لنگر غم عقل کو دھکائے جائے
کن چٹانوں کو بہا پانی کا ریلے لے جائے

لگ کے منہ جام کو ہو دھوئی جہاں بخشی حیف
آبروئے لب جہاں بخش میمالے جائے
بحث حافط سے نہ کر خوش نفسی میں مہل
آگے طوطی کے نہ تو اپنا یہ غوغا لے جائے

بنو لیس دلا بیار کا غد

لکھ اُس کو اٹھا کے یار کا غد
بھیج ایک سوئے آن بگارا کا غد
اُس شوخ کو جا کے مے صبا تو
لکھے جو یہ بے قرار کا غد
ہرگز نہیں دیگا وہ جواب ایک
لکھے اُسے گر ہزار کا غد
نام اُس کا لکھا تھا کیوں رہتا
برصغیر روزگار کا غد
نکھ حافط دلا لگا کر کو جسد
از راہ کرم بگارا کا غد

یاد باد آنکہ نہایت نظرے بامابود

یاد ہو گا کہ نظر مجھ پہ تیری کیا کیا تھی
مہربانی تری، صورت سے مری پیدا تھی
یاد ہو گا کہ تیر تو تھی ہی قاتل
لب کی شیرینی بھی اعجاز میں ایک عیسیٰ تھی
یاد ہو گا کہ کلہ کی مے پاند نے جب
ایک جہاں گرد مہ نو بھی رکاب پا تھی
یاد ہو گا کہ ریح روشن تھے ترسے شمع طرب
جان دل سوختہ پروانہ بے پروا تھی
یاد ہو گا کہ ادب و خلقت کے آن جلوں میں
مادی خندہ مستانہ فقط صہبا تھی
یاد ہو گا کہ قدح نعل وہ جب ہنسا تھا
بحث تیرے لب لعلیں سے مجھے کیا کیا تھی
یاد ہو گا کہ صبحی زدہ ہوتے تھے ہمیں
جلس اُن میں یا ذات خدا مینا تھی
یاد ہو گا کہ میں ایک مست خرابا تھی
اب میسر نہیں جو شے مجھے تب پیدا تھی

یاد ہو گا تیری صلاح سے ہوتی تھی درست نظم ہر گز ہر ناسفۂ حافظہ، ساتھی!

یاد باد آنکہ سر کوئے تو ام منزل بود

ہائے وہ دن کہ ترے کوچہ ہی میں منزل تھی خاکِ در سے تری آنکھوں کو ضیا حاصل تھی
سوسن و گل کی طرح پاک تھی باہم صحبت لب پہ آجاتی تھی میرے کہ جو تیرے دل تھی
مسالت کرتا تھا دل پر خرد سے اکثر عشق سے ہوتی تھی حلِ عقل کو جو مشکل تھی
آہ اس دام کہ دہر کے یہ تجر و دستم! ہائے کس عیش و تنعم کی بھری محفل تھی!
دل یہ کتنا تھا کہ بے دوست حیوں کا نہ کبھی دل کا کتنا بھی مری سی بھی سب باطل تھی
یاد اجاب میں کل شب میں خرابات گیا خم بھرا خوں سے ملائے بھی یہی در گل تھی
وڈرا ہرست کہ معلوم ہو کچھ وجہ فسق عقل سے پوچھا تو ایک مفتی لایقِ قیل تھی
بیج یہ ہے، دولتِ فیر ذرہ بڑا ساقی تھی تو رخسندہ مگر دولتِ متعل تھی
یاد ہے مقررہ کبابِ حسراں حافظہ! کیا ہی، چھٹا ہے جو شاہینِ فضا نفل تھی

یاری اندر کس نمی بلیتم یاراں اچہ شد

کیا ہوئی یاری تمہاری؟ تم کو یاد کیا ہوا دوستی کیوں مٹ گئی؟ لے دوستار و کیا ہوا
آپ جواں میں سیاہی ماجرا کیا ہے فیضِ خونِ شاخِ گل سے پکا نوہار و کیا ہوا
گلِ ہزاروں کھل گئے ہولی نہر کو غلیب کیا ہوا اے عندلیبو! اے ہزار و کیا ہوا
نعل ایک کانِ مروت سے نہ نکلا ان نوں ہنر و مہ اسے نعل کے مہمت گزار و کیا ہوا
زہرہ کیوں بے ساز ہو گیا جل گیا اس کا تار؟ ذوقِ مستی کیوں فنا ہے مے گسار و کیا ہوا

کر نہیں سکتی زباں اسرارِ حقی دوستی
گوئے توفیق و کرامت ہو پڑی میدان میں
حق شناسی پر پڑی کیا حال یار و کیا ہوا
مردِ میدان ہو نہ کوئی شہسوار و کیا ہوا
حافظ اسرارِ الہی سے کوئی واقف نہیں
حالِ عالم کچھ نہ پوچھو، دم نہ مار و کیا ہوا

یک دو جام دی سحر کہ اتفاق افتاد بود

صبح ایک دو جام پی کر اتفاق ایسا ہوا
شاہدِ حمد شباب آہی گیا مستی میں ہاتھ
پنی لب ساقی سے بھی سے اور مذاق ایسا ہوا
چاہی رجوت میں نے واں نکلی طلاق ایسا ہوا
گوشہ گیری ساتھ چشمِ مت کے پائی حال
زورِ طاقت ہی خم ابرو سے طاق ایسا ہوا
دو کوئی تبیینِ خواب ایک صبح میں اور آفتاب
خوابِ سیریں میں تھے دونوں ہم مذاق ایسا ہوا
خوب کی سیرِ طریقت یہ نہ پائے ایک جا
عافیت کا دیدہ بازی سے فراق ایسا ہوا
کارِ ملک دیں شہ تیکھے نصیر الدین سے
بن گیا بگڑا ہوا نظم و نساق ایسا ہوا
شوقِ پرتو لے تھا یہ نظم پریشان ام تھی
اس کے کھتے لکھتے حافظ اشتیاق ایسا ہوا

یارم چو قدح بدست گیرد

گر یار قدح بدست لے لے
دیا میں پڑا ہوں مثلِ ماہی
بازارِ تہاں نکلتے لے لے
قدحوں میں گر اہوں زار ہو کر
مجھ کو بھی لگا کے شست لے لے
دیکھو آنکھ بچا کر سے قحط کو
شاید کہ وہ سر بدست لے لے
قبضے میں یہ اپنے مت لے لے
وہ شاد رہے جو مثلِ حافظ
ایک جامِ است لے لے

الاے طوطی گویائے اسرار

سنا اے طوطی گویائے اسرار
 رہے سر سبز و خوش و خرم ہمیشہ
 سخن سر بستہ کنادوستوں سے
 چھڑک بھر کر مرے منہ پر گلابی
 غضب کا راگ چھڑاؤنے مطرب
 بلا دیئے میں کیا ایون ساقی
 خرد ہر خند نقد دو جہاں ہے
 سکندر کو نہ دیں ایک بوند پانی
 نہیں کچھ ہرج دروہل کو سن لے
 نہ ہشیاروں پہ کھول اسرار مستی
 بُت چینی عدوئے دین دل ہے
 کیا کار خدا بندوں کے حق میں
 طفیلِ دوست سلطانِ منصور
 رہے بیٹھی ہمیشہ تیسری منہار
 دکھایا تو نے گلزارِ خطِ یار
 خدا کے واسطے کہ کھول کر یار
 کہ نعتِ خواب آلودہ ہو بیدار
 کہ نایاب اٹھے ہیں دویست دُشیار
 کہ سرباقی ہے یاروں کا نہ دستار
 نہیں کچھ پیشِ عشق کیسیا کار
 نہ زہر کچھ کام دے اُس کا نہ تلوار
 ہیں ایک دو حرفتِ با معنی بیار
 نہ واقفِ روح سے ہو نقشِ دیوار
 دل و دین کا خُدا حافظ و نگار
 الہی دُور تجھ سے جملہ آزار
 ہوا حافظِ علم و نظمِ انصار

اے بادِ شکیو بگزِ رسوئے آن نگار

چل بادِ شکیو وہیں جس جا ہو وہ نگار
 اور اس سے کہہ کہ - اے نہرِ نامہربانِ من
 ایک سوئے زلفِ کھول کے لا تازہ بُوئے یار
 آ جا کہ موت سے بھی اشد تر ہے انتظار

دل دے کے، جہاں سے تیرا خرید و عشق ہوں
 بھولے زمانہ۔ تو نے مگر کیوں بھلا دیا
 اے دل ! نہا بیٹے غم ہجر ایں صبر سے
 دل کو خیال یار پہ تو اختیار ہے
 ہونے نہ دے مجھے تو غم ہجر کا تسکار
 ہے ہے نہ دل سے یار و خدا دار کو آمار
 اے دیدہ ! رہ نہ گریہ خونیں سے یوں نزار
 مانا کہ یار پر نہیں کچھ دل کو اختیار
 اے یار صبر سے ہے جہاں کو ہی کب قرار
 حافظیہ تاکجا غم ہاں جہاں عزیز؟

اے بُرن گونے حسن ز خوبان روزگار

پس ماندہ تجھ سے حُسن میں بن روزگار
 الحق یہ نقشِ مہر نشانِ دہن ترا
 دل دے دیا ہو اُس کے خط و خالِ لک
 دشمن نہرا کیا ہیں جو پتے پر یار ہو
 مودہ آرمودہ سکار ہوں کیا خوف کا زار
 باہر کھڑی ہے رُوح پھر کتی ہے یہ قرار
 لبو کی عقل کا نہیں دنیا میں اعتبار
 دل اُس کا بند شدہ غم میں ہے مہر و
 حافظ نے داؤدِ الاتھا ایک تیرے اسطے

اے خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر

نشا داب تیرے حُسن سے ہو لالہ زارِ عمر
 بارانِ اشک لکھ سے برسے تو کیا عجب
 آجا۔ بغیر گل گئی ورنہ بہارِ عمر
 برقِ دواں ہو غم میں تیرے دُور کا عمر
 بے عمر زندہ ہوں میں تعجب نہ جانے
 دن ہجر کے نہیں میں مگر در شمارِ عمر

اندیشہ کچھ محیطِ فنا سے مجھے نہیں
ہیں ہر طرف سے یلِ حوادثِ کمین میں
کب تک سے صبح و سحر خوابِ بھرم
کلِ راہ میں بلا تو یلانی نہ آنکھ بھی
اُس نقطہِ رواں پہ ہے میرا ہر عمر
سر پٹِ غنا گستہ رواں ہو سوا ہر عمر
بیدار ہو کہ کچھ نہ رہا اعتبارِ عمر
بچارہ دل سے دیکھا تو کیا درگزارِ عمر
حافظِ سخن سرا ہو کہ ہستی کے صفحہ پر
رہ جائے کچھ قلم سے ترے یادگارِ عمر

اے صبا گتہ از خاکِ دریا رہا

بے خوش بادِ صبا خاکِ دریا سے لا
گتہ روحِ فزا ہو دہنِ یار کا خاص
خوشبوئے زلف سے کرا کے سطر یہ مشام
جا۔ قم تجھ کو وفا کی ہی، پیام لبِ یار
قرنِ گورے رخِ مقصود کو دیکھے ساتی
خاک آنکھوں میں رہیوں کی بھی کچھ جھوکتی آ
یخبر رہنا بھی جائز نہیں جانبا زمی میں
دل دیوانہ یہ زنجیر نہیں مانتا ہے
نیشِ آزادی کا کرشمہ ادھر مرغِ چمن
کام تک تلخ نہ کیسا صبر گوارا کر کے

دفعِ اندوہ کو مژدہ کوئے دلدار سے لا
یعنی مژدہ کوئی خود عالمِ اسرار سے لا
نیمہ ایک گتہِ افاس خوش یا ستے لا
بے کدورت جو ہو سرگوشیِ اغیار سے لا
پھر پیس۔ اُس قدر آئینہ کبردار سے لا
چشمِ خویش گشتہ کو سرمہ قدمِ یار سے لا
راز کی بھی تو اڑا کر بتِ عیار سے لا
حلقہ ایک اُس کے خمِ طرہ طرار سے لا
تا اسیرانِ قفس کچھ گل و گلزار سے لا
ایک جھڑکی لبِ شیریں تکرار سے لا

دلِ حافظ بھی کوئی چیز ہو نہ گئے سے

مست بنکا زما پھر کو چہ و بازار سے لا

دلاچندم بریزی خوں دین شرم دار آخر

کماں تک جوئے خوں نکھوئے؟ دل ہوسر سا آخر
 کوہی گر تکب بخیری کی اسے دل تو نے انگیزی
 صبا کی طرح کشت دیگران غے شہیں کب تک
 بگارتان ہیں مانا نہ بن جائے گا گھر تیرا
 وہی میں ہوں کہ جسے طاف جان کے لیتا ہوں
 نعیم دنیا و عقبی عطا کی مجھ کو رازق نے
 صنم رشک نہ پرویں بھکا دینے سے نگیں
 کبھی تو خواب سے تم بھی ہوا نکھو ہکنا ر آخر؟
 سنے گا صمیم نہتے ہوئے خوشیوں کے آرا آخر
 کرے کیوں اپنی ہمت نہ انساں کوئی کار آخر
 قلم ایک لے کے نگیں کچھ نقش و نگار آخر
 دماے صمیم دیکھا کہ کیسا لائی ہمارا آخر؟
 سارے چنگ اول خواب در آغوش یار آخر
 کماں کی توبہ حافظ شرم ساتی کچھ تو یار آخر

دیگر ز شاخ سروسی بلبل صبور

سروسی کی شاخ سے پھر بلبل صبور
 حب مراد دل جو بکھلا اس کے شکر میں
 غیبت سے تیری کوئی شکایت نہیں مجھے
 میش و طرب سے اور اگر شاد و شاد ہیں
 زاہد تو ہے امید میں حور و قصور کی
 ہے پی تو زور و شور سے اندیشہ کچھ نہ کر
 گلہاں گچم بہ پہ گلاتی ہے بگل سے دور؟
 گل چھوڑ دے یہ بلبل شیدا سے تو غور
 غیبت نہ ہو تو دے نہ مزا لذت حضور
 اپنا غم نگار ہی ہے عیش اور سرور
 یاں کج میسکے ہے قصور اور یار حور
 بولے کوئی نہ پنی "تو نہ سن، کہتہ ہوا الخور"

حافظ شکایت شب ہجرال ہے کس لئے

ہے ہجر میں وصال بھی طلعت میں جیسے نور؟

روئے بنماؤ مرا گو کہ دل از جاں برگیر

رُخ دکھا۔ پھر یہ سنا۔ حیف اگر جانبر ہو! شمع روشن ہو تو پر دانہ بھی خاکستر ہو
 تشنہ لب دیکھ یہ ترسانہ۔ مرے ڈھیر پیا اپنے کشتے کو اٹھا پاس کھڑا آکر ہو
 چنگ کافی ہے فقط عود نہیں، تو نہ سہی آتش عشق ہو، دل عود ہو اتن مجھ ہو
 رقص کر لاگ پہ اور برق سراسر ہے آماہ ورنہ رہ گوشت میں ایک کُنہ ریواس پر ہو
 بسمِ وزرِ ٹوب میں نہ درویش کی دیکھے تو چھوڑے سیم آنو یہ رُخ زرد تصور زرد ہو
 نام جانے کا نہ لے دوست، ذرا بیٹھ تو پاس بربخت ہو طرب جو ذبکف سا غر ہو
 پھونک ان گیلو اکٹروں کوئے صافی پی بسمِ وزر ہار کے ایک سیم بدنِ وزر ہو
 حافظ آراستہ کر بزم، دکھا داغ کو کہہ کہ اب بات ہے جب ترک میرِ مزہ ہو!

ساقیا مایہ شباب بیا

ساقیا! مایہ شباب بیا ایک دوسا غنیمت اب بیا
 واروئے دردِ عشق یعنی نے جس سے زندہ ہوں تیغِ شباب بیا
 بادہ گر آفتاب ماہ ہے جام ڈال کر نہ میں آفتاب بیا
 غمِ دوراں نہ کھا رہے نہ رہے کچھ سنا۔ چنگ یا رباب بیا
 عقل نے سرکشی بہت سیکھی مے سے گردن دیں اس کی اب بیا
 ڈال دے آگ پر زور اپانی یعنی آتشِ شالِ آب بیا
 موسم گل گیا تو جانے دے بادہ ناب اور گلاب بیا

چھتے قمریوں کے ہوں خاموش قلقلِ شیشہ شراب لیا
 یا خطا یا صواب ہے پسنا کیا عجب ہو اگر صواب لیا
 وصل جز خواب دیکھنا معلوم پس جو لے آئے جلد خواب لیا
 چھک چکا ہوں گرد دیے جا جام کر دے بالکل ہی بس خراب لیا
 ایک دو رطل گراں مے حافظ کو وہ گنہ ہو کہ ہو تو اب لیا!

صبا ز منزلِ جاناں گزرد تلخ مدار

چل لے صبا سائے جاناں گزرد تلخ مدار چلا یہ عاشقِ مسکین خبر در تلخ نہ رکھ
 ادائے تسکین گلِ ہمارا دکھنے کے تمنا کہ نشاد ہو مرغِ سحر در تلخ نہ رکھ
 ہو ایک نیم نگرہ پر مراد دل ہو قوت قدیم دوست جیت اس قدر در تلخ نہ رکھ
 جہاں، متاعِ جاں، جملہ مختصر ٹھہرے نیازِ بندست یہ مختصر در تلخ نہ رکھ
 حریفِ بزم تھے ہم سب جیت نہ تھا ہوا جواہرِ تمام اب نظر در تلخ نہ رکھ
 بزرگیاں تھی شاعر جہاں کو پہنچاں وظیفہ لے انھیں زادِ سفر در تلخ نہ رکھ
 جو نام نیک ہو مطلوب صرف اتنا کہ عملہ کمال دینے میں زرد تلخ نہ رکھ
 ہم ہیں نوش و تسکیرِ اریہ لبِ شیریں کر اپنے طوطی سے باتیں سکندر تلخ نہ رکھ
 غبارِ غم بھی یہ دب جائیگا مگر حافظ ترابِ دیدہ سے رکھ رہ گزرد تلخ نہ رکھ

عیدت و آخر گلِ یاراں در انتظار

چلتی بہارِ عید کا دکھلا نہ انتظار ہے چاندِ دوستے شاہ ہی ساقیِ پلاسے یار

چاہا تھا اب کے منہ نہ لگاؤں بہار کو
وقتِ سحر ہو فوت تو ڈر کیا صبح ہو
کیا ذکر ہے کا! یہاں تو بس ایک نقد جا ہی ہے
یہ عہدِ شادمان! یہ شاہِ کریم و شادا!
جو بن دکھائیں مے مرے اشار سے پئے
دلِ شوق سے جھانک لگا۔ ذوقِ مے سے پوچھ
تو پڑھ پوشِ کل ہے جو ایک لطفِ عالم سے
ڈر ہے کہ روزِ حشر عناں بر عناں ہوں
روزے گئے تھے خیر پہ حافظِ چلی بہار

لیکن قصورِ بہتِ پاکانِ روزگار
افطارِ روزے سے ہی کرتے ہیں بادِ خواہ
اور وہ بھی ایک کرشمہِ ساقی پہ بہنِ شمار
یارِ بکھی ہوں نظرِ بد سے یہ دو چار
جامِ مرصع تیرا ہوں میرے یہ شاہوار
انجامِ جام و قصہٴ حمشید کا مگھار
میں بھی نخل میں رکھتا ہوں ایک قلبِ کم عیا
تیلیخِ شیخ و خرقہٴ زبدِ شرابِ نوار
ناچار بادہ پیجے پھر کیا ہے چارہ کار!

عاشقِ یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار

عاشقِ جاناں، مجھے کیا کفر کیا ایماں کا کام
ہے لبِ جاناں سے غائب ہی نشانِ ندگی
تشنہٴ اُلفت کو کیا ہو قندہٴ دُوراں سے ڈر
دو جہاں سے یار ہی اگر مقصد و مطلوب ہے
قبلہ و بتخانہٴ دونوں ابروئے دلدار ہیں
جس نے اپنے آپ کو بھی عشق میں بی بی طلب
صورتِ مردانہ رکھ تو سیرتِ مردانہ سیکھ
جھوم کر مستانہ حافظِ پھر اُسی دھن میں سنا

تشنہٴ غم ہوں مجھے کیا وصل کیا ہجران سے کام!
بن چکا اے جانِ بنِ ان جانِ بیجاناں سے کام
مغلس و فلاش کو کیا حاسبِ دیوانہ کا کام
دوزخ و جنت سے مطلب ہو ورا و زعمال سے کام
اس دلِ شوریدہ کو یاں غرض نے داس سے کام
درد سے کچھ واسطہ اُس کو نہ کچھ درماں سے کام
عاشقِ نکلا نہ تنہا صورتِ مردان سے کام
عاشقِ جاناں مجھے کیا کفر کیا ایماں سے کام!

گر بود عمر بہ میخانہ روم بار دگر

زندگی ہے تو چلوں میکدے پھر بار دگر
ہائے کب ہو گا کہ پھر میں خوش و خنداں جاؤں
ٹھے لطیف اٹھ گئی اس قوم سے بھیج لے اللہ
عافیت جو ہے یہ دل اب نہ پھلے اس کو
دے مرد تھوڑی سی گردائے چرخ کبود
آہ غولوں میں مرے راہ نہاں پوٹن ہوا
چھوڑ دے یار، بھلا دے حق خدمت سار
نالہ ہر دم نہ ہو سہر کیسے۔ فلک رہتا ہے
پھر گردش ہے کہ حافظ ہی نہیں ہوتا تھا

اور بجز خدمت زندان نہ کروں کار دگر
میں ہوں اور وہ مرا خانا ہو پھر بار دگر
گو ہر فن کا مرے کوئی خسہ بیا دگر
غمزہ شوخ وہ اور طرہ طرا دگر
لاؤں چکر میں اسے پھر کے بہ پر کار دگر
ہر گھڑی باد فتنے بر سر ہا زار دگر
مجھ پہ اللہ کی ہوا چاہوں میں گریز دگر
سروں زار کے ہر لحظہ پہ آزار دگر
غرق اس دشت میں اکثر ہوئے بیار دگر

نصیحتے کثرت بشنو بہانہ گیر

ترے بھلے کی میں کہتا ہوں سن بلا زور
جہاں حسن و جاناں پسینک آنکھوں کو
بے دو سالہ ہوا محبوب چارہ سالہ
نعیم دنیا و عقبی کا عاشقوں سے بیاں
ازل میں ہم جو نہ موجود تھے کہہ قسمت
لگے جو ہاتھ پر پھرہ ایک چنگ و رہاب

کہے جو صاحب شفق وہ مان بے تاخیر
لگا ہے گھات میں اس زندگی کی عالم گیر
بہت یہ کافی ہیں صحبت کو دو صنیر و کبیر
یہ خود متاع قلیل اور وہ ایک ہائے حقیر
جو کچھ خلاف رضا پائے تو نہ کر تعزیر
گو اوس درد و اپنا غزل میں باجم و زبر

ارادہ تھا نہ پیوں اب گنہ سے توبہ کروں
 بعزم توبہ رکھا ہاتھ سے قدح سو بار
 جو نام توبہ اب اس بزم میں لیا داغ
 کہا نہیں تھا دل اُس زلف سے خدر کرنا
 دل ریمیدہ ہمارا یہ گھیرتا ہے کون ؟
 چڑھائے جام ایک عزم وصال جاناں
 قدح میں ریزش نے ناب لالہ ہوساقی
 عطا ہوسا غریا قوت بھر کے درخوشاب
 کہاں کا گنہ خواجہ کلام سداں کیا
 موافق آتی نہ تدبیر سے مگر تقدیر !
 مگر کر شہ ساقی کہ کچھ نہ کی تقصیر
 کہاں ابروئے ساقی اڑائے تھو تھو تیر
 ہوا کو باندھتے ہیں اُس کے حلقہ زنجیر
 خبر ہو تجھ کو یہ مجنون بستہ در زنجیر !
 وہ بام عرش سے سُن آہی ہو تجھ کو صغیر
 نہ دل سے خال نگاریں کی نحو ہو تصویر
 خود سوختہ ہوں دیکھ کر یہ لطف دزیر
 نہ ہو چا حافظ شیراز کو تو شعر فہیر

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور

یوسف گم گشتہ پھر آئے گا کنعاں غم نہ کر
 پھر دل غمیدہ کی سنبھلے گی حالت دیکھو
 کیا ہوا رتقا گر دوس گر رہی چند غلاف
 جلوہ گر ہے گر بہارِ عمر بہ سخت چمن
 ہاں نہ ہو نو میدِ ظلم غیب گر تجھ کو نہیں
 خاک چھانے سے جہاں کی جونہی دُرُود
 شوق کبہ تو بیا ہاں اہ میں پڑنے ضرور
 حال اپنا، فرقتِ جاناں کا، ظلم غیر کا
 نعلیہ تیرا بنے گا پھر گلتاں غم نہ کر
 پھر بہرِ شوریدہ ہو گا اور وہ سامان غم نہ کر
 کب رہا کس کار ہا دایم یہ ران غم نہ کر
 پھر ہوں پھولوں کی سبھیں قصصِ ایوان غم نہ کر
 کیا خبر کیا کھیل ہوں پڑے میں پنہاں غم نہ کر
 مگر میں پائے درد کا موج دریاں غم نہ کر
 آبلوں میں گویا جھیں حارہ میلاں غم نہ کر
 جانتا ہے سب بد لنا جلّ اسماں غم نہ کر

ہو جو ہوسیل فنا مصروف غرقابی یہاں
راہ مشکل منزل مقصود نہاں آنکھ سے
نوح کشتیاں تو پھر کیا خوف طوفانِ غم نہ کر
رہ مگر کوئی نہیں بچد وہاں غم نہ کر
گوشتہ فقر اور تنہائی میں راتوں کی ملام
رکھ ہی حافظ ناز اور دردِ قرآن غم نہ کر

اے دل از شام فراق در دریا ہجران غم خور

کیا ہیں دل شام فراق در دریا ہجران غم نہ کر
جمع خاطر دل کی زلفوں کی پریشانی میں ہو
کونسی شام و سحر ہو پوچی نہ پایاں غم نہ کر
زلزلتِ جاناں اگر کچھ ہو پریشان غم نہ کر
مژدہ پیرا ہنر یوسف طے گامصر سے
ہو جو ہو دشوار منزل باندہ ہمت کی کمر
وصلہ صاحب دل کا سا ہو لازم دل دکھا
ماہِ اقبال ایک دو دن ناقص ہا تو کیا ہوا
برہوتے ہیں ہلالِ اذ بعد نقصان غم نہ کر
شاہِ سمرقند تجھ پر گر حافظ نہیں
شاہِ کراچی گناہ گار اس غم نہ کر

شب قدر است و طے شد نامہ ہجر

شب قدر آئی طے شد دفتر ہجر
ذرا رہ عشق میں ثابت قدم تو
سلامِ حسیٰ حسیٰ مطلعِ الفجر
نہیں رہتا ہوا اس میں کوئی بے خبر
نہیں باز آؤ گ زندگی سے ہرگز
گیا دل منت دیکھا تک نہ اس کو
نکل آ صبح روشن دل خدا را
بلا کی ہے یہ کالی بحثِ شبِ ہجر
جو دیکھا تو یہ ظلمِ ادریہ زجر

وفا چاہے جہاں کچھ حافطہ
فَاِنَّ الرَّجْعَ وَالْخَسْرَانِ فِي الْبَحْرِ

اے سروِ نازِ حسن کہ خوش میسری بہ ناز

اے سروِ نازِ حسن کہ جاتا ہے ناز سے	تیرے خدائے ناز ہیں کس کس نیاز سے
ہو خوش نصیب ناز۔ ازل میں ملی تھی چٹ	اُس سروِ قد پہ قطعِ قبا ہو کے ناز سے
اُس زلفِ عنبریں کی ہو بوجس کو آرزو	کہہ دو زبانِ خود رکھے سوز ساز سے
ہر گوئی رقیب سے ہونگے نہ کم حیار	کُن دن ہی کٹ کے نکلیں گے دندانِ گاز سے
پر دانہ کب تھا سوز میں بے شمع۔ اور یہاں	بے شمع و ہی واسطہ سوز و گداز سے
کیا نفعِ خونِ رونے کا۔ ہر دم وضو شکست	بے طاقِ ابر و منعِ ادھر ہم نماز سے
پاکِ وقوفِ طوفِ حریمِ صنم سے دل	اب پھر چلا ہے قصدِ حریمِ حجاز سے
صوفی ہمارا ناشتہ تو بہ سا کر گیا	کل صبح دیکھ کر دیرِ میخانہ باز سے
جو شان و دست پہونچا سرخم پہ اتوں ات	حافطہ سے کہہ دی کیا اسبابِ غنہ راز سے؟

براہِ میکہ عشاقِ راست در تگ و تاز

یہ راہِ میکہ میں عاشقوں کی ہتے گ و تاز	کہ ذوق و شوق سے حاجی رواں ہیں سائے حجاز
میں کیا تباؤں کہ دیکھا دردِ دل کیا سوز	ان آنسوؤں سے ہی لو پوچھ میں نہیں عتاز
غرض تھا مجھ پر نہ عینِ ورنہ ایک سہرؤ	بجالِ دولتِ محمود کو کتنی زلفِ ایاز
کبھی وہ شام میسر نہیں ہے طالع سے	کہ تجھ سے اپنی کہانی کا میں کروں آغاز
جگانے ایک بونے امیدِ زورِ وصل اے دل	بجائی ہیں تیری زنجیرِ درِ شبانِ دراز

پچھائے غنیمت رہے سر کہاں گئی وہ نسیم
یہ نمود نمود دئے دیدے جس نے لیکن
ہمارے دل کی وہ دمازا اور محرم راز
نہ جاؤں اب کسی عنوان چھوڑ کر در دست
صنم پرستی سے کعبہ پہنچ کے آؤں باز
ہو عشق حافظ اگر ماہِ خمیس آرا کا
بسان شیخ جو جلنا تو رکھنا عود سے ساز

بر نیاید از تمنائے بہت کا لم ہنوز

ولے اُن ہونٹوں کی حسرت میں ناکامی ہنوز
دین پہلے دن ہی دیکھا زلفت پر جاتا ہوا
جن پہ ہم کرتے رہے ہیں دُرِ آشامی ہنوز
کیا خطا کی! مَوّے بسر کو کہہ دیا نکسکِ خلق
دور برسوں عشق کی ہے نیک انجامی ہنوز
اُس نے سو اے دیا تھا تب میرے نام میں
تیریں کر چھ رہے ہیں مَوّے اندامی ہنوز
میرے خلوت سے جھلک پھر اُس کی لینے آفتاب
لئے جاں پاتے ہیں اہلِ دل میں نامی ہنوز
جرم ایک پہ آتش گوں سے دے ساقی مجھے
سایہ ساں کرتا ہے بامِ دد میں شگامی ہنوز
دے کے جاں سوچا تھا ہو جائیگا دل آرام سے
پختہ کرے عشق کی باقی جو ہو خامی ہنوز
جان دیدی ہے دہی لیکن بے آرامی ہنوز
آبِ حیا کی ہو ریزش میں کھوشگامی ہنوز

بیاؤ کشتی مادرِ قسط شراب انداز

اٹھا کے ناؤ مری و قسط شراب پڑے
نمٹے تو کشتی ہے ہی میں ڈال دے ساقی
مچے وہ دُندِ اچھل جس سے شیخ و ثواب پڑے
خواب دست ہوں تاہم وہ ایک نگہ لے
وہ نقل ہو کہ جو نیکی کرے در آب پڑے
اٹھے نظر بہ دلِ خستہ و خراب پڑے

اٹھا تو لائے گلزنگ مشکبو کا کسح
ہو آدمی رات کو درکار آفتاب تو لے
نہ دفن کر دیں مجھے دیکھنا عزیز کیوں
کرے جو تجھ سے یہ حافظ ذرا بھی سترابی

کہ جس کی آتش غیرت سے جل گلاب پڑے
ذرمی سی دختر رز کی بلکنک نقاب پڑے
نہ اٹھ کے لاش مری درخیم شراب پڑے
وہ لکھ کے رلف میں بٹ دے کہ پھر نہ تاب پڑے

خیز و در کا سہ زرا آب طربناک انداز

کاسہ زہر میں صنم آب طربناک پڑے
جا بایں گے کوئی شہر خوشاں کل، آج
سر و سر بنم تیرے ہی سر کی پس مرگ
تیرے کا لوں کے جو کاٹے ہیں حلق میں اُن کے
اشک اُشان کیا آنکھوں نے سُن کر یہ شرط
یار بادر اک ہے زاہد کو تو بس عیبوں کا
چشم آلودہ نظر کیا رنج جاناں دیکھے
گل جو حافظ تو پہن نہکت جاناں کی قبا

اس سے پہلے کہ یہ سُر ٹھیکرہ ہونا خاک پڑے
دھوم سے گونج یہ نہ گنبد فداک پڑے
تیرا سایہ بھی پڑے میری جہاں خاک پڑے
لب لوشیں کے ثنا خانہ کا تریاک پڑے
پاک ہو پہلے نظر تب وہ نظر پاک پڑے
کو رہا ہوں سے یہ آئینہ ادراک پڑے
اُس حسین پر تو نظر آئینہ سی پاک پڑے
یہ قبا در گرہ رقا مت چالاک پڑے

دل ربودہ لولی دشت شورا نگیز

اڑا کے لے گیا دل ایک شوخ شورا نگیز
فدائے پیر ہن پاک ماہِ ردیاں ہو
فرشتہ اور محبت؟ یہ گشتگو کیا ہے!

دروغ وعدہ و قتال وضع وزنگ آئینز
نہرا جامہ تقوٰے و خرقہ پرہیز
اُلٹ دو جام و ہاں جو جگہ ہوا دم خیز

ہم اُس سخن کے ہیں فائل جو بحث گر مادنے
 فقیر دستہ ہوں در پر کہ جسم فرمائے
 سنا بھی رات جو اُلفت نے سیکدے میں کہا؟
 پیالہ بھر کے کفن میں بھی میرے رکھ دینا
 میان عاشق و مشوق پر دہے نہ حجاب
 نہ وہ کلام جو ٹھنڈا ہی کر دے فقرہ تیز
 لئے ہوں ہاتھ میں اُلفت کی کُتنے دستاویز
 رضا سے راضی ہو دستِ قضا سے کر نہ گریز
 لحد میں دفن کروں گا میں ہولِ رستاخیز
 ہے تو ہی پنج میں حافظِ حجاب اٹھ بہنیز

در آ کہ در دل خستہ تو اں راکید باز

دلِ نجف میں تاب تو ان پھر آئے
 وہ آنکھ بھرنے موندی کہ بابِ صیل کھلے
 رکھوں جو آئینہ دل کے آگے کچھ نہ دکھائے
 ہے زلفِ یاسہ زنگِ مصرِ دل پہ پڑی
 نہ خوفِ دشت سے گھبرا کے کھولے حرام
 چلتی بلبلی خوش زنگِ خاطرِ حافظ
 پھر آ کہ اس تنِ مردہ میں جان پھر آئے
 تو شاید اس میں بھی کھلنے کی جان پھر آئے
 اُلفتِ پلٹ کے ترا ہی دھیان پھر آئے
 کہ رومِ رخ سے لپٹ ہا رمان پھر آئے
 دریغ رہ سے دلاورِ جوان پھر آئے
 اڑاتی، آتری گمت پر تان پھر آئے

روزِ عیش و طرب عیدِ صیامِ ستِ امرو

روزِ عیش و طرب عیدِ صیامِ آج کے دن
 خانقاہ تھی کوئی نرا ہر کو جسکہ اور نہ تھی
 بلبلی مت ہے کیوں زارِ دمِ صبحِ بہار
 منتخب زندوں کو یہ تیری نصیحت، بکو اس
 کامِ دل چاہیے اور عیش سے کامِ آج کے دن
 اُس کا بھی کچھ خراباتِ مقامِ آج کے دن
 کاروبار اُس کے ہیں سب رُونِ نظامِ آج کے دن
 شاہد وئے سے بھلا کیوں نہ ہو کامِ آج کے دن

اے عروسِ فلکی غنہ مشرق سے نہ جھانک
دیکھنا ہے مجھے وہ ماہ تمام آج کے دن
خلق رکھتی ہے سدا پیش نظر حافظ کے
ہے مگر روئے بھکار و لب جام آج کے دن

زلفیں سیہ خم بخم اندر زون باز

زلفیں وہ سیہ ایک سے ایک لگی پھر آج
دور از نظر بڈا رخ نیکو کی چمک۔ یا
پھوڑا قمرِ عیش مرا سنگِ ستم سے
بیچ دو دِل بوجہ سے چھوڑ سدا رت
خود سر زدہ سودائی کو پھر مار دیا قَط
خوشبو میں ترے غالبہ میں ہیں کہ گلِ دُن؟
زرقب کیا گر یہ میں، پر چہرہ کی تھی تَنز
شہبازِ غم یار کو پدی دِل حافظ

صبا بمقدمِ گلِ راحِ وحِ بخشد باز

صبا بمقدمِ گلِ پُر سرور و روح نواز
نہ ہجرتے ہو دِل آزر وہ دیکھے ہیں ہم
غموں نے قد تو کہاں کر دیا مگر نہ تجھے
تسنانہ نومہ مصائب کا اپنے دشمن کو
کہاں ہے بلبِ خوش لہجہ آسنا آواز
نعم و نشاطِ گل و خار اور شیبِ فراز
ہنوز مجھ سے کہاں ابڑا بن تیرا انداز
بنانا سینہ پر کینہ کو خونینہ راز
اُسی کا دم بھرے جانہ چھوٹے سوز ساز
جلادے چھونکے دِل تو بھی نالہ مت کرنا

ہزار دیدے کھلے ہیں جال پر تیرے اٹھائے تو ہی کسی پر نظر نہ از رہ ناز
 بے فاش طرے کے ہاتھوں مری پریشانی اچنبھ کیا کہ یہ ہمزگ مشک ہے نثار
 غبارِ دل سے ہمارے جو چشم دشمن کو رکھیں جو خاک پہ حافظ یہ سر بُرے نیاز

مستم از بادہ شبانہ ہنوز

ہے چڑھی بادہ شبانہ ہنوز ساقی رونق فزائے خانہ ہنوز
 چشم بست اُس کمانِ ابرو سے تیر مانے ہے بر نشانہ ہنوز
 زنگِ مجلس اُسی سرار پہ ہے لب پہ مطرب کے بھی ترانہ ہنوز
 قتل کر کے بے ثورہ پوچھنا پھر عشق سے باز آئے گانہ ہنوز؟
 ناز نہیں تیرے عشق سے بالند سب ہوئے تنگ میں ہوا نہ ہنوز
 دُرِ دریائے عشق کی ہے طلب جاں پہ کھیلے کہ اے میاں ہنوز
 حافظِ خستہ غرقِ یارِ دے یارِ حافظ سے بر کرانہ ہنوز

مستم غریب دیارِ دولتی غریب نواز

میں ایک غریب دیار اور تو غریب نواز غریب دُزار کی لازم ہے غمِ اور پر دوار
 تو جس کند سے چاہے اسیرِ قید کرے مگر یہ شرط ہے کچھ نہ پھر نظر نہ انداز
 خیال ہی میں ترے دستِ آتین چوے کہ آشاں کو تو پاتا، نہیں دُستِ نیاز
 کچھ آج ہی سے نہیں سرِ بختاں اس جا ازل میں بھی نہ رہا تھا میں اس ادب باز
 غمِ ایسی شام کا کیا صبح جس کے ساتھ لگی کہ نیشِ دولتمن ہم ہیں تو اُمِ شیبِ فراز

جو خاک سے بھی زیادہ کرتے فیل قبول
خسرو نامز کو آ خاک پر ہوا انداز
درون سینہ کو ترساوٹا ہے دل
یہ آگ کیا ہے کہ ہے وح کو بھی اس میں گدا
نیال قدر بلند دیکھو اور دل سکیں
یہ دست کو ماہ ذرا اور وہ آتین باز
نمانہ درو کا دشمن نیا نہیں سن لے
ازل ہی سے ہو یہ حافظ تو زندہ شاہ با

ہزار شکر کہ دیدم بحکم خوشیت باز

ہزار شکر کہ ڈھب پر ہے پھر وہ دست نواز
میں اُس سے اور وہ انہی مراد سے دماز
مافران حقیقت غضب بلاکش میں
نشیب دیکھ کے چھلکیں نہ چھلکیں پیش نیاز
رقیب کی نہ نظر ٹاڑے حبیب کا نعم
کرے نہ سینہ پر کینہ کو کوئی ہمارا
یہ کیا اٹھایا اے مشاطہ فضاقت نہ
سیاہ برگس مت اور کی ہر سہمہ ناز
بائیں پاس کہ ہے شمع انجمن خود دوست
بسان شمع اگر سوز ہو تو چاہتے ساز
تھپیڑے کھائے ہیں غم کے جو غرق میں مت چھو
کریں گے اشک بیاں خود میں کیوں غماز
مراد تھی قدر بالا کی تجھ سے تخت بلند
نیم زلف کی تجھ سے دُعا تھی عمر دراز
ہے نیم بوسہ کو ازراں دُعا ہے اہل نظر
سہام مکر عدو تیرے جسم جاں سے باز
نہ گونجی غرق میں کس دسیں کیا حجاز دعا
نوائے بانگ غزلما سے حافظ شیراز

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز

کھلا وہ دوست پہ دیدہ ہا جو دیدہ باز
ہزار شکر ترا کار ساز بندہ نواز
غبار چہر نہ دھوئیں میا ز منہ بلا
مراد دل کو ہوا کیر خاک کوئے نیاز

یہ ایک قطرہ کا اتنا صاحبِ نعمت !
 کہ نہ خونِ جگر سے وضو اگر عاشق
 نہ شکلاتِ طریقت سے پھیر نہ لیل
 ہے پیارے سے بس عالمِ جاز میں میل
 نیم پیٹ کی ہلکی سے کیا امید کہ جب
 اگر وہ حسن ہے از عشق غیر مستغنی
 غزل سرائی ناہید ماند پڑ جائے
 رکے گا تجھ کو بہت دُزر کیب سی باز
 نہیں رست بفتوا ہی عشق اُس کی نما
 کہ مردِ اہ نہیں دیکھتے شیبِ فراز
 جو عشق تکمیل نہ اس پھر پوچھ محبت باز
 نہیں ہو ستر چین سا بھی است محرم باز
 یہ عشق باز بھی اس وجہ سے نہ ایگما باز
 غزل سرا ہو کہیں پر جو حافظ شیراز

حالِ خونیں دلاں کہ گوید باز

کون بولے جو خوں جہاں میں بہے
 تھا طلاطوں تو خمِ نشینِ شراب
 لالہ ساں جو لے پھرے چنبیل
 چنگ کتا ہے بات پر دے کی
 کہنا اُس چشمِ عے پرست سے، سرم
 ابھی دل کی کلی یہ کھیل جائے
 گر دہیتِ احرامِ خمِ حافظ
 خوں جم کے عوض میں کون رہے
 رومِ حکمتِ قلم سے کس کی جہے
 خوں سے منہ دھو کے سحرِ وہی ہے
 ناک چوٹی کٹے کہ پھر نہ کہے
 کہیں نرگس جو ستر اٹھائے گہے
 لالہ گوں سے کی بونصیب، بچہ
 نہیں چلائے تم تو پھر کے رہے

اے صبا گر بگذری برِ سالِ دودا رس

اے صبا پہنچے اگر تو سالِ دودا رس
 بوسہ دے اُس سحر میں کو اور تکیں کرفس

منزلِ سلجی کہ ہر دم اُس پہ نازل صد سلام
 گلِ جاناں کا پردہ چوم کر فکے بکے عرض
 کیوں ہوں اتیں وہاں مینوشیوں میں دُرِ عید
 شکرتاں میں اڑائیں طویاں جب یہ مرنے
 دل تو دل سے سنبھالے جان چمِ مست کہ
 پندِ ناصح کو میں سمجھا مُنت کی جھن جھن ہمیش
 عشقِ بازی۔ بازیِ طفلان نہیں ہو سر پہ کھیل
 اہمِ حافظ کا ادا کر دے زبانِ کلبِ دوست

ساربانوں کی صدائیں ہو گئی اور باگت جس
 جل بچھائیں جھوٹیں اسے مہرباں فرما دے
 آشنائے شبِ رواں یہاں سہرا کا پیرنس
 کیوں نہ حیرانی سے پیٹے اپنا سر مکیں گس
 گو کہ ہشیاروں کو بھی باطل نہ دیگا پناہ
 حضرتِ بجا نے لیکن وہ نصیحت دی کہ بس
 گئے اُلفتِ سر نہیں ہو گی بچو گانِ ہوس
 اور کچھ بس حضرتِ شہ میں نہیں ہے ملتس

جانا تر کہ گفت کہ احوالِ ما پیرس

جانا! کہا یہ کس نے کہ ہم کو بھلا نہ پوچھ؟
 جملہ حقوقِ خدمت و اخلاصِ مہندگی
 مخفی ہے اُس سے عالمِ دردِ لیشیِ مطمئن
 ہے لطف بھی تو جزِ بڑے خَلقِ کریم کا
 کیا جانیں ہم سکندر و دارا کی داتاں
 چاہے جو رازِ عشق سے روشن ضمیر ہو
 گدڑوں میں خائفہ کے نہیں ولتِ مراد
 مخزن میں کب طیبِ خرد کے تھا بابِ عشق
 حافظِ بہار آئی مصیبتِ لپیٹ دے

بیگانہ بن کے دردِ دلِ آشنائے پوچھ؟
 رد کر دے بلکہ نام بھی میرا بھلا نہ پوچھ
 جو یہ کہے فقیر کو حاجت ہی کیا نہ پوچھ
 گوری جو گوری نختہ سے ادواجِ نہ پوچھ
 ہم سے بجز حکایتِ مہر و فنا نہ پوچھ
 سن شمع سے۔ کہے گی نہ بادِ صبا نہ پوچھ
 ان غلبوں سے جان مری کیما نہ پوچھ
 عادت بنالے درد کو اُس کی دوا نہ پوچھ
 کرے جو عیش کر سکے چون چرانہ پوچھ!

دام از زلف سیاہت گلہ چند انکہ میسر

وہ گلے زلف یہ سے ہیں مری جاں کہ نہ پوچھ
دل و دیں دے نہ بھروسے پہ وفا کے کوئی
صرف ایک گھونٹ کی خاطر کہ مضر بھی تو نہیں
عافیت اور سلامت تھی تمنا میسری
نرا ہوا خیر اسی میں ہے چلا جا۔ سے لعل
گیند گردوں ہی کی چاہا تھا کچھ احوال کہے
کس پہ کھولی ہے رن زلف کی؟ بولا حافظ
اُس کے ہاتھوں ہوں کیا بے سوساں کہ نہ پوچھ
ہیں وہ اس کردہ سے ہم اپنے پشیاں کہ نہ پوچھ
کیا ستاتے ہیں مجھے مردم ناداں کہ نہ پوچھ
پر وہ ڈھاتی ہے ستم نرگس نقاں کہ نہ پوچھ
چھین لیتی ہے دل و دین آساں کہ نہ پوچھ
وہ گزرتی ہے کہا۔ جسم چوکاں کہ نہ پوچھ
طول قصہ ہے بہت، واسطہ قرآن کہ نہ پوچھ

در دغمتے کشیدہ ام کہ میسر

سرخ آفت اٹھائے ہیں کہ نہ پوچھ
در جاناں کی خاک بنے کو
تجھ بن اس کلبہ گداہی میں
رج کچا کر کہا جو اُس نے خموش
اپنے کانوں دہن سے اُس کے رات
خاک دنیا کی چھان کر آخر
زہر کیا کیا پچائے ہیں کہ نہ پوچھ
کتنے دریا بہائے ہیں کہ نہ پوچھ
درو کیا کیا اٹھائے ہیں کہ نہ پوچھ
دل نے کیا اتبجائے ہیں کہ نہ پوچھ
سُن کے وہ کچھ ہم کہے ہیں کہ نہ پوچھ
دل ایک ایسے پہ لائے ہیں کہ نہ پوچھ

گرچہ حافظ غریب آفت ہیں

پنکھاں ہم بھی آئے ہیں کہ نہ پوچھ!

در ضمیر مانہ می گنجد بغیر از دوست کس

دوست کی دل میں ہے گنجائش نہ جائے غیر کس
 شمع ساں جاتا تھا وہ مخلوق پیش میں دواں
 تیغ بھی ہو دواں چنور تو باز رہنا حیف ہے
 تھی کبھی دل میں ہوں سیر و تماشا کی مگر
 لوگ تو سایہ سے ڈرتے ہیں عس کے رات کو
 بھر کے جل تھل ٹسک کے کوچہ تک اس کے پھر پرے ٹسک
 تیرے پائے لنگ کے بس کی نہیں حافظیہ راہ
 دونوں عالم کے دشمن مجھ کو دیر سے دوست بس
 شمع ساں کہہ دیجئے لیکن شمع کے کیا پیش و پس
 قند کی لذت ہی کچھ ٹوٹے نہ جانی اسے مگر
 تجھ کو دیکھے رہ گئی دیدار کی تیرے ہوس
 مجھ کو جانے سایہ، ڈر جائے اگر دیکھے عس
 بہ نہ جائیں دواں قیساں بک سرتل خس
 باندھ کھونٹے سے نہ ٹاپے پھر کہیں لنگڑا فرس

دلاریق سفر نخت نیک اہت بس

رہے رفیق سفر نخت نیک خواہ تو بس
 سفر نہ منزل جاناں سے کر کہیں درویش
 سنے پیر مسکدہ کے ساتھ بیٹھ کر پیلی
 پڑے نہ جوئے میں انساں زیادہ کیا درکا
 دیا ہو بے ہندوں کو جہاں نے کیا کچھ دیکھ
 غم غم کی چڑھائی ہو کرے دل پر
 ہوئے حب وطن، پاس دوستانِ قدیم
 نہ دو جہاں میں کسی کے کرم کا نوگر ہو
 نیم جنت شیراز زاد راہ تو بس
 ہو سیر معنوی اور گنج خانقاہ تو بس
 جہاں میں آنا ہی حاصل ہو عز و جاہ تو بس
 بھری ہوشیہ میں اور ایک پری ہو تو بس
 کیا جو کسب ہنر کا بھی گناہ تو بس
 حرم پیر خاں میں طے پناہ تو بس
 یہ میرے ہمسفروں تہ ہونے رخصت تو بس
 کر ہو اس کا اور انجام بادشاہ تو بس

ذلیفہ اور تجھے چاہتے ہی کیا حافظ تہجد اور یہ تلاوت ہو صبح گاہ تو بس

گلفزارے زگلستان جہاں مارا بس

گلفزار ایک وہ دے باغ جہاں سارا بس
دور رکھ مجھ سے خدا اہل ریا کی صورت
سیر عمر گزراں دیکھے لب جو کوئی
نقد بازار جہاں یہ ہو یہ آزار جہاں؟
اور حسرت نہیں اس دل میں ہوتی سیر ہی؟
یار ہاتھ آئے تو حاجت کہ زیادہ چاہیں؟
دیہ پہ رہنے دے مجھے بھیج خدا نہ بہشت
حافظ انصاف نہیں مشرب قیمت کا گلہ

سایہ سرور رواں پر ہی چین دارا بس
ان گراں جانوں کا ہو طل گراں چارا بس
ہے اسی طرح رواں عمر کا بھی حارا بس
آپ کو سودا ریاں بہر ریاں کا رارا بس
دو جہاں سے ہو اگر نفع یہی سارا بس
تو بغل میں ہو تو ایک گنج گہرا رارا بس
ہے مجھے کون دیکھا کب سے پیارا بس
طبع آب اور یہ روان نظم کا نظارہ بس

اگر رفیق شفیقی درست پیاں باش

اگر رفیق شفیق اور درست پیاں ہو
جو آرزوئے ملاقات خضر ہو جی میں
ہو شمع بزم تو ایک دل اور ایک زبان بھی ہو
تکلیف زلف پریشاں سپرد باد نہ کہ
طریق خدمت و دستور بندگی بخدا
رموز عشق نہ ہر مرغ خوشنوا گائے

حریف حجرہ و حمام دباغ و بٹاں ہو
تو چھپ کے چشم سکندر سے آب حیاں ہو
خیال سوزش پرودا نہ سے نہ خداں ہو
نہ کہہ کہ ہو دل غشاق گر پریشاں ہو
یہ ہے کہ چوڑے سب کچھ بیاد سلطان ہو
گلاب اسی کا ہو جو بلبل غزل خواں ہو

کمالِ سخن کہ بس دیکھنے کے لائق ہو کمالِ عشق کہ بس دُور سے نگہاں ہو
خوش حافظ اور اتنا بھی آؤ نالہ نہ کر کما تھا گیس نے کہ دیکھ اُس کو اور حیراں ہو

اے ہمہ شکل تو مبطوع بہمہ جائے تو خوش

اے ہر ایک شکل سے مبطوع ہر ایک جائے خوش دل ترے غم و شیریں کی ٹکڑ کھائے سے خوش
مثل گلِ برگِ ترا یک جسمِ بطیعت و نازک کیا ہی اس سرور سراپا نے نظر جائے سے خوش
ایک گلستانِ خیالات ہیں وہ نقش و نگار ہے شام اپنا تری زلفِ سن ساسے سے خوش
نیرِ چشم اُس کے جو دہنجا کرے بیمار۔ بھلا جب بُرا حال ہو چہرہ وہ نظر آئے سے خوش
وصل کی راہ میں صد سبیل فنا ہوں حایل دل ہے رہ سکتا نقطہ خیال میں آجائے سے خوش
دشتِ آفت میں فنا کا ہے خطر ہر جانب حافظ اُس میں ہی پڑے پھرنے سے کھائے سے خوش

بہ دور لالہ قدح گیر و بے ریامی باش

بزرگِ لالہ قدح گیر و بے ریامی باش ہمک کے بے گل و ہم صبا بن جا
کیا یہ کس نے کہ رہے پرستِ پُر سال سہ ماہ بادہ پی من بعد پار سا بن جا
عطا کرے جو کوئی جامِ پریر بہر عشق چڑھا کے تنظرِ رحمتِ خدا بن جا
ہوں ہو جسم کی طرح سیرِ جام کی جی میں تو یا بہمِ جامِ جاں نما بن جا
پڑا ہی کرتی ہیں گنجائیاں زمانے میں تو مثلِ بادِ بہار ہی گرہِ کتاب بن جا
وفا نہ دھونڈ کسی میں اگر نہیں مانے تو خیر طالبِ سیرِ غم و کیا بن جا
نہ رام ہو جو حافظِ عدو کے سجدوں پر ولے حریف سے آتام بے ریامی بن جا

بردار من قرار د طاقت و ہوش

اُڑا لے کر قرار د طاقت و ہوش
صنم ایک شونخ و چالاک و پیرود
پکایا آتش سودا نے سینہ
تن آسودہ ہو جیسے پیرہن میں
لحد میں ہڈیاں گل جائیں لیکن
دل و دیں لے گیا میرا دل و دیں
دوا تیری؟ دوا تیری؟ لے حافط
بُت نگین دل ایک سیمیں بنا گوش
بجا جو ماہوش ترک تبا پوش
مثال دیگ ہے ایک جوش پر جوش
تبا مانند آجا میری آغوش
ترمی آفت نہیں ہوگی فراغوش
وہ چادر پوش، چادر پوش بردوش
لب پوش و لب پوش و لب پوش

باغباں گر پنجرہ زے صحبت گل بایش

باغباں دو چار دن بس صحبت گل چاہتے
پھنس کے دام رلفت میں دل ہونہ کوئی مضطر
زلزل و زرخ ایسے یسے تو نظر بازی حرام
نرگس متانہ کی ہے ناز برداری ضرر
رند عالم سوز کو کیا مصلحت بینی سے کام
علم و تقویٰ پر بھروسہ کفر کیش خشت میں
ساقیا گردش میں ساغر کی ٹھکل کب تک
کون حافط؟ جونہ ہو مینوش بے آواز چنگ
خار بھراں پر تنھے بھی صبر نبل چاہتے
مرغ دانا پھنس اگر جائے گل چاہتے
یاسمن ہی چاہتے پھر اور نہ نبل چاہتے
اے دل شوریدہ گروہ رلفت نبل چاہتے
کارِ ملکی کو تو تیرے قائل چاہتے
ہو ہنر مند جہاں تب بھی تو گل چاہتے
دور جب عاشق تک پہنچے تسلسل چاہتے
حاشیہ مسکین کو کیا شان و گل چاہتے

بجہد و جہد چو کارے نمی و داز پیش

بجہد و جہد نہ دیکھی جہاں میں چلتی پیش
 تجھ کائے سہزادہ کبھی بہر تاج پوشی بھی
 کرے نہ دل کو پریشاں نہ آپ کو تحلیل
 ریائے نہ ہرنے دل میں بھپوٹے ڈال دیے
 چڑھائے جام کہ قسمت آفرینش نے
 ریا حلال نہادیں چہ جام بادہ حرام
 ہے دلبروں میں سہرا نہ تو کیا تعجب ہے
 دیوان تنگ و دہلیز آہ جان حافط ہے

اُسی پہ چھوڑے سکام اپنے اے درویش
 اگر ہو سیر قفاحت سے کچھ ہر درویش
 رہے نہ تکلیف ترازد و ہمیشہ در کم و بیش
 قدر حے بھر کے کہ ہم طلب آبِ لبّ لبّ
 انوشیروان ہی میں بھجار رکھے ہیں نیش
 عجیب دین طریقت! عجیب سیرت و کیش!
 اساس و ہر سے تھا اُس کا نورِ فزوں نیش
 پڑے نہ جان کے پیچھے دل حال اندیش!

باترانی و دل تنگ مرا میں جان باش

آجیچہ دل تنگ ہیں اور نوں جہاں ہو
 اُس نے کئے جو ہو میکدہ عشق کا کھنہ
 خرقہ کو جلا ڈالے تو نے مار فدا لک
 لکھے مجھے تو! تیرے لئے دل گراں ہو
 دل خون کیا لعل رواں بخش کی خاطر
 دل پر کوئی واں بیٹھنے پائے نہ کدورت
 حافط ہو بن جام جہاں ہیں تو ہی تجھ جائے

مجھ کو نہتہ کا جسم اسرار نہاں ہو
 نے ایک دو ساغر مجھے اگرچہ رمضاں ہو
 کہ سعی کہ سر حلقہ رندان جہاں ہو
 پہونچا ہی سمجھ مجھ کو بھی مثل نگراں ہو
 اقرار محبت پہ اب ایک نہر شاں ہو
 اشکوں کا بھی ریا عقب نامہ واں ہو
 منظر نہ اگر آصف بمشید مکان ہوا

پو جام لعل تو نوشم کجا ماند هوش

وہ جام لعل ہوں گر نوش تو کہاں پھر ہوش
یہ دل اسیر ترا اُس سے تو مگر آزاد
نہ کہنا کچھ بھی خاموش! چپ ہونا نہ کر!
تلاش میں تری جاتے اگر ہیں صبر و قرار
شراب پختہ نہ خاں دل سیاہ کو دیں
نہ ہوگی یہ تو نفیم جہاں میں بھی نعمت
اس آرزو میں کہ ایک کوزہ میکدے سے ملے
مجھے جو خلعتِ سلطانِ عشق دینے لگے

وہ چشم مست بھی گردیکہ لی تو ہوش نہ گوش!
فروخت کر دے جو لے میکدہ میں کوزہ ہوش
چمن میں مرغ چین کس طرح ہے خاموش
تو یاد میں تری آتے نہیں ہیں طاقتِ ہوش
کہ بادہ آتش تیز اور یہ تھکان درجوش
کہ یار نوش کرے بادہ! ہم کہیں نہ کر نوش
سب کو خم بھی خرابایتوں کے ڈھوئے ہوش
کہا پکار کے! حافظ خموش رہیو خموش!

خوشایران و وضع بیهوش

وہ شیراز اور وجیس ہر ایک الی
وہ آبِ رکنا باد لے نوشِ اللہ
وہ بادِ جعفر آباد و مصلے!
کریں یہاں رہ کے کسب فیضِ قدسی
لیا یہاں کس نے نامِ قند و مصری
صبا اُس شوخِ تنگِ مست کی کچھ
مجھے کرے حلال اے طفلِ شیریں

ٹلے اُس سے ہر آفت آنے والی
ہیا ایک گھونٹِ عمرِ خضر پالی
معطر جن کا ہر جھونکا شمالی
تمام اس جا ہے اب خدا کمالی
نہ شیرینوں سے تاختِ اٹھالی
خبر دے کس طرح ہو طبعِ عالی؟
بچھے یہ شیر بادِ رنوںِ حلالی!

مہوں اس آگے بیدار یارب
رہوں محو اس میں در عیش خیالی
اگر دھڑکا تھا حافظ ہجر کا تو
گھڑی کیوں دل کی غفلت میں لای؟

در عہد بادشاہ خطابخش جرم پوش

خوش عہد بادشاہ خطابخش جرم پوش
صوفی نے چھوڑ صومعہ پکڑا ہے پائے خم
احوال شیخ وزابدوشرب الیہود کا
تو اپنا آدمی ہے نہیں کوئی تجھ سے راز
ساقی ہمارا جاتی ہے اب بے بہائے نے
عشق اور مفلسی و جوانی و نوبہار
اے بادشاہ صورت و معنی کہ تیرا مثل
زندہ رہے جہاں میں یہاں تک کہ خرقہ دے
کب تک زبان شمع کی مانند رہے گی تیز
ایک غیب سے صدائے سنی گوش دل نے رات

مفتی قرابکش ہے تو قاضی پیالہ نوش!
دیکھا جو تختب کو روانہ سب بدوش
پوچھا جو اس سے کہتا ہے کیا پیر می فروش
کہنے کی بات ہی نہیں مت پوچھ بادہ نوش
کچھ فکر کر کہ خم کی طرح اٹھ رہے ہیں جوش
سرد ہو کچھ تو غدر پذیر یا ہو عیب پوش
دیکھا سنا کسی نے نہ اب تک بچتم و گوش
بخت جواں کو تیرے فلک پیر زندہ پوش
پردانہ مراد سے بل کر ہو بس خموش
حافظ تو بیٹھ صبر سے خم چھوڑ بادہ نوش

دلم رمیدہ شد و عالم من درویش

رمیدہ دل را دھر اس میں بے خبر درویش
نہ شکل بید میں لرزوں اس اپنے ایمان پر
سہرا پیے شرہ شوخ عافیت کش کو
جو اس سکاری سرگشتہ کو ہوا یا پیش
ہے دل دلوچے کہاں ابڑ ایک فرکیش
کہ آب نوش میں طہی ہیں جلی کوکب نیش

رواں ہونجون طیبوں کی آئینوں سے
روانہ میکدے گریاں دسرفندہ ہوں
دلیر و جہر پہ ہوتا ہے۔ حوصلہ دیکھو
نہ عمر خضر رہے گی۔ نہ ملک اسکندر
جو بندہ ہو تو نہیں زیب بادشاہ کا رگل
نہ پاسکے گا کمر اس کی ہر گدا حافظ

دور اچوس بھی اگر نیکبختہ دل لائیں
حقیر و یکہ کے کوچی کو اپنی بیش اندیشیں
یہ سرچہ الیک کا کیا قطرہ حال اندیشیں
ہم اسے جیتہ دنیا یہ کنگش درویش
کہ شریعت حق نہیں شو کایت کم و بیش
خزانہ دولت تار و نس بھی تو چاہیے بیش

دوش باہن گفت پنہاں از دان تیر ہوش

فب کو بولا کان میں ایک از دان تیر ہوش
راہ آسانی کو کاموں میں بنانا نہ سنا
تانا ہو دل آستانہ بوجی نہ پائے راز کی
منع ہے مطلق جویم عشق میں گفت و شنید
دل بہا لب ہو لہو سے لب ہونداں نعل جام
باندھے یہ بھی گرہ میں کمانہ کچھ ذیبا کا غم
کہہ کے یہ ایک جام روشن وہ دیا خود چرخ پر
ساقیانے دے کہ زندگی بائے حافظ بخند

”دوست تجھ سے کیا کچھوں پنہاں میں راز میفرموش“
تحت پیش آتی ہو دنیا ان سے جو ہنست گوش
گوش نامحرم نہیں ہے جائے پیغام سروش
جملہ اعضا کو داں انسان بنائے چشم و گوش
نئے ہونا نوروں سے سینہ منع ہے تب بھی خروش
ہے یہ موتی سی نصیحت ہاں بنائے دگر گوش
قص زہرہ نے کیا بربطاز ناں بولی کہ نوش
خسرو صاحب قرآن جرم بخش عیب پوش

سحرز ہاتف علیم رسید مردہ بگوش

سنی یہ کان نے میرے سحر صدائے شروش
ہے دور شاہ شجاع بے دمک سیں منوش

گیا زمانہ کہ کترا کے جائیں اہل نظر
 نگاہیں دل کے وہ ڈنکے کی چوٹ اب اہل
 شراب خانگی کیوں خونِ مکتب سے پیس
 گلرُس کو کا ندھے پہ لائے ہیں میکے سے حریفین
 جو مجھ سے چاہے دلائیں ہوں رہنمائے نجات
 محلِ نور بجسے ہے رائے اتور شاہ
 رموزِ مصلحتِ ملک، یاد شاہ جانیں

ہر طرح کے دل میں تخیال اب خاموش
 جو دیکھ سینہ میں پکتے تھے ماتے تھے جوش
 رُسے یا لہجے اور چلا کے زنا و شوش
 امامِ شہر جو رہتا تھا اجا نماز بہ دوش
 تو فتن پرست ہو نمازاں کوئی نہ بہ فردوش
 جو قُرب چاہے تو دل، درصنائت کوش
 گدا کے گوشہ نشین ہے زحافِ ظاہر

شراب تلخ میخو اہم کہ مردانِ گلن بود زورش

شراب تلخ دے ساتی کہ مردانِ گلن ہو زور اُس کا
 منگائیں بادہ ہاں۔ قافلِ زمیں کمرِ دنیا سے
 اٹھالیں جامِ جم، پھینکیں کنبِ صید بہر اُری
 نہیں ہے شہدِ راحتِ خوانِ چرخِ سفلہ فرس
 نے روشن میں رازِ دہرائیں سچ کو دکھلا دیں
 شرابِ اہل یوں پتیا ہوں میں جامِ زمر میں
 نظرِ درویش پر کس کس نے دھیر کسراں سجھی؟
 کہاں ابرو سجھی ہے تیر چھوڑے اور نہ منہ موٹے

کہ دم بھر چین لوں دنیا سے کچھ ہلکا ہو شور اُس کا
 بچائے مطرب اُس کی گھوڑے سلخو ر اُس کا
 کہ صحرا چھان مارا ہم نے بہرام دور نہ گور اُس کا
 نہ کرا لاج میں منہ کڑوانہ چکھ نیرین شور اُس کا
 کرے ظاہر نرجس بہنوں پہ گرتو قلب کو ر اُس کا
 عدوا فحی ہے اور کرسے زمر و دیدہ کو ر اُس کا
 سیماں جس کی دہشت عزیز دل تھا مور اُس کا
 ہنسی آتی ہے حافظ دیکھ کر ٹھنڈا یہ زور اُس کا

صوفی گلے پچنین و مرقع بنجارِ بخش

گلچینی کرے شیخِ مرقع دے خار کو
 پُٹ کر دے زہرِ خشک سے خوشگوار کو

پامال راگ رنگتوں طامات وزرق و زو
زہر گراں میں ساقی و شاہد نہ مُفت بھی
زہن سربِ بعل تھی اے میرِ عاتحاں
یارِ گناہ معاف ہوں فصلِ بہار میں
صدقہ نگاہِ بد سے حفاظت کا بخندے
اے وہ جو تا بمقصدِ دل کامراں ہوئے
ساقی صبحِ توش کرے شاہِ توجام زر
تبلیج و طلیساں دے بے دیگسار کو
دے ڈال اُسے چمن میں سیم بہار کو
خوں میں آنکھ چاہے زرخیزانِ یار کو!
لاؤں سفیع سر و لب جو سبِ بار کو؟
دکھلا دے عفو و رحمت پروردگار کو
ایک قطرہ اُس محیط سے اس خاکسار کو
کننا عطا ہو حافظِ شبِ زندہ وار کو

فکرِ ببلِ ہمہ آنت کہ گلِ شیدا ریش

ببلِ اس فکر میں بے چین کہ گلِ یار رہے
دلِ ربائی یہ نہیں قتل ہی عاشق کو کرے
ہیں عجب کیا جگرِ بعل میں خوں کی موجیں
کس سے ببل نے سخن سیکھے کہ گل سے سیکھے
اے مسافر کہ جو صد فافلہ دل لے کے چلا
اے مرے کو چہ معشوق سے جانے والا
ٹیڑھی ٹوپی میں نظر آتا ہے سرِ خوش صوفی
حافیت جو ہو نہ دل گر چہ بھلی لگتی ہو
دل جہاں دوسرے نفس و ہوس سے خالی
حافظ ایک عمر رہا تو گر دیدار تو اب
گلِ ہولِ دینے میں اور نیر کے خار رہے
اچھا آقا وہ جو نوکر کا بھی غم خوار رہے
اُس کی کچھ ناگ نہ ہو کوڑی ہی درکار رہے
کیسے یہ شعر و غزل زیورِ منتزار رہے
خوش رہے جائے جہاں تیرا خدا یار رہے
ہوش سے! پھوڑ کے سرور نہ وہ یو رہے
اک دو جام اور کہ سرِ پائے نہ دستار رہے
خاطرِ عشق ہے نازک، نہ کچھ انکار رہے
کیوں نہ در عینِ حرم چشمِ بیدار رہے
ناز پروردہ وصلِ آپ کا یوں ار رہے؟

کنار آبِ پائے بیڈیج شرابیے خوش

لب وریا ہو، مجنوں چھائے، مزدوں طبع یار ایک
 سن اسے دولت نصیب اور قدر زان فرصت ہستی
 شبِ صحبت غنیمت جان کرے دادِ عشرت کی
 کسی دل کو اگر دلبر کی خواطر زیر باری ہو
 یہ کیسی ہے یہ یار بچم ساتی کے پیالہ میں
 عروس طبع کو زیور پنہاؤں فکرت نازہ کے
 یہ غفلت تا کا حافظ؟ چلا آ اب بھی بیجانے

قریں ایک دلبر شیریں ہو ساتی گلزار ایک ہو
 مرے کر اور کیا چاہے جو ایسا روزگار ایک ہو
 بچھی ہو چادر تھاب رنگیں لالہ زار ایک ہو
 تو دے سکے نہ کیا اس سے بھی تہر کا دیار ایک ہو
 جو کرتی چھٹی خانی عقل سے لاتی خار ایک ہو
 یہی شاہدِ تقدیر میں کھا میرے نگار ایک ہو
 وہ کرداں شوخ شکلوں میں جو لائق تیرے کار ایک ہو

ما از مودہ ایم دریں شہزخت خویش

اس شہر میں تو دیکھ چکے اپنے بخت کو
 کانٹوں پہ لوئیں، مثلِ گل آہیں بھرا کریں
 کیا ہی بھلا لگا مجھے، بیل تھی نعمتِ زن
 نعمت یہ تھا کہ، صبر سے دل، یا ترند خو
 مارے فلک پہ موج گو سیلابِ حادثہ
 چاہے جو بخت و قسمت، جہاں سے یہاں سفر

ڈالیں اب اور یہی کہیں لے جا کے رخت کو
 پھونکے خود اپنی آگ تنِ بختِ بخت کو؟
 گلِ کان کھولے سنتا تھا کپڑے دخت کو
 اتنا جو تند خو ہے، دعا دے وہ بخت کو
 صاحبِ دل اس میں بیٹھنے تک دئے رخت کو
 چھوڑے وہ عہدِ بخت کو اور لفظِ بخت کو

حافظ دوامِ بخت جو دیتے کسی کا ساتھ
 جمشید بیٹھا ہوا دیے تیکہ بخت کو

مجمع خوبی و لطف ست غدار پر خوش

خوبیوں سے مبر روشن تو غدار اُس کے رہے
 طفل ہے شاہد و لبس مرا لائیں تو سہی
 چار وہ سالہ ہے ایک شوخ صنم یار مرا
 خود خبر دار رہیں دل سے - یہ بہتر - وہ تو
 لب شیریں سے ہزار آتی رہی دودھ کی بُو
 پاکے بواُس گلی نو کی جو ہوا دل بہراں
 یار دلدار یونہی طلب نیکن ہے تو سمجھ
 صد تے قرباں ہو یہ جاں - گردہ گراں دانہ دُر
 اُسے خدا بہر و وفا بھی نہ کیوں یار اُس کے رہے؟
 خون بھی کر دے تو کچھ ذتے نہ بار اُس کے رہے
 بدر سو جان سے صد تے دشوار اُس کے رہے
 نیک و بد جانے نہ کچھ جی میں پکار اُس کے رہے
 وہ تو دو چشم سیہ غول پہ سوار اُس کے رہے
 نہ پتے بھی تو، ہو جس دن سے فرار اُس کے رہے
 جلد سر شکر شہ بن کے بکار اُس کے رہے
 صد تے دیکھ حافط میں کمار اُس کے رہے

مرا کاریت مشکل بادلِ خویش

ہوئی کیسی یہ مشکل دل کو درویش
 ہے یاد یار و جان زار شاہد
 رہے پس ماندگان کا پاس بھی یا
 پھر مجنوں سا بھی در کوہ و صحرا
 نسا اول ہی منزل پر ہمیشہ
 گئے ہیں ہاتھ سے کیا کیا مواقع
 نہ ہو حافط پہ جولا نی بجا کی
 کہ کہنے پائے مشکل بھی نہ درویش؟
 کہ کیا رہتی ہو زنگت بادلِ خویش
 اڑاے جانہ محل بے پس و پیش
 سرائے رہ نہ پایا از صفر بہ پیش
 نہ ساحل ہوتی دیکھی کشتی خویش
 نہ جاگا خواب سے نہ سخت بدیش
 ترا وہ خاک رہے خیر اندیش

ہاتھ از گوشہ میخانہ دوش

گوشہ میخانہ سے کل شب سر دوش
منفرت اس کی نہیں خالی ز نخل
پھینک عقل خام کوئے خانہ میں
غصہ اس کا بڑھ کے ہو با جرم خلق؟
وصل کی ضامن نہیں گو کوششیں
کان ہو اور حلقہ گیسوئے یار
داور دیں شاہ شجاع اس کے ہیں
مالک العرش اس کی پوری کرداد
زندہ حافط نہیں کچھ جرم سخت
بوناختیں گئے گئے سب بادہ نوش
مردہ رحمت سنا ہے سر دوش
بادہ لعلیں سے لے آخوں میں جوش
راز ہی کہنے لگا اے دل خموش!
جس قدر دل بن سکے ہو وصل کوش
ہو دہن اور خاک کوئے میفر دوش
روح قدس و عقل کل حلقہ بگوش
چشم بر سے بھی بچا کر رکھ بہ ہوش
پیش غصہ بادشاہ عیب پوش

یارب آں نوگل خنداں کہ دیر نمی کش

مجھ کو جو نوگل خنداں تھا دیا خاقان من
دل بھی ہے ساتھ مرا جائے جہاں جانا ہو
ہو گزرنے نزل سئلے میں اگر باد صبا
زلف بگلوں کی ہوا ہستہ صبا نافہ کشا
دل کو کچھ حق و فاضل و خط و حال ہیں
وہ جس نرم میں اس دور دہن پر ہو دل
تجھ کو سونپا کہ بری آنکھ نہ دکھیں دشمن
حفظ ارباب کرم میں بے جاں ہمہ تن
کہ سلام اس سے مرا میری پیامی تو بن
جائے دلہائے عزیزاں ہو نہ ہو بہترین
وے خم طرہ مشکیں میں مست ز مسکن
سخت سغلہ ہے جسے یاد رہے کچھ تن من

جا پڑا کسے دفا سے گودہ اب کو سوئی ر
 مال دھن سب تو پڑہ فاتحہ میخانے میں
 جس کو سہا دے مال اسکو نہیں خشتِ حلال
 شعر حافظ بھی بیت الغزل عرفان ہیں

دور اُس سے رہیں آفاتِ زمانِ دوزخ
 آبِ بردہ ہی جو اُس پانی کو پی کر ہو گن
 سر پہ قدموں میں ہو یا پونچے یہ تباہی
 واہ کیا نعمتِ دلکش میں بھرے لطفِ سخن

از رقیبتِ دلم نہ یافت خلاص

دل نے پایا رقیب سے نہ خلاص
 عجب توڑے خم میں اُس کا سر
 میرے مطرب نے جب الاپا کچھ
 کیسے موتی نکالے دریا سے
 عقل پتھر ہے عشق پارس ہے
 مصحفِ سخن میں پڑھے تو حافظ

بیچ ہے القاص لایکب القاص
 بنِ بالین والجر و ح قصاص
 زہرہ سال مشتری بھی رقص
 جب ملک ترکِ سر نہ فِ غواص
 مَس سے گندن بنانا اس کا خواص
 پہلے امجد بعدہ انحصار

نیت کس از کند سرف تو خلاص

کس کو پھنس کر ہوا زلفوں کی کندوں سے خلاص
 جو بیابانِ فنا میں نہ فنا ہو عاشق
 پیش کی شمعِ صفت ہم نے اُسے جانِ شوق
 تن اگر خاک ہو عشق میں کہتے اکسیر
 نہ ہوا دار بنے شمع کا پروانہ کوئی

خوں کئے عاشقوں مسکینوں کے بخوبِ قصاص
 حرمِ دل میں اُسے کون کرے خاصِ خاص
 تن بھی ایشیا رکھا اُس پہ بروےِ اخلاص
 رانگ جب بن گئی سونا تو نہیں نامِ رصاص
 نہ جلے بھی تو نہیں عشق کے خطروں سے خلاص

ناوک غمزہ نے رستم کو دکھایا نیچپا . راست ابروئے کہاں نے کی کہاں وقاص
نام کیا جانیں بہائے گہرِ ہمیش بہا . حافظا گو ہر یک دانہ کے قابل ہیں خواص

بیا کہ می شنوم بوئے جاں ازاں عارض

بتا دیں تو نگلے کے رکھتا ہو بئے جاں عارض
ہے قد کے آگے قدِ سر و ناز پا در گل
جو حن و لطف کا حور وں کے ہو بیاں وہ غلط
یہ مشک نافہ چپیں نے بھی پایا گیسو سے
وہ جم دیکھ کے تن یا سن کا شرمائے
جو ہیر رخ سے ہو خورشید چرخ غرق غرق
ہے نظم و کس حافظیوں غرق آبِ حیات
ہمارے دل کا بتا ہے خود شاں عارض
جھل ہے دیکھ کے ایک ایک گلِ خباں رض
وہ حن و لطف دکھاتا ہو بئے بیاں عارض
گلاب کی بھی ہے خوشبو کا عطر داں عارض
کرائے لالہ کو توخوں میں ہی نشاں عارض
تو زار دیکھ کے ہو ماہ آسماں عارض
کہ جیسے تیرا پسینے میں جاں جاں عارض

حن و جمال تو جہانِ حملہ گرفتِ طولِ عرض

حن و جمال سے ترے پر ہے جہاں کا طولِ عرض
تیرے ہی رخ سے آفتاب چوتھے طبق میں پائور
دیکھنا تیرے حن کا خلق پہ واجب اور ہوا
روحِ فزایہ لب ترے دیں گے نہ گفتگر مجھے
شمسِ فلک ہے غرقِ شرم دیکھ کے تجھ کو ماہِ ارض
شبِ زمین ہنستیں تیرا ہے زیرِ بارِ قسریں رض
سجدہ در بھی تو ترا بہر شہانِ ارضِ رض
اس تن درد مند سے ہو نہ سکے گا دغِ مرض

بوئے نقشب پانچھے آئے کہاں سے اس کا ہاتھ

قصہ شوقِ حافظا کون ہے جو کر گیا عرض

سواد دیدہ من شد ز آفتاب حشم بیاض

سیاہی آنکھ کی آنکھوں سے ہو گئی ہے بیاض
 عجیب کاٹ ہے مڑگاں کی آنکھوں میں خُدا
 وہ دھوپ چھاؤں رُخِ دل نے دکھائی ہر
 خانہ ہوا دھڑاؤ گلے لگا لیں تمہیں
 غول بہ قافیہ ضا د غیر ممکن تھی
 کہاں تک اب مری جاں اور کس لئے اعراض؟
 بریدہ جامہ تقوے ہے اُن سے جوں متقاض
 اسی سے دیدہ مردم میں ہے سواد و بیاض
 بھلا دو قصہ ماضی مٹے مٹے ماض
 یہ مہربان ہے حافظ پہ مبداء فیاض

گردنِ غدارِ یارِ من تا بنوشت حُسنِ خط

گردنِ غدارِ یارِ جب حُسن نے لکھ دیا یہ خط
 آبِ حیات سے عزیز ہوٹوں کی آرزو میں دل
 خالِ سیاہ کو دیکھ تو عارضِ سیمزنگ پر
 بالِ کھیرے اور عرق پہونچا چمن میں خیر
 گاہ اڑائے جان و دل اسکی ہو میں نسیلِ گرد
 اپنی غلامی میں شہا مجھ کو اگر کرے قبول
 نظم سے تیری حافظ آج آہ منہ چھاپ
 اُس کو سمجھ کے آفتاب چاند نے راہ کی غلط
 آنکھ سے ہے کئے رواں آبِ حیاتِ نسیلِ خط
 مشکِ سیاہ سے ہے دیا عارض پہ ایک نقط
 گل ہوا روزِ عرفراں، مشکِ گلاب سنِ نقط
 آتشِ عشق آج میں گاہ رواں کی نسیلِ بط
 لکھ دوں میں خطِ بندگی کر دوں میں مہر و خط
 عشق میں اُس کے شکر کس کے تھے نمط؟

ز چشم بد رُخِ خوب ترا خدا حافظ

ہو چشم بد سے رُخِ خوب کا خدا حافظ
 کی ہم سے اُس نے نیکوئی ہی اور کیا حافظ

کیا ہون خون ترے دل کا صل بے اگر
نہ زلف و خالِ تہان میں پھنسا تو پھر دل
چل آ بصلح و صفا دوستی کا عہد کریں
کہاں تو اور کہاں دامنِ وصال اس کا
عجیب پائی ہے لذت وصال جاں میں
فل آسا غزل ایک خوب طرفہ و پرہیز
تو مانگ بوسہ جاں بخش نگوں بہا حافظ
جواب کے چھوٹے تو زندانی بلا حافظ
لڑائی جھگڑا ہی تجھ سے ہی ہم کو کیا حافظ
نہ چھو سکے گا اُسے دست ہر گداجا حافظ
کہ جان آگئی جی اٹھتا مر گیا حافظ
ہے شعر تیرا فرح بخش و جانفزا حافظ

قسم بخت مت و جاہ جلال شاہ شجاع

گواہ خست و جاہ و جلال شاہ شجاع
اگرچہ تشنہ ترے فیض جام کا ہوں ڈلے
خدا کے واسطے خرقوں کو آبِ بے میں لگتا
تھرک رہا ہے وہ بلبل کی تھاپ پر دیکھو
جگا ہر فقیروں پہ پانی یہ دولت !
ہنچ یہاں سے ادیب اپنا و خطا قلم
ستایا زہد نے حافظ کے یادہ گوئی سے
کہ جاہ و مال کی خاطر نہیں کسی سے نزاع
نہ مانگنے میں دلیر اور نہ موجبِ اصرار
کہ بوسے خیر سے عاری ہوئے ہیں یہ اوضاع
وہی جو کل نہیں دیتا تھا ہم کو اذنِ سماع
ہیں ہم غلامِ مطیع اور تو خدا پر مطاع
پلید تجھ سے نہ آئندہ ہوں یہ گنج و قناع
ہلائیں راگ میں سُر چھڑیں سُر و سماع !

قسم بہ دولت گیتی فردر شاہ شجاع

گواہ دولت گیتی فردر شاہ شجاع
صراحی اور حرلیٹ نگار کافی بس !
نظر میں ہے مری الہاں حقیر شجاع
علاوہ اس کے سب اباب تفرقہ و صداع

چلا ہے بے کے خواباتِ فنا فاعاد سے عشق
بڑھا دو دور و شبانہ بے منانہ چلے
نہ سر سے جائیں ہم لے جاں کرین تجھ نئے سماع
حریف بادہ بلا اسے رفیق تو بہ و دواع
فقیر کے بھی سخیلے میں ہو قص شماع
نشان خاکِ در کبر بے شاہ شجاع
کبھی نہ چھوٹے الہی جبین حافظ سے

بامداداں کہ ز خلوت کہ کاخ ابداع

صبح کھلتے ہی درِ خلوت کاخ ابداع
آئینہ جیبِ آفت سے ہو نکل کر نشان
شاہِ مشرق کی پڑے چار طرف اٹھ کے شماع
رنگِ عالم نظر آئے ہزاراں انواع
ازخون ٹھیک کرے اپنا باہنگ سماع
قہقہہ جامِ لکائے کہ کدھر ہے مناع
ایسی چیزوں پہ نہیں کرتے سمجھ دار نواع
کہ بہر حال یہی ٹھیرے ہمیں اوصناع
جایع علم و عمل جاں جہاں شاہ شجاع
نفعِ دنیا کہ خطا بخش ہے وہ اور نواع
اس سے بڑھ کر نہیں کچھ حافظا دنیا میں نواع
مہج کھلتے ہی درِ خلوت کاخ ابداع
آئینہ جیبِ آفت سے ہو نکل کر نشان
خود طرب خانہ جمشیدِ فلک میں زہرہ
چنگ بکار کے پوچھے کہ کہاں ہے منکر
طرہ دولتِ دنیا ہے پُر از مکرو فریب
دیکھ لی وضعِ جاں؟ ساغرِ عشرت کو بنمال
منظرِ لطیفِ ازل۔ روشنی چشمِ امل
طالبِ زندگی شہ ہو اگر چاہتا ہے
مے پئے ساتھ مگر ایک صنمِ خنداں کے

دروفاے عشق اور مشہور خواب نام چو شمع

ہوں و فائیں اُس کی ایک مشہور خواب میں بھی شمع
اس کے غم نے موم کو ڈالا مرا کوہِ وقار
شبِ نین کے سر بازارِ انداں میں بھی شمع
آبِ دلش میں محبت کی ہول ان میں بھی شمع

روزِ میسرِ انشب ہے بے حُسنِ جمالِ راگر
 بیچدے وہ ہجر میں پروانہ وصلِ اب تو خیر
 کاٹ ڈالی غم کی پیچی نے تحمل کی رسن
 خوابِ انِ غم دستِ آنکھوں میں دن ہو در نہ آ
 وصل سے اُس ماہر کے ہوں کسی شبِ سرفراز
 صبح کی مانند نفس باقی رہا ہے مجھ میں ایک
 یہ گمیتِ اشک میرا گر نہ ہوتا سبزِ زرد
 آتشِ بھڑس کی حافظہ سے ہوتی شعلہ زن

ہوں کمالِ خشن میں در عینِ نقصان میں بھی شمع
 در نہ کچھنوں گاہاں پر آہ سوزاں میں بھی شمع
 پھر اسی حالت میں تیں فرقت میں سوزاں میں بھی شمع
 اُس کی بیماری بھراں ہوئی گہریاں میں بھی شمع
 اُس کے جلوے سے منور پاؤں ایوان میں بھی شمع
 شکل دکھلائے تو دارِ دل پہ یہ جہاں میں بھی شمع
 فاش یوں ہونے نہ دیتا رازِ پنہاں میں بھی شمع
 اشک سے بجھتی جو ہوتا جائے اُنساں میں بھی شمع

سحرِ جو بل بیدلِ دے شمیمِ بباغ

گیا تھا ببلِ بیدل کی طرح میں کلِ باغ
 نظرِ بڑی گلِ سوری کی مجھ کو داں صورت
 مگر تھا حُسنِ و جوانی پہ کس قدر مغرور
 رواں تھے نرگسِ رعنا کی آنکھ سے آنسو
 کشیدہ تیغِ زباں ہوسن اور دہکنے لے
 غرض صراحی لئے ہے پرست تھا کوئی
 نشاطِ ویش و جوانی کو بس عنیت جان

کیا جو اُس نے وہ ہی کرنے کو علاجِ دماغ
 اندھیری رات میں دشن تھا گویا ایک چراغ
 ہزار گونہ تھے ببل کے غم سے اُس کو فراغ
 پڑے تھے لالہِ حمرا کے دل پہ پُراغ
 دو حلاجوں کی طرح تھے تھایتِ نہ باغ
 تو کوئی سیاتی مست ہاتھ میں اٹھائے یاغ
 جتا دیا نکھے حافظہ ادا کی شرطِ بلاغ

طالع اگر مدد کند و نشِ آورم بکف

آئے وہ دن خدا کرے دامنِ یار ہو بکف
 کھینچوں میں رہے نشاطِ کھینچے وہ ہے شرم:

ہر جگہ یاس ہی ہوئی حسرتِ دل اگرچہ کی
 ہر بنانِ سنگِ دل ناز سے پاؤں کب تلک
 اس خمِ ابرو سے کبھی آہ کشاؤ دل نہ ہو
 میں نماز و متکلف، اُس پہ یہ طرفہ ماجرا
 ابرو کے یار کو غرض؟ میری غرض کی یار ہو
 تراہدوں کو خبر ہی کیا، چہرہ سے پڑے لاکھ
 صوفی شہرِ قمرِ شبِ ہمزے سے کھاتا ہے
 کون سے دل سے ہے پیوں شاد ہوں اور طرب کرو
 حافظ اگر ہو گا مرنِ در رہِ خاندانِ عشق
 بادِ صبا نے مست ہر گھر کے جاں میں ہر طرف
 بات نہ پوچھیں باپ کی ایسے کیوتِ ناعلف
 ہائے غلطِ اُمید پر عسبرِ عزیزی کی تلف
 منجھے گھر سے چو طرف گامین بجائیں چنگِ دف
 تیرکب اس کمان سے کن نے لگایا ہر بدقت
 مستِ ریاستِ مختبِ اپنی بھی لے یا رکھنا تحف
 خوب دُم دراز پہ پھیرتا ہے سیہ کلف
 پنج میں دل ہو چاروں لشکرِ غم ہے صفِ بصف
 تیری رفیقِ راہ ہو ہمتِ خود شہِ نجف

زبانِ خامہ نہ دارِ دسر بیانِ فراق

زبانِ خامہ نہیں بایلِ بیانِ فراق
 خیالی گھوڑوں کے جھڑپ میں ہر گاہ کیب
 اُمید وصل میں افویں زندگی ہو اخیر
 قریب ہے کہ یہ انباؤ دُوب ہی جا
 سرِ فلک پہ بھی اُس سر کو دیکھے فوجیت
 ہوائے وصل میں اب کن پر سے اڑے دل
 فلک نے دیکھے کے دل کو اسیرِ جنہِ عشق
 پناہ نہ پائی تو گر دابِ نعم میں لے پونچا
 دگر نہ لکھا متصل میں داستانِ فراق
 قدینِ منتِ داندہ وہمِ غمانِ فراق
 بسرِ ہر عمر نہیں ہو بسرِ زبانِ فراق
 بجنور میں شوق کے اے بحرِ بیکارِ فراق
 جو سیکسی سے پڑا ہو براستانِ فراق
 کہ بالِ و پر تو ہوئے نذرِ آشیانِ فراق
 بٹی ہو صبر کی پھانسی کو زبانِ فراق
 بہا کے صبر کی کشتی کو بادِ بانِ فراق

نہ کر سکیں گے کوئی دعویٰ وصال کہ ہے
یہ تن کفیل قضا کا یہ دل غناںِ فساق
فراق و ہجر الہی ہیں کس کے لائے ہوئے؟
سیاہ ہجر کا منہ! اُجڑے خانانِ فراق!
جو پائے شوق سے حافظ یہ راہِ شرتی
نہ دستِ ہجر میں دیتا کوئی غناںِ فراق

مباد کس چو من خستہ مبتلائے فراق

نہ مجھ غریب سا ہو کوئی مبتلائے فراق
تمام عمر سے ساتھ تھی بلائے فراق
غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
اُنھائے محنتِ ایام درِ بنجائے فراق
فراق ہاتھ اگر آئے خونِ کر ڈاؤں
دلاؤں آنکھوں سے جو کچھ ہو خوشہائے فراق
ہیں اس فراق کو ایسا فراق میں ڈاؤں
کہ روئینِ ن کے انسو ہی دیدہ ہائے فراق
فراق و ہجر کے غم سے مفر نہیں ایک دم
عوض ہمارے یارب تو سے نہ لے فراق
کہد ہر کو جاسیئے کیا کیجے کس سے غم کہیئے
کماں سے داد لے کون سے جزائے فراق؟
فسراق دیکھو یہ غم دیکھو اور مجھے دیکھو
جنا تھا مجھ کو مری ماں نے کیا برائے فراق
ہے عشقِ باغ تو حافظ ہے بلبلِ سحری
دن اور رات ہو ایک نفساںِ فراق

مقام امنِ مے بنیش و رفیقِ شفیق

مقام امن و مے صاف اور ایک رفیقِ شفیق
اگر دما میسر رہیں رہے تو رفیق!
جہان و کار جہاں پہنچ و پرتج ہی سب جان
ہزار بار اسے کہ چکا ہوں میں تحقیق
پناہ کی جگہ ایک ڈھونڈ دمِ عنیت ہے
ہیں راہِ عمر میں پوشیدہ قاطعانِ طریق
ہے کوئی بندہ خدا کا جو ٹھیک راہِ سجائے؟
نہ پہنچی دوستِ تلک سیکہ کوئی راہِ طریق

فدائے غمزدہ ساقی نہرِ دل چن دم
بجھوئے بادِ دل اس کے ہونٹ نئی عقیق
عجب چاہ رہی خداں میں پائی شیرینی
ہو نہ سکی نہ کوئی اس کی تھاکہ کو فکرِ عقیق
اگرچہ سوئے میاں بھی ہے ہم سے بالا
یہ طفلِ دل کا جھلونا ہے یہ خیالِ دقیق
عشقِ رنگ ہمیشہ ہے اشک بھی اپنا
نہیں خاتمِ چشم اپنا کندہ ہے عقیق
چلو بھی! تو بہ زلزلِ نگارِ خندِ جام
محال اس کے تصور کی عقل سے تصدیق
نہی سے کنا کہ قایل میں طبعِ حافظ کے
ما خطہ ہو کہ کس حد ہے یہ مری تھمق!

اے دل ریش مرا بالِ لبِ حق نہک

دل زخمی کے ہوں پر ہیں ترے حق نہک
پاسِ حق نہک! اب جاتا ہوں! اللہ ملک!
تو ہی وہ گوہرِ بیکتا ہے کہ قد دیوں میں
تیرا ہی تذکرہ خیر ہے سیح ملک
تجھ کو سچائی میں کچھ شک ہو تو کس کتاب ہے
میر لکھوٹا کھڑا میں سونا ہوں تو میری خاک
مت مے ہو کے دو لوسوں کا تھا وعدہ لیکن
شرط پوری ہوئی ان ہونٹوں کے دو دیکھے نہک
مکھولے پستہ خداں کہ برس جائے نہک
کچھ دہن کے متعلق نہ رہے خلق کو شک
چرخ کا چرخا کر دس گرنہ جیسے حسبِ مراد
میں نہیں وہ کہ گھٹے پھرے یہ دوزِ فلک
اپنے حافظ کے نہ کیوں پاس وہ ایک دم ٹھیرے؟
ہٹ رقیب ایک دو قدم ٹھیر پڑے در نہک

اے پیک پے نختہ چہ نامی فدیت لک

نام اے نختہ پے ترا کیا ہے فدیت لک
دیکھا تھا سنا لانا نہ کوئی ایسا نہک
زیبا ہے کل حینِ ترے در پہل کے آئیں
بوسہ دیں نیتِ پاک تو مری جھک یک یک

ظاہر و چشم سے تری صورت پہ مردی
 آدم میں حسن کا ترے ہوتا جو شائبہ
 روشن و دھل سے ترے دیدوں میں مردک
 رہ جاتے محو جدہ نہ کر سکتے پھر ملک
 نقش نگار خانہ شاڈالیں کر دیں ملک
 نقش نگار خانہ شاڈالیں کر دیں ملک
 روشن ہے آفتاب سا کوٹھا ہی یا فلک؟
 کُن دن ہے اُس کو کچھ نہیں اندیشہ خنک
 حافظ کی دوستی پہ نہیں تجھ کو گر بقین

اگر شراب خودی جرعہ فساں پر خاک

پئے شراب تو کچھ پھینک بھی دے حصہ خاک
 چل آج اوجِ فلک پرے شامیانہ مان
 جو نفع غیر کو پہونچے تو کیا گناہ میں پاک
 اجل کرانے گی کل تجھ کو سیرِ تیرہ خاک
 نہ کھا دریغ پئے جا بہ شاہِ دودن و چنگ
 ہے بیدریغ ہی جاری جہاں میں تیغِ ہلاک
 ہو دوزخی کہ بہشتی کہ آدمی کہ ملک
 ہر ایک کے دین میں بس کفر ہی تو ہو اسماک
 نمونِ دخترِ زرِ طرفہ ہوش کھوتے ہیں
 مباد تا بہ قیامت خراب طارم تاک
 قم ہتے تیرے ہی قدروں کی ناز پرور من
 چمٹ کے ان سے اُسے میری روزِ خسرو خاک
 براہِ میکدہ حافظ جہاں سے گزرا خوب
 دعاے اہل دل اسکی طعین مونس پاک

دو شینہ من پنہاں شتم باقصر جاناں کلینک

کل شب پہنچ ہی میں گیا باقصر جاناں چپکے سے
 دیکھا نگاریا کو ایک تختِ زر پر محو خواب
 ہلکے قدم رکھتا ہوا آیا دریاواں چپکے سے
 دل تھا نہیبِ ختی سے لڑاں تماں چپکے سے
 آخر ٹہا ہی ہی تعابِ نر توئے تاہاں چپکے سے
 دو انگلیاں کر کے دراز۔ آہستہ تر۔ آہستہ تر

ایک نیم گیس کھول کر دی نہ کو خوش خواب
 جھلایا کون اپنے ادب؟ بولامیں یہ جو غریب
 تر سال تھے لب ہر خیزا مل لب لکھن تھے
 چاہی اجازت جانمن مینچوں گنا کر سینے؟
 آنہ گنا یا سینے سے جی بھر کے ایک دم یار کو
 بولا کہ حافظ اٹھ کے جادو نصرت شاہجہاں
 اور ماہِ رنج پر چھا گئی زلف پر نیا چپکے سے
 سن نہ کوئی بات کرے راحت جاں چپکے سے
 لے ہی اٹھے آخر سکر از شرکرتاں چپکے سے
 بولا کہ پہلے شمع کو بجاکے رکھ دوں چپکے سے
 بول اٹھا فوراً ہی مگر مرغِ سخن چپکے سے
 سب کر یہ کیفیت بیا لوگوں پہاں چپکے سے

ہزار دشمن اگر می کنند قصد ہلاک!

کریں جو کرتے ہیں دشمن ہزار قصد ہلاک
 یہاں تو زندہ رہ سکے ہے امید وصل تری
 جو دم بدم تری خوشبو مجھے نگھائے صبا
 ترے خیال میں آنکھوں کو خواب ہو ہو ہو
 بضربِ سیفِ قتلِ حیاتِ تنہا آبد
 جو تیرا زخم ہے کب ہے وہ اور کامرہم
 تو جیسا ہے مجھے کون آنکھ دیکھ سکتی ہے
 نہ چٹکیوں ذرا کھاؤں منہ پہ ہی تلوار
 بگاہِ خلق میں حافظِ عزیز ہو اس وقت
 جو تو ہو دوست نہیں لکھ دشمنوں سے پاک
 نہیں تو ہجرت کس دن نہیں ہو خون ہلاک
 تو لحظہ لحظہ کروں مثل گل گریباں چاک
 ترے فراق میں اس ل کو صبر ہو حاشاک
 فائِ روحی و قلد حاتم ان یکتا فداک
 تو زہرِ دیدے یہ بہتر کہ دوسرا تریاک
 بقدرِ فہم ہی کر سکتا ہے ہر ایک اور اک
 نہ کسمائوں کئے چاہے جس قدر فتراک
 رکھے ہ ناجز می اس در پہ سر برسے خاک

اگر کہوئے تو باشد مرا مجال وصول

نہیں ہے کوچہ میں اس کے اگر مجال وصول
 تو کون دولت دیدار کی ہے شکل حصول؟

قرارے گئیں میرا وہ سنبھل تکیں
عجیب آئینہ دل پہ پھیری جیتل عشق
دل شکستہ حقیقت میں زندگی پائے
وہ مجھ سے کونسا اے جان دل تصور ہوا
ترے محل میں یہ دردیش بے زور بے پر
کہ مڑ کو جائے کرے کیا یہ حال کس سے کہے؟
خواب تر تیرے غم نے نہ پانی اور جگمگ
خمش حافظ و دم سادے در عشق میں

خواب کر گئیں مجھ کو وہ نگر سنبھل
ہوا ہے رنگِ خرد سے ہمیشہ کو مصقول
منا کہ تیغِ غم یار کا بنے مقبول
کہ طاعتیں بھی تو میری نہیں ہیں مقبول؟
کسی جہت سے بھی رکھتا نہیں حُج و دخول
کہ کس قدر کا غم روزگار سے ہے لول
پند میرے دل تنگ میں کی طائے نزل
ہو عزت نہ کر فاش پیش اہل عقول؛

اے بُردہ دلم راتو بدیں شکل و شمایل

دل لے ہی لیا تو نے دکھا شکل و شمایل
آہیں کبھی کھنچیں کبھی سینے سے تر اتیر
پوشیدہ رقیبوں سے رکھوں صفتِ لعل
ہر روز ترا حسن گئے دن سے فزوں تر
دل بے چکا لے جاں بھی نہ کر غم کو مسلط
حافظِ حرم عشق کے اندر ہے قدم اب

اب کیوں نہ کشیدہ ہو جہاں تجھ پہ ہوا میل
کیا تجھ سے کہوں کیا یہ دکھا تا ہوا میل
اتھا نہیں یہ سنی نازک سنیں جاہل
کیونکر ہو منہ پیار دہم تیرے مقابل
ہو نقدِ سامی تو نہ بکھج اُس پہ محصل
دامن سے لگا اُس کے نہ اب اوروں میں میل

اے رخت چوں خلد و لعلتِ سلیل

رُخ ترے جنت ہیں لب ہیں سلیل
سلیل ایسی کہ جان و دل سلیل؛

سب رو نشان خطا اس لب کے ہیں گرد
 کوئے کوئے پر ہیں تیرے میر چشم
 آگ یا رب یہ جو میرے دل میں ہے
 دوستو! کس طرح ہو قدِ مجال؟
 پائے لنگ اور غنق کی منزل کھن
 آفریں نقاش کے مومے قلم
 حن ان اشعار کا کیا ہو بیاں
 معجزہ ہیں شعرا سحر میں
 کہہ سکا تھا کون اس خوبی کے شعر
 تجھ پہ حافظ پنہر دست نگار
 یا پر اموروں کا گردِ سیل
 مجھ سے افتادہ ہزاروں ہی قریل
 ہو کر مے سے تیرے گلزارِ طویل
 کیا جمال اس کا نہیں بے حد جمیل؟
 ہاتھ کوتاہ اور اونچا نارِ جیل
 بکر معنی کی یہ صورت بے عدل
 شمس کی خود شمس ہے اور کیا دلیل
 لایا ہاروت ان کو یا خود جبریل
 کب بندھا تھا کوئی گوہرِ زینِ قبل
 چوٹی جیسے ہونیر پائے پیل

بہد گل شدم از توبہ شرابِ نخل

کیا بہار میں ہی توبہ شرابِ نخل
 صلاح کیا ہو میری؟ جام ہے یہ شربت
 وہ خونِ شب کو بہا تجھ سے اے سرچشم
 ہو آفتاب سے بھی خوب تر تو شکرِ خدا
 بکا ہے نرگس تاناہ سرنگوں ہے اگر
 نہ پوچھے کاش گزہ وہ مزید رحمت سے
 یہ جام زہر سا کیا زیر لب ہو خند زناں
 کرے کسی کو نہ یوں فعلِ ناصوابِ نخل
 نہیں ہوتا ہر ساقی کے تو حسابِ نخل
 کہ دیکھتے تھے کھڑے بُرائی اب نخل
 میں میری وجہ نہیں پیش آفتابِ نخل
 نہ ہوتی بن کے بھلا چشم پر عتابِ نخل
 نہ ہوں ال سے طربِ دُور اب نخل
 نہیں تھے لبِ طبع سے گز شرابِ نخل

نہ عمر بھر کبھی اس در سے میں نے رخ پھیرا
اس آستان سے نہیں سکر اے جناب نخل
ہے آپ خضرِ جلالت میں، اس لئے کہ اُسے
کرے سخن کی نہ حافظہ کے آفتاب نخل

بکن تو جو کہ کر دم بہ جان و دیدہ قبول

کئے جاؤ رنجھے بھی ہے جانِ دل سے قبول
نہ قبلہ جس نے کیا تیری ابروؤں کی طرف
کشیدہ خنجر کیس۔ پھر ہے دیدہ قتال
ہزار آیتِ رحمت عیاں ہیں چہرہ سے
وہ جس نے دیکھی لی ایک بار صورتِ زیبا
طلب جو بوسہ کیا لعل لب سے کیا کہتے!
ولایتِ دل حافظہ پہ عشقِ قابض ہے
بہ نسبت اس کے کہ ہر دم ہے تو مجھ سے طول
نہیں ہو جانبِ کعبہ ناز اس کی قبول
خوشا شہید جو ہو اُس کے ہاتھ سے مقبول
وہ چہ سود کریں گر نہ بندہ پر ہی نرود
خطا ہے ہو جو کسی اور خیال میں مشغول
جھڑک کے بولا کہ لبا ہویاں سے ناستول!
خراج ہے غم ہاں اور در و دل محمول!

خوشخبر باش اے نسیم شمال

آگے مژدہ دے اے نسیم شمال
ماہِ سلے ومن ہدی سلیم
بزم کو دیکھیے تو خالی پٹری
عَفَا الدَّاءُ اَسْرَ بعد عافیۃ
کہہ کہ نزدیک ہے زمانِ وصال
مہینِ جبرِ اسنادِ کیف الحال
خمر و جام دسبو ہیں الامال
ما رڈ الیں گے شہرِ ان خیال
فاسلوا لها عن الاطلاع
وَصَمَّتْ جَعْنًا سَنَ امحال

کیوں ملائے نظر ہمارا ترک
اس کی عظمت تو دیکھو اور جلال
فی جمال اکمال قلت منی
مصر فک اللہ عنک عین کمال
یا بزدل مجھے بھات اللہ
مہر جسم جہاں اقبال تھال
عشق میں حافظا یہ چپ کت کتا
نالہ زبیا ہے عاشقوں کو، نکال

دارائے جہاں نصرت میں خسر کامل

دارائے جہاں نصرت میں خسر کامل
یہاں نے مظفر ملک عالم و عادل
اسلام کی دیوار پناہ میں کیا پیدا
خلقت کی حمیت نے تری روز نہ دل
ہو خال یہ پتے خورشید کو حسرت
افس کہ میں کیوں نہیں ہندہ قبل
روز ازل ایک بوند سیاہی رخ مہ پر
پسلی ترے خامہ سے پے جل مسائل
جلس تری چرخ بھی ہو قصہ کاع میں
لٹے نہ یہ دوار کجی ایم ہے شل
مینوش و جہان بخش اکند میں ہی
بہ خواہ کی گردن گٹھی در طوق و سلاسل
خود و در فلک عل کے ہے خط صبح پر
خوش باش کہ ظالم کوئی پیچھے گانہ منزل
واجب ہوئی تسلیم تری جان خرد پر
سب کوں مکان پتے سے اٹھا ہٹا مل
حافظ ظلم شاہ سے دزدی کی تقسیم
انکار بعیت کو سمجھ خطرہ باطل

رہرواں را عشق بس باشد دلیل

عشق کی کافی ہے تھیل و دلیل
اشک کی رہ میں ہو رہگیر و سبیل
خاک لائے آنکھ میں طوفان اشک
وہ جو کشتی راں ہو ہر خون قریل

نیک نامی پر نہیں کچھ اختیار
 بے دے و مطرب نہ جنت میں ملتا
 گرمیِ حُسنِ تہاں میں مت جھلس
 یارِ سوہم پیل باناں سیکھ لے
 فرض کر لے راہِ مقصدِ گم ہوئی
 دے نہ ان آنکھوں کو نیلِ عاشقی
 عز و مال شاہِ عالم برقرار
 باتِ مطلب کی کوئی حافظِ بتا
 ضلّی فی الشّق من یّھدی لیل
 ما اُحیی فی الرّاح لا فی السّیل
 جا کے جھک جا آگ میں مثلِ خلیل
 یا نہ دے ہندوستان بر باد پیل؟
 پاؤں اس رہ میں نہ رکھو بے دلیل
 در نہ ڈوبے غرقہ در دریا کے نیل
 پائے جو کچھ اور چاہے نہیں قبیل
 در نہ بے حاصل ہو یہ سب قالِ قیل

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل

ساقی پلائے بادہ کہ پھر ہے زمانِ گل
 بکر چشمِ خار کو رہ یک ہانگِ غنایب
 آصحنِ بوستاں ہی میں چل کر ہو بادِ فُش
 گل آچکا چمن میں نزاں کا ہی دار ہو
 ٹوٹے کہ ٹوٹی ہی ہے تو بہ میانِ گل
 چل کر بسا چمن میں کوئی آئیناں گل
 آیاتِ خوش دلی ہیں لکھی ہر زبانِ گل
 یار دے دے دسرود ہو اور بوستاں گل
 ہونا نثارِ خاکِ رہ باغبانِ گل
 حافظ وصالِ گل کے لئے بیلوں کیلکھ

مرادیت پریشانِ بستِ غمِ پامال

عجیب دل ہے پریشانِ بستِ غمِ پامال
 شکستہ خاطر و دل تنگ مثلِ حلقہِ میسم
 پھر اُس پہ طرہ نہیں کوئی واقفِ احوال
 بخار سیدہ و قناتِ خمیدہ صورتِ دال

غموں نے بٹ کے تن زار کو کیا بقی
 کشیدہ مثل الف قد تھا میرا تا آخر
 جلا کے آبرو کی خاک آتشِ غم نے
 ہے سراپہ رکند اور دست و پا در بند
 نصیبِ غم، ستم و جور چرخ سے شب و روز
 وطن سے دور، غریبی میں اس قدر مفلس
 غریب مفلس ایک ایسے دیار میں کہ جہاں
 وطن کو اپنے چلا جاؤں یہ بھی ناممکن
 ہوس کہ مفلسی سے نہیں ہوں طالبِ زہ
 سوائے جور و جفا اس جہاں سے کچھ امید
 فرض کہ رات کو پوچھایہ عقل سے میں نے
 عروسِ طبع معاً بولی تجسّدِ دل سے
 بخابِ آصفِ دُور اں جلالِ دنیا و دین
 قسم اسی کے چرن کی کہ غم کے ماروں کا
 تمکیلِ عشق ہو احوالِ غریبِ ترا

ہے جس کے سوز سے گردِ دُنوں میں نالہ نال
 ہوا جوابِ غمِ ایام سے ہے جھک کر دال
 بنایا خاک کہ ہو جاؤں راہ میں پامال
 بچنے میں ہے کچھ دھڑکنا ہر جفا کے غوال
 لڑا ب فاقہ کینہ سپہر سے مدد سال
 کہ نام کو نہیں پاس ایک ذرہ مال و مال
 کسی طرح نہیں خلقت سے مجھ کو وجہِ سوال
 اُسے تو کس طرح پہچان رہ مرغِ بے پروا بال؟
 مثالِ تشنہ ہے درکارِ جُرمِ آبِ زلال
 ہے ایک تصورِ باطل ہی ایک خیالِ محال
 جہاں میں کون ہوا جواب جو کرے نہ تو سوال؟
 کہ آج بیخِ احسان وجود و بحرِ نوال
 جہاں میں تھی نہ ہے جس کی کوئی نظیر مثال
 ندیم و مونس واحد وہی ہے درہمِ حال
 گزر کے قبر پر اُس کی یہ خون کرے حلال!

شمتِ روح و دادِ سمتِ برقِ صال

شمتِ روح و دادِ سمتِ برقِ صال
 اُحاد یا لِحِمالِ الحَبِیبِ قِفْ دَا نَزَل
 چلے تو جانِ دوں خوشبو پہ تیری بادِ شمال
 کہاں ہے صبرِ جمیل اب ہو استیاقِ جلال

شکایت شب ہجران کو ترک کرے دل
ہو یا رہ بر سرِ صلح اور عفو بھی چاہے
نہاں تنگ کے دل میں مرے تصور ہیں
لالِ مصلحتی تھا ہر لالِ اس سے

ہزار شکر کہ جلوہ نما ہے روزِ وصال
تو بھول جائیے پہنچا رقیب سے جو لال
سجائے پھولوں کی بسیں ہو کار کا وہ خیال
نہ ہو گا مجھ سا بھی یہاں۔ درپے خیالِ محال
وگر نہ جان سے اپنی جو ہے کس کو لال؟

ہزکتہ کہ گفتم در وصف آلِ شمایل

کھوے جو کتہ کتہ میں نے ترے شمایل
دلبر جو اپنا یا ایک عاشق کش ایک بیکار ایک
کتا ہے رحم ہو گا اس جانِ ناتواں پر
سولی پہ چڑھ کے منصور اچھایاں کر بیگا
اے آہ: اپنے در پر دیگانہ بار دلبر
آنکھوں نے گواٹھائے طوفانِ نوح اکثر
مست انکھڑیوں ہی اکثر ایک عین گوشہ گیری
تحصیلِ علم آساں جانی تھی اول اول
یہ دستِ پاک حافظ تو نید بہ نظر ہے

جس نے سنے پکارا بشہ در قایل!
مہ ضیئہ السجایا محوۃ المصنایل
ہو گی نہ جان جس دن خود در میانہ حایل
ممبر پہ شامی کیا بولیں گے یہ مسایل
گوہرِ طوف سے پیدا اس کے کروں دسایل
پر بوجِ دل سے نقشہ تیرا ہوا نہ زایل
مشانہ دار گا ہے دل ابرؤں پہ مایل
جی کو جلا کے آخر ہاتھ آئے یہ فضایل
ہونے دے اس کو اپنی گردن میں تو حایل

آنکھ پا مال جاکر دو چو خاک راہم

ٹھو کروں میں تو ہنس سہ د خاک راہ ہوں
پاؤں سی بھی کروں عفو و کرم بھی چاہوں؟

کر سکوں جو پہ کچھ آہ، یہ ممکن ہی نہیں
 ذرہ خاک سا خوش تیری گلی میں ہوں پڑا
 شمع قدر تیری لڑاں ہو دل شعلہ صفت
 غم گیسوئے ہے وابستہ تمنائے دراز
 پیرے دیتا ہے ایک جام جہاں میں ہر صبح
 چل ذرا میکے مجھ راہ نہیں کے ہمراہ
 لطف کی بات کہی خسرو خاورد نے سحر
 نشہ میں چور ہے ہمراہ لے حافظ کو مباد

چاکر معتقد دہندہ دولت خواہ ہوں
 کسی جھوٹے میں ہوا کے نہ فنا نگاہ ہوں
 جہنیش لب سے نہ بن چوٹ کے گل دانہ ہوں
 مت چٹک دیکھو کہ از دست طلب گتا ہوں
 کہ ترے حسن سے اُس آئینہ میں آگاہ ہوں
 ٹھاٹھ تو بھی تو مرے دیکھ دہاں میں کیا ہوں
 باہم بادشہی بندہ تو راں شاہ ہوں!
 دامن حسن پکڑ لوں کہیں میں شعلہ ہوں!

اگر بر خیزد از دستم کہ بادل از شبنم

جو ہاتھ آجائے اور کجا کہیں بایا رہیں ہوں
 شراب بخ وہ صوفی نکلن کیا مجھ کو ڈھائے گی
 شکر لب طوطیوں کو دیں، اے آنکھیں بے پرتوں کو
 نہ دل کھو بیٹھوں سوچ، کرتا ہوں توں چاند سے باتیں
 کرے گر خاکروبی باند بخشش فیض باراں ہو
 نہ کیوں ہر نظم ہر شاعری کے دل بند آئے؟
 وفاداری و حق گوئی نہیں ہر ایک کا شیوہ
 یمن سے اُس کے میکش ہوں ارم میں کس گلچین ہوں
 چکھائے لب، لے ساقی لبوں پر جان شیریں ہوں
 رہوں ایک میں ہی قیمت نہ ان میں ہوں ان میں ہوں
 پرستار کے ہی دن بھر دیکھتا خوش خواب گئیں ہوں
 پہ بھولیں خدمتیں میری کہ خدمتگار دیرین ہوں
 تندر و طرفہ پکڑوں میں ہی وہ چالاک شاہ ہوں
 غلام آصف دوراں جلال الحق والدین ہوں!

آنکہ از فکر تو دلشاد نہ کرد دست، مہم

جس نے کچھ تجھ سے دلشاد کیا میں ہی تو ہوں
 جس نے غمخوار نہ آباد کیا میں ہی تو ہوں

جس نے جھیلے تم و جو رح محبت و اعدا
سرسزا نو ہی رہا یاد میں تیری جو دہام
تھامیں ایک ساختہ پیر مغاں مرشد خلق
طرح دنیا و کئے لوگوں نے کیا کیا نہ مکاں
دار دی جان تو شیریں دہنوں پر جس نے
منہل حافظ جو رہا نیر بلا میں شب و روز
نہ کبھی نالہ و فریاد کیا میں ہی تو ہوں
بھول کر اور نہ کچھ یاد کیا میں ہی تو ہوں
جس نے خود سے نہ کچھ ارشاد کیا میں ہی تو ہوں
جس نے کچھ طرح نہ بنیاد کیا میں ہی تو ہوں
خود کو مشہور نہ فریاد کیا میں ہی تو ہوں
نہ کبھی غم سے دل آزاد کیا میں ہی تو ہوں

ایں چہ شوریت کہ در دور قمری بسیم

شور کیا یہ بہا دور قمر دیکھتے ہیں
آرزو دل کی تو یہ آج سے کل ہو بہتر
احمقوں کے لئے ہیں قند و گلاب شہرت
زیر پالاں ہیں لگی پیٹ ہیں گھوٹے عربی
لڑکیاں دودھ و ماؤں سے گھروں میں باہر
رحم بھائی میں نہیں دیکھتا بھائی ہرگز
جاؤ نیکی کر و حافظ کی نصیحت مانو
سائے آفاق میں ایک نقہ و شہر دیکھتے ہیں
کیا قیامت ہو کہ کل سے بھی تیر دیکھتے ہیں
پیتے دانا ہی کوبس خون جگر دیکھتے ہیں
گردن خرمیں پڑی ہیکل زر دیکھتے ہیں
جو پیر ہے اُسے بدخواہ پدر دیکھتے ہیں
کچھ پدر کو نہیں شفقت یہ پیر دیکھتے ہیں
اس نصیحت میں بھرے محل و گھر دیکھتے ہیں

از غم خویش چناں شیفتہ کردی بازم

پھر نہ آیا مجھے آشفہ غم کرنے سے باز
جو مرے نالہ و شہ گیسرے واقف ہو جائے
یاد باقی ہے تیری ہوش تو سب ہیں پر واز
روز روشن کی طرح جان لے میرے سب انہ

خط میں لکھا ہو کہ کچھ حال ہو کیا؟ حال یہ
 میں بھی اب بیچہ کے ہلاؤں رنجِ خوب دل
 نہ ہلانے کی مرے کھائی ہو کر تو نے قسم
 کس قدر نازِ جِرا دل کو پسندیدہ ہے
 جسم سے ہو کے رہا بھی ترے کو چہ کی قسم
 جان پر دانہ صفت گردنِ ثنائے حافظ

شکل پہچانی پڑے تجھ کو نہ میری آواز
 خلق تو جانے ہی نہیں ہی مجھے شاید باز
 دور کر پاس قسم ہے مجھے خود سوز سے ساز
 خونِ نخواستہ تجھے بہ کر دے مجھے قتلِ بنازا
 تیرے گھر ہی شبِ دروز کروں گا پڑا
 رنج دکھا سب صفتِ خوب ہی ہے نہ تو دکھا

برخیز تا طریقتِ تکلف رہا کنیم

کب تک یہ راہِ دریم تکلف ادا کریں
 پہنے وہ زرد نگار قباسب سے ہو دو چار
 آجائے ہاتھ اپنے کسی شبِ جو وہ نگار
 نادیدہ جس کے رہتے ہیں رات یہ کرم
 ستر گناہِ خلق کی نظروں سے اوٹ میں
 میں نے کہا کہ کام نہ کچھ آئے تیرے لب
 ایامِ سست عہد تو حافظ ہیں بے وفا

بچیں مکے کو ٹھٹھ فقیری کے کیا کریں
 ہم بیٹھے اپنے صبر کی چادر سیا کریں
 مشکل ہے پھر کہ چھوڑ دیں امن رہا کریں
 ممکن ہے بخش بھی دے اگر کچھ خطا کریں
 بہتر ناز سے جو دکھا کر ادا کریں
 بولا کہ صبر ہو تو ثمر بھی عطا کریں
 اس پنج روزہ عمر میں ہم ہی وفا کریں

بعزمِ توبہ سحر گفتم استخارہ کنم

بعزمِ توبہ سحر کو جب استخارہ کروں
 اب آئے لب پہ کبھی نامِ توبہ گرے سے

بہار تو نہیں آئے کیا میں چارہ کروں
 دہن کو پاک کروں نکلیاں غوارہ کروں

تمہاری بزم سے اہل طرب کنار اکروں
 کہ یا رہتے ہوں میں دُور سے نظارہ کروں؟
 مرضع پھول کے زیور سے اُس کو سارا کروں
 رسید ایک مہر دشمن کے سنگِ خارا کروں
 جواں ہوں از مہر نو زندگی دوبارا کروں
 فلک پہ نازِ اُشائے میں قطب تارا کروں
 تو کیا صلاح ہے؟ میخانے کا اجارا کروں؟
 مجھے کیا سود کہ میں منجھ مے خدارا کروں؟
 پیالہ ہاتھ میں ہو جامہ پارا پارا کروں؟
 بجا کے ڈھول حقیقت یہ آشکارا کروں؟

دو اجڑوں کی کرنا میں فصل لہ میر گے
 ہے صاف بات تو یہ۔ کیونکہ دیکھ سکتا ہوں
 بناؤں بادشاہ ایک بت کو تختِ گلشن پر
 گل مرادِ سگفتہ ہو اُس دہن سے اگر
 گر ایک بوسہ لبِ لعل یار کا پاؤں
 گدائے میکہ ہوں پر جو دیکھو متی میں
 جو دسترس نہیں اکلِ حلال پر زاہر
 نہ تختب نہ میں قاضی نہ مولیٰ نہ فقیہ
 کلی کی طرح کھلوں یا ذکر کے مجلسِ شاہ
 چھپا کے پینے کی تیغ سے لول ہے حافظ

بگذر تا بہ شائع میخانہ بگذریم!

تجارتِ جُرمِ سب ہیں جہاں ایک لین ہیں
 رخصت ہو اُس کے پیشِ نظر ایک گزر کریں
 غم کھائیں یہ تو خوب نہیں آؤئے پس
 پُر خونِ دل سے دوستوں کے نگیں رہیں
 تیاہاں نہیں کہ اور کسی مت میں جا پڑیں
 خلد اور گئے دوست برابر نہیں ہیں
 دکھلائیں ہم بھی ہاتھ کڑے ہاتھ کیوں ملیں

جانے دو تا بہ شائع میخانہ ہی ہمیں
 گزرے یہ ہائے عمر گراں ایہ پیش از ہیں
 اڑ جائیں تخت و منبرِ جسم جس مقام میں
 ہوں گے کمرِ نابل دستِ بنگار کے
 دم بھر کے عشق و رندی کے روزِ نخت اب
 واعظ نہ کر نصیحتِ شوریدگانِ عشق
 صوفی ہیں رقصِ حال میں ہے غفلِ سماع

بتی کو قدرِ معل دی پھینک ایک ہر دم جام
ایک ہم کہ قدرِ ذرہ برابر نہیں خمیں
جب تک رہائی نگہ نہ کاخ تک نہیں
اُس نگ آستان ہی پہ حافظ طے رہیں

مترگانِ سہِ کردی ہزاراںِ رخنہ در دینم

ہزاروں رخنے مترگانِ سہ نے کئیے دیں یہ
اے ادھنشین دل کہ یاروں کو یوں نفل
دل و گل ہو گئے فوقِ عرق گل جس جہاں میں
شبشب بترِ حلیت پہنچوں قصورِ معیں
لگی ضربِ صباحِ الخیر بلبلِ اکٹھے آسانی
بٹھائے غیر کو میری جگہ یار اختیار اس کا
جہاں پر بے بنیاد! اے فرادکس فریاد!
جہاں فانی و باقی نشانِ غمزدہ ساقی
رموزِ عشق و سرمستی سنو مجھ سے نہ واعظ
پیامِ شوق کے الفاظ جو اس خط میں لکھے ہیں
ادھر لا دو وہیں کیا کیا طبلِ سرمہ آگیں میں
ہیں ت اُس گھڑی جہاں یاد دے رنگیں میں
نیم صبحِ جلدی اُنہا کر اُس عرقِ چہیں میں
جو وقتِ نزع جائے شمع تو ہو بجے بالیں میں
کہ سر پہنکا گیا میرا خارِ غم و دوشیں میں
بے غیر اُس کی جگہ دل میں یہ نامن مروتیں میں
تری نیزنگیوں سے تلیاں ہیں جانِ نیریں میں
طفیلِ عشقِ سلطانِ جہاں ہوں غم و کلین میں
میں با جامِ وقح ہوں ماہ میں گمہ بزمِ دہیں میں
وہی ہیں بے تماواتِ جگہ حافظ نے تلقین میں

بیاناگلِ برافسانیم و مے رسا غمِ اندازیم

چلو چل کر بکھیریں گُل تو سا غزل کے بھر ڈالیں
نہ دھکی غم کا شکر دے کہ خونِ عاتقان کرنے
جو مطرب خوش گلو ہوئے نکال ایک زردھن کی
فلک کی چھت اڑا دیں اور ایک طرحِ دگر ڈالیں
جو ہم تم ایک ہوں ساقی تو غم کو نیت کر ڈالیں
گیتیں بھرتے بہت کرتے پھریں سجدوں میں ڈالیں

منور آکے کر جانا! یہ مجلس روئے روشن سے
گلاب الٹیں شرابِ ارغوانی کے گلاسوں میں
صبا بٹی ہمارے اُس درِ عالی پہ پہنچنا
کہیں ہیں علم کے غرے کہیں عرفان کے بھرے
بہشتِ عدن گر چاہے چلا آ ساتھ میخانے
نہیں شیراز میں قدرِ سخدانی و خوش خوانی

ترے رنج پر غرلوں ہوں تے قدموں پہ سر ایں
نیم حطر گرداں کے بھی بھگت میں شکر ڈالیں
شہِ خواں کبھی جھانکے تو ہم بھی ایک نظر ڈالیں
چلو رواد دے کر سب یہ پیشِ داد گر ڈالیں
کہ دن سے عرض کوثر ہی میں کچھ کو بے خبر ڈالیں
چلو پروں میں حافظہ یہ ڈیرا لا کر ڈالیں

بے تولے سرورِ داں بگلِ گلشنِ چمن

تجربہ اے دوست میں سیرِ گلِ گلشن نہ کروں
خوفِ ہد میں تری صورت نہ بھلی دیکھنے دے
ٹوٹے مارا مجھے یہ نادکِ دلِ دوزِ فراق!
زاہد اجا بھی! نہ ہو دُر و کُشوں پر خنداں
غیرتِ حق جو گرے غیب سے بن کر نکلی
آنکھیں طورہ دگار نہیں ہے ورنہ
شاہِ ترکاں نے غضب ہو کے کنویں میں لا
حافظِ خلدِ بریں گھر مرے اجداد کا ہے

زلزلِ سنبل نہ چھوؤں رنجِ سوسے نہ کروں
دل کو آئینہ نہ کروں رُکوش آہن نہ کروں
کیا کروں؟ کیا میں اب لے یدِ روشن نہ کروں؟
کھیلِ قدرت کے ہیں سبیل کوئی فن نہ کروں
کیونکہ میں سوختہ جاں آپ کو ایندھن نہ کروں؟
کیوں کوئی فکرِ شبِ وادعی امین نہ کروں
کیا کروں ہاتھ اگر سوسے تھمتن نہ کروں
جاؤں اس منزلِ دیراں میں نشین نہ کروں

بخیر از آنکہ نہ شدیں دانش از دستم

جزوِ اینکہ دانشِ دویں تو نہیں دیے از دست
وہ کون شے ہے را جس پہ اپنا بندوبست؟

نہرا خسرو میں عمرِ عشق میں ہوا تاراج
 حقیرِ ذرہ نما ہیں دے بدولتِ عشق
 ہوا میں ہیں رُخ تاباں کی ہر سے پیوست
 نصیب ہی نہیں کب سے یہ باغِ نشست
 نہ کر خراب نصیحت تو مجھ کو جان کے مست
 بن آیا کون قابلِ پسند کار از دست
 کہ لے یہ مرہمِ خاطر ہوئی جو مجھ سے شکست
 شکستہ دل پھر احاطہ کبھی بھی اس نے کہا

پہنچم گر زندہ دستش نہ گیرم

نہ روکیں ہاتھ اگر تلو اور مارے
 کماں ابرو ہمارے! کیوں لیا تیر
 دکھائے آفتاب اے صبحِ امید
 دگھائے ہجر کی شب نے تو اے
 گلِ دنیا میں پاؤں ڈگگائیں
 نہیں پہنچے کہ ہلاتا ہے داعی
 دے ایک جُرعہ ہنس لے ہر خرابات
 وہ عطا ہوں کہ صبحِ دشام مجھ کو
 خدرا اس جامہ تقویٰ سے حافط
 کرے گریزِ سمرت ہمارے
 کہ جائیں دست و بازو سے ہی اے
 دکھائے ہجر کی شب نے تو اے
 تو تھامے ہاتھ ساغر ہی ہمارے
 دکھا کر سیب اور دودھ کے دھارے
 جواں ہو جاؤں پھر اُس کے سہارے
 کوئی بدرہ کی شاخوں سے پھارے
 نہ جل اٹھے جو ہو تو گرم ہمارے

بشرِ آدمی السلامتِ نبوی سلم

بشرِ آدمی السلامتِ نبوی سلم
 بشرِ محمد معترفِ غایتِ انعم

لایا جو فردہ فتح کائے وہ خوشخبر
 کیا باز گشت شہ پہ پیا ہو سر و دشن
 پیاں شکن کو دیکھی ہیشہ شکست ہی
 غرقاب نیل ہوتا تھا اور کہہ ہا تھا چرخ
 تھا جتو میں عنفوی ابراہیم سے
 آسا قیام و دقت بہار اور زان عیش
 دشمن کا خون مثل صراحی بہا کے اب
 اور پوچھ جام و بادہ سے یہ زلزل عروس
 دل انگام جم ہی نہ کر ملک جم طلب
 حافظ کا کینج میکہ ٹھہرتے دار گنا
 جان سے سم ذر کے شمار اس کے ہر قدم
 آہنگ خیم آدھر بسرا پردہ عدم
 ان العفو و عند ملک استہ ذم
 الا ان قد ندمت و ما نفع ان دم
 ہلکی نہ جزو دیدہ حسرت کیس سے نم
 بھڑ پیا لہ طاق پہ رکھ فکر بیش و کم
 کرد و ستوں میں بیش و طرب لیکے جام جم
 کتنے جم و قباد سے چٹ کر چکی خیم جم
 گاتی ہی تھی بلبل بتاں سر سے جم
 کا نظیر فی الحقیقۃ و لیس فی الہجم

بارہا گفتہ ام و بارہا دگر میگویم

بارہا کہہ چکا پھر بارہا دگر کہتا ہوں
 مثل طوطی پس آئینہ بٹھایا ہونٹھے
 پھول ہوں، خار ہوں، کچھ ہوں چین راہ ہوں
 دوستو! بخو نہ مجھ بیدل و حیراں کی کرو
 ہے غم و شادی عشاق کی حالت ہی عجیب
 گیر واز رنگ پہ گلگونہ سے حیف! یہ ہے
 خوب حافظ کو کہا سونگہ نہ میخانے کی بو
 کہ کچھ ان حائل خود ہی میں نہیں رہتا ہوں
 جو کچھ استاد ازل بولے وہی کہتا ہوں
 جن دوش چاہئے اگتا ہوں میں یا کہتا ہوں
 دریلے راہ خریداریں دکھ سستا ہوں
 رات بھر گاتا ہوں اور صبح کو مر رہتا ہوں
 قاطع رنگ ریا۔ بد میں نہیں کہتا ہوں
 سونگہ کریں تو اسے شک صق کہتا ہوں

بروئے طبیب از سرکہ خبر رسند ارم

نہ ہو سر طبیب میرے! مجھے ہوش سر نہیں ہے
 مری آگے کہ عیادت کہ ہو بخودی سے سخت
 جو تو کھائے کچھ مرا غم میں غذا کروں ترا غم
 کوئی نے طلاؤں پر کوئی لائے جامہ پتھر
 مجھے دیکھ اب نہ کہنا کہ تو چھوڑ یہاں کارہنما
 میں ہوں غیب پینے والا مجھے پیالہ پرے پیالہ
 غم دل گہک کے حافظہ بنائے تو بھرک دے
 مجھے چھوڑ دے خدا را مجھے کچھ خبر نہیں ہے!
 بے ناب ہوش اب سی دو اکاگر نہیں ہے
 مجھے ہے تو ایک ترا غم ہے غم دگر نہیں ہے
 یہ ترا فقیر مضطر کہے کیا کہہ رہا نہیں ہے
 کہ تجھے تو کہہ ہے لیکن مجھے اور گھر نہیں ہے
 دے ہاتھ دل پہ ڈالا تو دل دگر نہیں ہے
 کہ ضرورت اس کی پیدا کریں درو سر نہیں ہے!

باز آئے ساقیا کہ ہوا خواہ دولت

آ۔ جلد ساقیا تیری دولت زیادہ ہو
 حیرت کی ظلمتوں کو گھٹا کر دکھا دے راہ
 ہر چند غرق بحر گنہ شش جہت ہوں
 بدنام و رند ہوں تو نہ ہو طعنہ زن فقیہ
 سے پی کہ عاشقی نہیں موقوف کس پر
 دم مارے تو بھی طرہ مشکین یا رسے؟
 کم عمر میں ہوئی مجھے غربت نصیب اب
 دریا، پہاڑ، گھاٹیاں دشوار میں ضعیف
 جی چاہتا ہے کچھ تیری خدمت زیادہ ہو
 فیض فردغ جام سادت زیادہ ہو
 پر آشنائے عشق ہوں رحمت زیادہ ہو
 دین اس کی ہے عطیہ فطرت زیادہ ہو
 جو ہو چکی وہ کم ہو نہ قسمت زیادہ ہو
 ڈرا مجھ کو اسے صبا کہیں غیرت زیادہ ہو
 پیرتی و شوق دید میں رغبت زیادہ ہو
 لئے خضرہ مدد کے کہ ہمت زیادہ ہو

غائب نہ جانے کہ دل و جان سے مجھے
تاگوشت ہوش تیر نظر تانے ہوں بھوئیں
اُس آستان پہ پہننے کی نوبت زیادہ ہو
موقعہ کی تاک میں تو نہ فرصت زیادہ ہو
رخصت ہوں ریر چشم صنم آرزو یہ ہے
حافظ اگر کچھ عمر میں اہلت زیادہ ہو

تاسایہ مبارکت افتاد بر سرم

وہ سایہ سعید جب اس خاک پر پڑا
برسوں سے بخت نیک کا سایہ فرار تھا
دولت کنیز و بخت بھی چاکر نظر پڑا
دیکھا جو تو نے میری طرف پھرا دھر پڑا
لیکن خیال میں بھی نہ تو بھول کر پڑا
تجھ بن نہ جان چہن مجھے لفظ بھر پڑا
کیا کیا جھک جھک نہ ہمارا نگر پڑا
اٹھا اُدھر تو جانے کو اُدھر وہ اُدھر پڑا
میں خود بھی ہوں یہاں خیال سفر پڑا
حافظ کے شاہوار شبنم بھر و بر پڑا
سب ایک نہ ایک شہ کے ہیں یاں کوٹیا غلام

ترائے بینم و مسلم زیادت می شود ہرم

تجھے دیکھے تری چاہت زیادہ دل کو ہر دم
نہ کچھ ساماں کیا۔ غافل رہا تو مجھ سے کیا معنی؟
جو تو دیکھے بڑھے کیوں درد دل فوراً نہ ہو کر کم؟
یہ کیا ترکیب تھی رستے میں بسمل چھوڑ چل دینا
نہ چھوڑیں گے ترا دامن اگرچہ خاک ہو جائیں
نہ کچھ درساں کیا میرا نہیں تجھ کو ذرا بھر غم
اٹھا اب خستہ جاں کو اپنے پوچھ احوال، کرم ہرم
جو گزرا گو رہا چھو لیں گے دامن خاک بنکر ہم

نہ آئے سانس گر مجھ میں، تو دم پھونکا کرے پھریں
اندھیری شب سے زلفوں کی ریش روشن میں جا نکلا
ہو نہی آغوش میں کھینچا بھرا بل مار گیسو نے
تو حافظ سے دکھا گئی پڑا دشمن پڑے ٹھنڈا
ہوں دم لاکے دم ظالم نہ دے رخصت کر دس دم
سرخ دل میں اس کے جام لعل لب پہ لب تر ہم
وہیں بس لب پہ لب رکھے دل جان تائے اندر دم
تپاک ایک تجھ میں پائیں ہم عذرا کڑے، بجے سر گم

تو پہنچو صبحی ومن شمع خلوت سحر

جو تو سحر ہے تو میں شمع خلوت سحری
ہے داغ یہ دل پر داغ زلف چاں کا
ہزار مردم چشم اس کے دل سیاہ سی
اداسے شکرت تیرا کو نکمہ ہواے لشکر غم
کسا وہ چشم پڑا ہوں بر آستان امید
ہر ایک آنکھ میں جلوے ہیں اس غم کے مگر
کفن کو پھاڑ لحد سے ننگفتہ ہو جا حفظ
دکھا کے اپنی ہنسی دیکھ میری جاں بہری
ہنفتہ ہی مری تربت کی خاک سے ہو بہری
ہزار موتی بھی گنوا دیں گا، خیم شمری
ہر ذریعہ کی حاضر وقت جاں سپری
نظر کرے وہی پھر جس نے کر دیا نظری
کسی کی آنکھ نہیں دیکھتی یہ جلوہ گری
نیم کی طرح گزرتے تو قبر پر وہ پری؟

ترا گرماہ و خور گفیم گفیم

مہ دہر اس کو گر کہہ دیں تو کہہ دیں
وہ باچیں کھل پڑیں جس دم نہیں میں
نہیں ہے اس مار عدا اور زیبا
نخنہائے پریشاں زلف بن کر
گے شمس و قمر کہہ دیں تو کہہ دیں
آنجیں درج کہہ کہہ دیں تو کہہ دیں
پھر اس میں کیا ہو ذکر کہہ دیں تو کہہ دیں
لگیں کانوں سے اور کہہ دیں تو کہہ دیں

رُخ روشن یہ زلفوں کو اُس کی
ب و دندان گل و شکر نہیں کیا؟
اُنہیں مخدور رکھ حافظہ سمجھ کر
اگر شام و سحر کہہ دیں تو کہہ دیں
لہذا گل شکر کہہ دیں تو کہہ دیں
جو کچھ زیر و زبر کہہ دیں تو کہہ دیں

پہرہ درپے عزمِ دیارِ خود ہاشم

نہ کیوں وطن میں اپنے سوار ہو جاؤں
نہیں غریب و غربت کی دل کو تپا لے کیوں
جو محرابِ سراپردہ وصال سے ہوں
نہیں ہے دم کا ہر دسہ ہی مناسب
بیش تغل رہا میرا زخمی و سستی
نصیبِ ختمہ گراں خوابِ حسرتوں کا گلہ
مہادِ اسطیٰ ازل ہو نہ رہنوں حافظہ
نہ کیسے خاکِ کف پائے یار ہو جاؤں
نہ اپنے شہر کو چل شہر یار ہو جاؤں
غلام کیا کہ خداوند گار ہو جاؤں
کہ زیرِ خاک تر چشم یار ہو جاؤں
پھر اُس کی شمع میں مغول کا ہو جاؤں
کروں تو اپنا ہی خود را زدا ہو جاؤں
آبد تک کے لئے شہر سار ہو جاؤں

چل سالِ بیش رفت کہ من لاف می زرم

گزنے اس ادعا کو چل سالِ بیش و کم
چھلکا کتنے سدا سے روشن سے اپنے جام
اب درِ دوش ہیں تو کوئی سوزِ ظن نہ ہو
شہبازِ دستِ شاہ ہوں آخر میں۔ دجہ کیا
صد حیف مجھ سا بھل اور ایسا برا قفس
ایک کمترین چاکرِ پیرِ مغل ہیں ہم
پیرِ مغل کے کیا ہوں بیاں لطف اور کرم
دامن ہے پاکِ خرقہ کی کھاتے نہیں قسم
اس درجہ پیریِ تلخِ نشین کو مجھ سے رم؟
اس شکر میں سخن پہ کہ سون بھی کھائے سم؟

آب و ہوا کے پاؤں یہ سفلہ پروری؟ لے لے اکھڑا ہوا سے کیس اور جا کے جم
صدے میں عشق و ہمتِ مزان پاک کے ہر جا ہی صدرِ میکہ بن کر رہیں گے ہم
حافظ یہ زیرِ خرقہ قدحِ تاجِ کجائناں؟ کہہ پھڑو دوں تیں بھانڈا ترا کھول دوں بھرم؟

حالی صحت و وقت درآں مے بینم

ہے یہی مصلحت و وقت اب ایک نیر بھری بستر اجائے یہ میخانہ میں دل خوش ہو ذری
جز صراحی و کتاب اور نہ ہو یار و ندیم دوست کش دوستوں چک گئی نیت ہو بھری
جام نے تھام کے دورِ اہل ریاسے بھاگوں فارغِ ان اہل جہالت رہوں فکر دں سے بری
ڈٹے گیا خرقہ ہنگارہ کا زورِ تقوے کیا چھپاتے ہیں بروجِ ساقی و شیشے کی پری
سینہ تنگ یہ اور بارِ غم اُس کا بیہات ! کیا ہی ہلکی دل مسکین پمے بل ہے دھری
پس کے دل خاکِ قدم ہو، پہ خدا یا یہ نہ ہو کہ مرا آئینہ ہر مکدر ہو ذری
دل و جاں چھو نہ کیے رشت کے اربانوں نے دو گواہ چاہو تو ہر سانس یہ ہے شک بھری
آصفتِ عہد کا بندہ ہوں مراد نہ دکھا چرخ سے بھی وہ عوض لے لے کہہ داد گری
میں اگر زندہ خرابات ہوں گر حافظِ شہر ہونچ ہوں سامنے سب تیرے حقیقت ہو دھری

حاشا کہ من ہو سم گل ترک مے کنم

حاشا اگر ہو سم گل ترک مے کروں ہنستا ہوں میں تو عقل سے اب تو بہ کے کروں
مے سے خمیرِ خاک تھا میرا زل کے دن لے دشمنانِ عقل میں کیوں ترک مے کروں
مکتا گیا ہوں درسم کی قیل و قال سے کچھ روز اب تو خدمتِ مشوق دے کروں

مغرب کہاں ہے زبرد و فضیلت کے مالِ اللہ
 ڈرتا نہیں ہوں ہو جو سیئہ نہ عمل
 پیکِ سحر کہاں ہے۔ شب ہجر کے گلے
 کیسی وفار ہی ہے جہاں میں۔ بلا و جام
 حافظیہ جاں پرانی ہو۔ دیکھوں جب اسکو میں
 بخشوں اسے تصدیق آواز نے کروں ؟
 دفتر ہزار ایسے خدا چاہے طے کروں !
 تجھے سے اے نیک طالعِ فخر نہ پے کروں
 جم کر بیاں حکایت کاؤس دسکے کروں
 تب ہی پسر و جس کی امانت یہ ہے۔ کروں

حجابِ چہرہ جاں می شود غبارِ تنم

حجابِ چہرہ جاں ہے غبارِ تن میرا
 طوائف کو نہ کہ ہو گر و فضا کے عالمِ قدس
 نہیں یہ ریبِ قفس مجھے نئے شِ لحن کے لئے
 قصور و حورِ تنگھے وال میرا مسکن و ماوراء
 کھلا نہ راز کہ کیوں اور کہاں سے آنا ہوا
 نہ شکلِ پیرہنِ زریہ جا کہ شمعِ شمال
 عجب نہیں ہے بُوئے شکرِ سانس میں میرے
 بخائے مہتی حافظہ اٹھائے رنج سے نقاب
 خوشادہ روز کہ اترے یہ جب کفن میرا
 ہے تختہ بند و قفسِ چو طرف سے تن میرا
 چلوں نہ روضہ رضواں وہ ہے چمن میرا
 ہو حیف کوئے خرابات یہاں وطن میرا
 درِ بخ مجھ سے ہی پوشیدہ ہو سخن میرا
 ہے آگِ سوزِ نہانی سے تن بدن میرا
 ہوا ہے در و دلِ نافہ خستہ میرا
 کہ تیرے آگے ہے سب پہنچ ماؤں میرا

حرمِ آں روزِ کریں منزلِ پیراں پر دم

کب چُٹھے دیکھے یہ منزلِ پیراں میں چلوں
 نفسِ تار و تن۔ اس سے مانس نہ ہوا
 راحتِ جاں کے لئے ہمراہِ جاں میں چلوں
 پنکھا بھلتا تجھے لے سہر و خراماں میں چلوں

جو گراہ جائیں مسافر وہی بھٹکیں۔ میری
 سر قدم کر کے قلم کی طرح ہو جاؤں گا
 کاٹے کھاتا ہے یہ زندانِ نکندر رہے ہے
 نازینوں کو نہیں رسم گرفتاروں پر
 نذر مانی ہے کہ جس روز یہاں سے چھوٹوں
 بائے بیاب ہو دل ذرہ صفت قص کناس
 حافظ اس شت میں ہو جس ہی ایک اہ نجات
 رہنا ہو گی بوسے زلف پریشاں ہیں چلوں
 ساتھ ہیں دردِ دل دیدہ گریاں میں چلوں
 باندھ بستر ہو جدھر ملکِ یلیان میں چلوں
 سار بازو تھیں آہستہ کہ آساں میں چلوں
 راست میخانہ کو رقصاں غورِ خواں میں چلوں
 آلبِ چشمہ خورشید درخشاں میں چلوں
 ہمرہ کو کہہ آ صفتِ دُوراں میں چلوں

خیالِ رُخ تو گر بکزر دہ کلشن چشم

خیالِ رُخ ترا گورے اگر بگلشن چشم
 اب آ کہ لعل و گمتر تھ پہ دارنے کے لئے
 اٹھائی ہوتی قیامت ہی اتک نے تو بحر
 نہیں ہوا ہ ترے درخویر ہاں کوئی نظر
 کما تھا پہلے ہی دنِ ل نے دیکھ کر صورت
 ہو اسے وصل میں تیری مدام تا بہر
 یہ مردی ہے؟ دل دردمندِ حافظ کو
 جھک کے دل پہ دیدار تا بہ روزِ چشم
 گئے خزانہ دل سے بہت مخزنِ چشم
 جو خونِ دل نہ پکڑ لیتا بڑھ کے دامنِ چشم
 کہ میں ہوں عالم اور ایک گوشہ متعینِ چشم
 بُری ہو کچھ تو مر خون ہو بگردنِ چشم
 ہے راہِ باد میں سوراں چراغِ روشنِ چشم
 لگاے ناوکِ دلہ و زمر دم انگنِ چشم

نیز ترازو در میخانہ کشا دے طلبیم

چل در میکدہ پر دل کو کشا دیک انگیں
 بیٹھ کر دوست کے در پہ ہی مراد ایک انگیں

تو شہ راہ حرم دوست کا کچھ پاس نہیں
 اُنک آلودہ ہے ہر جنبہ روانی پر تلا
 لذتِ وارغ غم اُن پر ہوسِ رام مطلق
 نقطہ خال بنا لوحِ بصیرتِ نہ درست
 دلِ جاں مانگتے تھے عشوہ شیرینِ دولب
 ہر دلِ شاد میں آباد بلا غم تیسرا
 تاکجا تنگ رہیں مدرسہ میں اٹھ حافظ

لے کے جھولی درِ منجانہ پزند ایک مانگیں
 اُس کے قابل جو ہو وہ پاک نہاد ایک مانگیں
 اُس کی بیداد سے گھبرا کے جوداد ایک مانگیں
 تم سے لے مر دیک دیدہ سواد ایک مانگیں
 لبِ شکر خندہ ہو بولے کہ مراد ایک مانگیں
 پس با اُمیدِ الم خاطر شاد ایک مانگیں
 چل درِ میکدہ پر دلکش ایک مانگیں

نخیر تاخرۃ صوفی بخرابات بریم

خرقہ صوفی کا چسلو لے کے خرابات چلو
 تھخنہ بن کر پئے زندانِ قلندر ہمراہ
 خلوتی ساتھ ہوں سب جامِ وصالی تھامے
 رہنریِ خارِ ملامت سے کرے گزراہ
 جیف یہ خرقہ آلودہ ہنسے سے ماری؟
 وقت کی قدر سمجھ کر جو نہ کچھ کام کریں
 کب تک گم رہیں اس دشتِ فنائیں آخر
 عہدِ جوداد ہی امین میں کیا تھا اُس سے
 اُس کے کوچہ کی ہو گر خاک ملی چہرے پر
 سببِ مینائی سے فنون کی ٹپا پ نہ بھی

زرق و طامات بھی بازارِ خرافات چلیں
 دُلقِ پشیمند و سجادہ و طامات چلیں
 جھانچہ بکتے ہوئے اور گاتے مناجات چلیں
 اُس کو بھی خلد سے لے دارِ مکانات چلیں
 اس حقیقت پر جہتاتے یہ کرامات چلیں؟
 لے کے نجلت ہی بس ایک حالِ اوقات چلیں
 سر کریں پاؤں سے یہ راہِ مہمات چلیں
 ارنی بولتے اُس عہد پر میقات چلیں
 کیا ہی کرتے ہوئے عشر میں مہمات چلیں
 امنِ منجانے میں لیں چھوڑیں یہ آفات چلیں

چھپ کے دنیا تو علاماتِ بزرگی سے نہیں
دُور کی ہم سے نہ اربابِ کرامات چلیں
آبرو کھوئیں نہ ہر نسل کے در پر حافط
لے کے حاجت بدرِ قاضی حاجات چلیں

خیر مقدم مرحبا اے طاہرِ فرخ شیم

خیر مقدم، مرحبا! اے قاصدِ فرخ شیم
کریا دلِ شاد و قرباں تجھ پہ دلِ سترِ قدم
صحبِ عشاق ہے ہزامِ زباں راہِ لگ
جامِ مے ہو گا ترے ہاتھوں میں اور ہم تہم
لگے وہ دن تسلیتے تھے جب مجھ کو رقیب
یارِ اب پایا، بکھر اسدا عزیز و محترم
خواجہ توراں شاد و عادلِ دلِ جلالِ ملکِ دیں
برِ آفاقِ اعلیٰ، عونِ الٰہی، غوثِ الانام
مت سمجھ جاہے تو تنہا مقابلِ خصم کے
ساتھ ہیں اربابِ دل تیرے اور اصحابِ تہم
ساقیاں دے کہ عشق و زہدی کے الزام پر
پھیر دی حافط کے پھر کے کلک اجہ نے قلم

درِ خراباتِ مناں گزرا فترِ بازم

پھر خراباتِ مناں میں جو گزر رہو جائے
حاصلِ خرقہ، و سجادہ صفر ہو جائے
دھڑ دھڑا دیں جو درِ تو بہ ساہم بھی زاہر
پہ پہی کل پر مناں موند کے در ہو جائے
کیوں نہ پڑا نہ کی سی دل کو ہو فارغِ بالی
دل بھی اس شمع پہ پردا نہ اگر ہو جائے
ماجرائے دلِ گسرتے سنے، پوچھے، کون؟
ہاں مگر تیغِ خسم یار۔ کہ سر ہو جائے
رازِ الفت ترا سینہ ہی میں رہ جائے نہاں
چشمِ ترستے نہ اگر سب کو خبر ہو جائے
چنگ ہی مان کے پہلو میں لے اُل شاد تو ہو
ایک نفس نے ہی ترے لب کی اگر ہو جائے
صہرتِ حور نہیں چاہتیے۔ ہو عینِ قصور
گر خیال اس کا ادھر سے کچھ ادھر ہو جائے

اڑکے دل اس فتنے خاک سے چڑیا بن جائے کچھ بنے قبضہ شہباز میں پر، ہو جائے
موتے تن سرنہیں اور زلف رسا کے حافظ پایاں قدم ایک ایک وہ سر ہو جائے

در خراباتِ مغاں نور خدا کے بیہم

ہے خراباتِ مغاں۔ نور خدا دیکھتے ہیں نور کس کا ہے، جگہ کون ہی کیا دیکھتے ہیں
کون ہے درویش اس میکہ میں بار الہ کہ یہ گھر قبلہ حاجات و دعا دیکھتے ہیں
دُون کی ہم سے نہ لے لے ملک الحاج کہ تو دیکھتا گھر کو ہے ہم گھر میں خدا دیکھتے ہیں
ہر دم اُس حُسن کے دل میں ہیں لرزے نقشے ہم سے پوچھے کوئی ان پڑوں میں کیا دیکھتے ہیں
کیا دکھائیں گے وہ مشکِ صحن اور نانہ ہیں جو تہری مسک جب آئے صبا دیکھتے ہیں
زلفِ جاناں سے بھلا نانہ کُٹائی کا خیال دور کی فکر ہے پر اس میں خطا دیکھتے ہیں
منحرف دایرہ ایک نقطہ نہ کم ہمیش فرا مسئلہ صاف یہ ہے چون و چرا دیکھتے ہیں
سوزِ دل، اشکِ رواں آہِ سحر، نالہ شب آپ کے لطف و عنایت سے یہ کیا دیکھتے ہیں؟
دوست ہو جو نظر بازی حافظ نہ کر د اُس کو منجملہ عُجبانِ خدا دیکھتے ہیں

دروازِ یارست و درماںِ نیرہم

وے وہی درد اور درماں بھی ہی دلِ فدائے یار تو جاں بھی وہی
کہتے ہیں جس پنیر کو بہت سوزِ حُسن ہے وہی اور بہتر ازاں بھی وہی
دو جہاں ہیں ایک ذوقِ حُسن و ست آشکارا ہے جو پنہاں بھی وہی
اب جو پھر تھیجے پڑا ہے جان کے کر چکا تھا عہد و پیمان بھی وہی

نرگس مستانہ کی دل پر نگاہ
 عاشقوں کو کچھ نہیں فتوے کا ڈر
 عتبار حکمِ سلطان بھی وہی
 جیسی یہ دنیاے دُوں ناپائیدار
 حالتِ گرد و گرداں بھی وہی
 داتاں پر دے میں کہہ کر دیکھ لی؟
 گاتے پھرتے ہیں غرنخواں بھی وہی
 وصل کی گھڑیاں کٹیں، ہوگی نہ کیا
 نوبتِ ایامِ حیراں بھی وہی
 آصف ملک سیلماں بھی وہی
 ختب حافظ کو مانے ہے پرست

در نہاں خانہ عشرت صنمے خوش دلم

دیکھ پردوں میں برے اک بت نہیں کئے مئے
 قدح چند ہوں کاشانہ زنداں میں قبول
 رنج و کاکل کے نہیں بغلِ دِ آتش کے مزے
 ایک سبز لعلِ ادھر ایک ادھر شوخ کے ہاتھ
 نقلِ شعرِ سکریں معنی بے غش کے مزے
 عاشق و زمد ہوں مے خوار ہوں کھل کتا ہوں
 اک سہر تو پہ، اور اس لطف و کشاکش کے مزے؟
 سب بدولت ہیں یہ ایک شوخ پرئوں کے مئے
 جب سے داں جلوہ نما ہے خطِ نگاری دوست
 پوچھ مت اس دلِ مجروحِ بلاکش کے مزے
 رکھ پو نہیں بے سرو ماں، نہ نکالوں تو سہی
 ٹھنڈی آہوں سے سحر زلفِ مشتوش کے مزے
 حافط سب غم و شادی جہاں فانی ہیں
 یہی بہتر ہے کہ سے خاطر دل خوش کے مزے

دوستانِ قتلِ گل آں بہ کہ بہ عشرت کو شیم

دوستو! موہم گل ہے کہہ عشرت کو شمی
 شورہ پیر نہاں کا ہے کر دے نوشی
 ہے فرحِ تجش ہوا۔ بیجِ خدا یا کوئی
 نازنین چاند کا ٹکڑا پلے ہم آغوشی

ارغونوں سا ہے یہ دشمن دانا کے فلک
 فصل گل خوش پہ اور ہم پہ نہ ایک چھٹی پڑا
 قدح لالہ سے پتیا ہوں شراب موہوم
 اٹھ گئے اہل کرم جانے کو بیٹھی ہے بہار
 کیونکہ فریاد و فغاں سے بیویاں موشی
 لاجرم آتش حراماں میں ہو ایک سرچشی
 چشم ہو رہے بے مطرب و مے مینوشی
 اب انہیں رہن مصطفیٰ میں کوئی ناموشی
 ہم وہ بلبل ہیں کہ ہو عین گل اور خاموشی

دوش بیماری چشم تو بردار دستم

چشم بیماری سے شب جی ہی چلا تھا از دست
 عشق بندہ خط تمکین سے نہیں آج کی تپا
 میں ہوں میخانہ نشین ہر عمل خیر سے دور
 عشق کی راہ میں آنسوئے فنا بھی میں خطر
 ورنہ یا قوت پہ اس کے ٹھکے بوسہ ہے حلال
 نقص نامہ بت قدمی پر ہے کہ اس کو چہ میں
 دل کو اب تیر کج انداز وعدہ کا کیا قسم
 صنم شکری دل، لے کے ہوا ہو جائے
 مرتبہ دانش حافظ کا فلک پر ہے ولے
 لطف لب نے ہی رکھی جان بصد بند و لبست
 بدتیں گزریں کہ اس جام ہلاکت ہوں مست
 تھل زندوں کی ہی کی جبے ہوا میت ہست
 مر کے بیکٹھ ہوا، رہو اس راگ میں مست
 ان جفاؤں پہ دفاؤں کو نہ ہونے دی سکت
 میرے اس پائے طلبے کبھی جانی نہ نشست
 کہ ہے محبوب کہاں ابرو سے اپنے پیوست
 آہ کچھ داد نہ دے شاہ پھروں باو بدست
 کس قدر اے غم بالائے بند تجھ سے پست

دوش سودائے رخس گفتم ز سر بیروں کم

سر سے سودائے رخ اس کا جب کہا نہیں کروں
 سن کے بولا لاؤ تو زنجیر ایک مجنوں کروں

سرو قد کہتے ہی بس غصے سے سر اڑا دیا
 بات ناسمجیدہ کہہ دی دلبر کی جو محاف
 طبع ہارک سے ڈروں کیوں بے خطا نیلا پڑو
 پا گیا مجھ کو نشان گنج بے پایاں دوست
 اے نسیم حضرت سلمے خدا را تا نگھا
 اے نہ نامر باں رکھ اپنے حافظ کی تو یاد
 راست سے بھی گر ہو بیڑ حائش شاہ کیوں کروں؟
 عشوہ تازہ دکھا پھر طبع کو موزوں کروں
 سا قیا ایک جام دے ہرے کو مین گلگوں کروں
 آپ جیسے سوتیلیوں کو میں آف وں کروں
 بستیاں دیراں کروں، دیرالوں کو چیوں کروں؟
 میں ترے حق میں دُعاے حسن روز افزوں کروں

دین دریا کتم و صبر بصر افکنم

دیدہ دریا کروں کانتوں میں کلیجا پھینکوں
 اس دل تنگ گنہگار سے وہ آہ کروں
 کھائے ہوں تیر فلک پی کے تین جاؤں حمت
 جرّہ جام ایک اس شفت رواں پر چھڑکوں
 چشمہ خوش دلی اُس جاہے کہ دلدار جہاں
 برقع زلفوں سے ہٹائے نہ غور شید تھا
 حافظا تکیہ بر آیم ہے سہوا و رخطا
 دل کو آنکھوں سے بہا کر کوئی دریا پھینکوں
 کہ اٹھا کر گنہ آدم و خوا پھینکوں
 توڑ کر بند کر تر کشں جزا پھینکوں
 غل غل جنگ سے ڈھا گنبد مینا پھینکوں
 جت جھنجھلا کے کروں دو اُسی جا پھینکوں
 سر سودازہ کو دار سہرا پھینکوں
 کل کے وعدے پہ نہ جو آج ہو رہتا پھینکوں

دیش بہ بیل اشک رہ آب میزوم

دیرا سا ایک شب کو گہ خواب تھا رواں
 نقش نگار دوست سر آب تھا رواں
 شکل حسین تھی سامنے آنکھوں کے جا رہی
 دور ہی سے بوسہ ہر رخ تہاب تھا رواں

ابروئے یار دیکھتے ہی خرقہ پھینک پھینک
آنکھیں کھلی تھیں حُسن پہ نغموں پہ گوش و
شاخِ طرب سے جھانکتا اگر کوئی زراغِ فکر
ساقی نے اس غزل پہ چلایا تھا دورِ جام
نقشِ خیال یارِ سحر تک بریں سرار
کیا خوش تھا حافظِ اس گھرِ حُسنی داؤ پھینکتا
ساغرِ بعینِ گوشتِ شربِ تھارواں
دلِ ان مزدوں کے پیچھے کھلے باجِ تھارواں
بن کر ہما بظرفِ مضرابِ تھارواں
رقص و سرود و زنگِ سَنابِ تھارواں
درکارِ گاہِ دیدہ بے خوابِ تھارواں
لیتے ہی نامِ دوست برا جابِ تھارواں

دیدارِ شدِ شیر و بوس و کنارِ ہمس

دیدارِ یارِ حاصلِ بوس و کنارِ بھی
زادِ الجھ نہ بخت اگر بخت ہیں مرے
دل ایک خبر سنائیں، جو اذِ غمِ حُسنِ
رہتا نہیں ہے دیدہ بہر میں بھی تاک میں
کیوں زندِ دوست کہہ کے کسی کو ہوں طعنِ زن
رکھنا دل انتشار میں کچھ زیر کی نہیں
اک جرمِ لب کا خاکِ نشینانِ عشقِ پرا
ہے آبروئے لالہ و گلِ تیرا فیضِ حُسن
گلِ کائناتِ زندہ یہ تیرا ہی بو پہ ہے
اہلِ نظر کو پچانتا ہے کہ خدا کا خوف
انور ہے رائے اس کی کہ ہر صبح آفتاب
احسانِ بخت و مرثِ لیل و نہار بھی
دیکھوں گا جامِ ہاتھ میں دستِ نگار بھی
کثرت سے مئے ہے اور بیتِ میگار بھی
دشمنِ سرار بند ہیں آنسو کے تار بھی
لعلِ تباں بہت ہے سبے خوشگوار بھی
مجموعہ غزل ہو صُراحیِ دیار بھی
ہو جائے خاکِ لعلِ گوں اور مہکار بھی
ابرِ کرم کا تشنہ ہے یہ خاکِ سار بھی
چمکا دے آفتابِ دلِ فردا بھی
اور خوفِ عدلِ آصفِ جمِ اقدار بھی
کرتا ہے جاں فدا کو اکبِ شمار بھی

گئے زمین تو کیا ہے کہ چوگانِ عدل سے کرے وہ فتح گنبدِ بنیلی حصار بھی
جب تک کہ دُورِ طورِ فلک کے سبب ہیں ق یہ روزِ سال و ماہ و خزان و بہار بھی
قصرِ جمال میں یہ امیروں کے جگمگے یہ یاقینِ سر و قد و گلزار بھی!
عزمِ بیکِ عناں سے ترسے لرزے میں توں وایم یہ ارض و مرکزِ عالی مدار بھی
حافظانے مدح میں کئے گوہرِ توہینِ شار دستِ کرم کے آگے رہا نمرسار بھی

روزِ عیدِ ست و من امرِ ز دراں تدبیرِ م

عید آئی ہے تو کیا فکر یہ تدبیر کریں دے کے اجرِ مضاں دستِ قہج گیر کریں
تیس دن ہوتے ہیں ساتی دنے و شاہد کو کب تک اور مدارات میں تقصیر کریں؟
اب نہ جھانکوں گانہ جھانکوں گا کسی خلوت میں لاکھ زار کہیں دھمکائیں کہ زنجیر کریں
واعظِ شہر کی ہونہ بزرگانہ و لے ہم کہاں ان میں قبول اُس کی جواشیر کریں؟
چسکڑا مارے جو پٹیا ہے درِ میکہ پر دو اگر آئے تلوں اٹھ کے قدم بہیر کریں
میکشی ایسی کچھ اور اُس پہ مصطفیٰ بردوش کیا کہے خلق اگر فاشس یہ زورِ بر کریں
کنہہ پیروں کی نصیحت پہ عمل کیا حافظا ریس میری بے کنہہ کی نہ صد پیر کریں

روزِ کارے شد کہ درِ میخانہ خدمتِ مسکینم

عمرِ گزری کب سے میخانہ میں خدمت کرتے ہیں اس فقیرِ ہی میں بھی کارِ اہل دولت کرتے ہیں
کوئی کبک خوشخرام آہی پھنسنے کی لئے دام گھات میں ہیں انتظارِ وقتِ فرصت کرتے ہیں
نئے حق بھی ناک میں پہنچی نہ زراہد کے کبھی اُس کے منہ پر کہیں ہم کیا کوئی غیبت کرتے ہیں؟

جوں صبا آفتان و خیزاں جاہے ہکے دست
 تابِ رحمت اب نہیں تیری گلی کی خاک
 زلفِ دلبر دامِ سنگیں، غمزہ ایک تیر ملا
 دیدہ بد ہیں نہ دیکھے اے کریم عیب پوش
 حاش بشمارِ حسابِ شہرے ہو کچھ ہارس
 عرش کے پہلو سے آئیں کہتے ہیں روح الامیں
 خسرو اُمید آوج و جاہ ہے جس کے لئے
 حافظ مسجد بھی ہم دردی کش مجلس بھی ہم

اے رفیقانِ سفر و خواست ہمت کرتے ہیں
 بڑھ گئے بارِ کرمِ تخفیفِ رحمت کرتے ہیں
 یاد ہے دل کب سے ہم تجھ کو نصیحت کرتے ہیں؟
 جراتیں یہ سب جو ہم در گنجِ خلوت کرتے ہیں
 ہے سنگن گل کیلئے، جوانِ عشرت کرتے ہیں
 جب عاصی بادشاہ ملک ولایت کرتے ہیں
 التماسِ استاں پویٰ حضرت کرتے ہیں
 شمع ہیں دنیا سے دگداگ صحبت کرتے ہیں

ز دستِ کوتہ خود زیرِ بارم

ہے دستِ کوتہ سے سب زیرِ باری
 مری آنکھوں سے پوچھ احوالِ طالع
 پلاوی کیا یہ اے پیانہ عشق
 لبِ ساغر کے بوسے لے رہا ہوں
 ہیں اس بازو پہ مجھ کو ناز کیا کیا
 سخنِ انِ میفروشوں کے بھی حق میں
 تیرے گھونٹ اس جگل میں پیئے
 اٹھائے خاک سے ہرگز نہ جھک کر
 میں حافظِ ساہی ہوں سرتِ لیکن

سہی بالاؤں سے یہ شہرِ ساری
 کہ شبِ تارِ ذر ہے اخترِ شہاری
 کہ بے ہوشی نہ باقی ہوشیاری
 تہا دمی وضعِ دوراں اس نے ساری
 نہیں ہو یہ کسی بھی دل پہ بھاری
 نہیں کوئی بجزِ منتِ گزارِ مری
 سکھائے تو نے آہوئے تہا ساری
 بجائے اتک ہو گر لعلِ باری
 بھری اس سر میں ہے امیدِ داری

زلف برباد مدہ تانہ دہی برباد دم

زلف لہرادی ہوا میں کہ یہ کی بربادی؟
 بل دیئے زلف میں یا ڈال دیا پیچوں میں
 رخ فردزاں ہو کہ حاجت بگل و برگ نہ ہو
 شہرہ شہرہ نہ ہو، کہ وہ میں ٹکراؤں گا
 ساتھ غیروں کے نہ پی۔ خون جگر ہوتا ہے
 جی پہ بن جائے پہ کچھ وصل کی صورت نہ دکھا
 یار بیگنا نہ بنے دوست سے کر کے انقت
 رحم کر اس دل مسکین کے سُن لے نالے
 جو رے تیرے نہ حافظ نے کبھی نالہ کیا
 ناز بے سیاد کئے وہ کہ بنا ہی ڈھادی
 تاب طرے کو نہ دی بلکہ مجھے اندادی
 قد نسا ہو کہ ملے سرو سے بھی آزادی
 شور شیریں سے ترے سیکھ نہ بوس فرادی
 رام ہو جا کہ نصیبوں میں ہو کچھ توشادی
 و شکیری نہ کرے دیکھے کھڑا افتادی
 کھائے تو خیر کا غم ہائے مری ناشادی
 درِ آصف پہ یہ دل جا کے نہ ہو فرادی
 قید جس دن سے ہوا رل گئی ایک لڑادی

ساہما پیروی مذہب زنداں کردم

ساہما پیروی مذہب زنداں کردم
 خود، خود منسربل عتفا کی نہیں پائی راہ
 دیکھ تو چل کے خلافت آمد و عادت تو بھی
 بیٹھ اب اس دل ویراں میں مرے گنج مراد
 تو بہ تو بہ لب ساتی سے نہ میں نوش کروں؟
 ہو گئے عقل سے اب حرص کو زنداں کر کے
 آئے ہیں پیروی مرغ سلیمان کر کے
 سکھ کو پہونچائیں نشان زلف پریشاں کر کے
 کی جگہ تیرے لئے خانماں و ویراں کر کے
 لب چبانے پڑے کیا گوش بنادواں کر کے!
 حکم استا و ازل پر نہیں تھی ہاں کر کے
 رندی دعا قلی کچھ بس کی نہیں یاروں کے

باغِ فردوس کی گلِ لطفِ ازل سے ہو امید
یہ جو پیری میں میسر ہے جمالِ یوسف
زیرِ محرابِ فلکِ عیش یہ سب نے سکے؟
کیوں نہ دیوانِ غزل میں ہوں میں اب نہ نشیں
تو بھی حافظِ ساحرِ خیز و سلامت جو ہو
آج دربارِ فیضِ سائہِ زنداں کر کے
پھلِ ملا صبرِ وہ در کلبہِ احزاں کر کے
چھک گیا جن کو میں از بخششِ سلطان کر کے
سالمِ بندگی صاحبِ دیواں کر کے
جو کیا اُس نے کیا خطِ ہی قرآن کر کے

سرمِ خوشِ ست و بیانگِ بلندِ میگویم

سُرویں ہے یہ ہانکے پکائے خوش گوئی
عبوسِ زہرِ خارِ طلب میں سُندرِ ملا
اگر نہ پیرِ میناں کھول دیتا دونوں کو اڑ
نہ خود روی پہ چمن میں خسوں کو نام رکھیں
خدا گواہ دہی ہر جگہ رہا ہمراہ
بشوقِ نگرِ مستِ بلندِ بالِ است
کشیدہ ایک خیمِ چو کاں ہو ابرے جاناں
عسیرِ راہِ طلبِ کیمیاے دولت ہو
سُنوں گائیں نہ نصیحت تو نا صحائیں لے
ننگا کے بادہِ بقوئے حافظِ ازلِ پاک
کہ روحِ زندگی ڈھونڈے پیارے میں کوئی
دل آیا دیکھ کے دُردی کنوں کی خوشخوئی
تو کھٹ کھٹانے کو دروازہ ہی نہ تھا کوئی
کہ پرورش ہے کسی کی نہیں ہو خود روی
میانِ مسجد و مہبت خانہ کچھ نہ بھی دوئی
تو لالہ باقدحِ افتادہ ہوں بہ لبِ جوئی
میں گویا گیند ہوں گردِ اُن گیند کی ڈوئی
ہے صیدِ دل کے لئے تیراُس کی خوشبوئی
خراب ہوتی ہے انساں کو عافیت جوئی
دیئے تڑپڑے جو گردِ ریاتھی سب بھوئی

صوفی بیا کہ خرقة سالوسِ کبرِ شیم

صوفی بس اب یہ مکر کا چولا اتار دیں
اس دلقِ پُر فریب کے اکڑا تار دیں

نذر و فتوح خالقہ دے کر شراب لیں
 رنگ ریاسے خرقہ کو اُس میں تھار دیں
 اسرارِ غیب پڑے میں جو منہ چھپائے ہیں
 رُخ سے ہٹا نقاب وہ متیانہ وار دیں
 ہو کر کے کہ وہی پڑیں خلوت میں شیخ کی
 شاہد کو لیں دیوتج تو سے سب کار دیں
 ہم کو نہ دیں وہ روضہ رضواں تو غرض سے
 غلمان و جو رہی کہ نہ ہم کُفرِ راد دیں
 دیکھیں جو اُس کا وسمۂ ابرو ہلال وار
 چوگانِ زیر سے گونے فلک ہی کو مار دیں
 لوگوں کے کام آئیں کہ نہ کھٹے خدا گناہ
 جس روز راوداع جہاں کو پکار دیں
 زیبا نہیں تعلیاں حافظ ہے خیال
 چادر سے اپنی پاؤں نہ باہر پسا دیں

صلاح از ماچہ میجوی کہ متاثر اصلاً گفتیم

صلاح اب ہم سے مت چاہو کہ متلوں صلاح کہی
 سلامت مت نگرں! سب کو نصت ہی ڈھا کہی
 میں چشمِ مست ساقی سے خراب قنادہ ہوں پھر بھی
 ہر ایک تیر ترہ پر اٹھم کے سو سو مر جا کہی!
 کہا شمشاد قدس کو بخل ہوں - یہ نثر پایا
 یہ ہمت حیف کیوں رکھدی - یہ پھٹی لٹے کیا کہی
 جگر ایک نافہ نون ہو گیا ہے ، اور کیا ہوتا؟
 نہ ہو تو مریاں ہم پر - پشیمانی اٹھائے گا
 درمیخانہ ہی کھٹکا - کھٹکے کا خالقہ سے کیا
 بھٹکا تک عشق میں حافظ دل کا پر نہ گرایا
 بے دن یاد، پھر کنایہ کلبِ بہم لے کیا کہی
 کرے باور و گرد نہ بات جو تھی ہر ملا کہی
 بد عہدی گل کی ہم نے صاف برٹے صبا کہی

صنما با غم عشق تو چہ تدبیر کنم

غمِ الفت کی صنم کیا ترے تدبیر کریں
 کب تک غم یہ سین مالہ شہگیر کریں

دل دیوانہ یہ اب قابلِ دربان نہ رہا
مہرِ ہجر میں جو کچھ کہ دل و جاں پہ بنی
زلف سے جملہ پریشائیاں دل کی کہتے
رند یک رنگ ہیں شاہدِ دے سے صحبت
جان کشِ کل کی ہے دیکھنا منظر ہو کر
ہو اسی طرح اگر وصل کی اُمید تو ہم
دور ہو سامنے سے واعظاً آئندہ بھی
نہیں امکانِ خلاص اب کوئی غم سے فقط

پھر اسی زلف میں بانہیں لٹے پھیر کر ہیں
سینکڑوں جلد میں شکل ہے کہ تحریر کر ہیں
حوصلہ کب کہ سراسر انھیں تقریر کر ہیں
غیر ممکن ہے کہ ہم حیلہ و تزییر کر ہیں
ذہن میں نقشِ کجِ خوب کی تصویر کر ہیں
دل و دیں ہا دیں کچھ اور بھی توفیر کر ہیں
کان گندے نہ سے و غطا و تقریر کر ہیں
کیا جو تقدیر میں یونہی ہو تو تدبیر کر ہیں

عاشقِ حسنِ جوانِ خوشِ خواستہ ام

عاشقِ حسنِ جوانِ گلِ خواستہ ہیں
زند و عاشق ہیں، نظر باز ہیں، کھل کہتے ہیں
حیف اُس خرقہ آلود سے آئے نہ جایا
جل جلی ہے و جل لے شمع کہ ہم بھی مشب
تاسخِ وہ آفتِ دل کے نگہبان رہیں
جائیں حافظ کی طرح ڈانٹ کے زر کارِ قبا

خارجِ غمِ راحتِ جاں کو بدِ خواستہ ہیں
اب تو سمجھے ہیں کینِ فلوس آراستہ ہیں
بس کے ہر نیچے میں تو کمر بھی پرستہ ہیں
اسی خدمت پہ کمر بستہ و ہر خواستہ ہیں
تیری رویت کے جو طالبِ نہ لاکستہ ہیں
جو حریصِ کیش و لہرِ خواستہ ہیں

عشقِ بازی و جوانی و شربِ لعلِ فام

عشقِ بازی و جوانی و شربِ لعلِ فام
جلۂ احباب و یاراں ہم نشینِ شربِ مدام

ماتی نیکر دہان دمطرب شیریں سخن
 مے لطیف و پاک گویا رشک آبِ ندگی
 باد و گل رنگ تیز و تلخ، پاک، خوشگوار
 بزرگہ ایک دل نہیں تہم کل فردوس بریں
 صفتش بس بیکخواہ ہوں شیشِ عدت با آد
 تیغ کھینچے غمزہ ساقی ہو پسر عقل پر
 جو ہو اس صحبت کا طالب ندگی اس چلال
 نکتہ دار بندہ کہے حافظ شیریں سخن
 ہمقرسِ حجب بہم خوش طبع اور نیک نام
 دلبر ایک حسن و لطافت میں بہ از ماہ تمام
 نوش ہو محل نگار اور نقل ہو یا قوت جام
 درمیانِ خلدِ نقلِ روحہ دار السلام
 دوست مخلص راز دار و ہمقرس کل دست کام
 زلفِ دلبر ہو بچھائے صیدِ دل کو تیغِ دوام
 چونہ اس عشرت کا خواہاں زندگی اس حرام
 بخشش آموز جہاں افروز ہر حاجی قوم

عمریت تا بہ راہِ غمت و نہادہ ایم

کب سے ہیں تیری راہ میں ہم زور کئے ہوئے
 ایک ماہِ عید وصل کئے ہیں ہم نظارگی
 جاں نذر مان دو گر گس جادو کو دے چکے
 خوشبوئے زلف کے سر سودا خمار میں
 پشتینی نیک نامی اجداد نیک نام
 محراب و طاقِ در سے قیل و قالِ فضل
 کیا سو ڈھائے آنکھ وہ بُنیادِ کارِ ہم
 دل ہو شیارِ رُو ہی، اپنا تو نقدِ ہوش
 شکر سے کب یہ ہم نے ریا ملکِ نافت
 رُو و ریاسے آپ کو کیوڑ کئے ہوئے
 چشمِ نظر میں وہ خسمِ ابرو کئے ہوئے
 دل بھی ہیں رہیں نسلِ ہند کئے ہوئے
 سکلِ نفثہ سر سبز زانو کئے ہوئے
 ہیں ٹھوکر دلیں ساقی فہرور کئے ہوئے
 سب کے تیری آہیں ہیں زور کئے ہوئے
 بیٹھے ہیں بر کرشمہ جادو کئے ہوئے
 ہر دم فرار ہے خسمِ کیوڑ کئے ہوئے
 کس سخت کوہے قوتِ بازو کئے ہوئے؟

ہو جائے ایک اشارہ چشم امید ہم
ہتھاری عاقلی ہے کہ خود دست و پایہ ہیں
گر رہی ہے عمر امید میں ایک نیم شاہ کی
بارجساں رکھانہ دل ناتوان پر
حافظ سے پوچھنا دل گرستہ کیا ہوا؟
کب سے ہیں تجھ پہ گوشہ ابرو رکھے ہوئے
زنجیر دہند از خسم گیسو رکھے ہوئے
تجھ پر نگاہ زنگیں جادو رکھے ہوئے
ہیں ان غموں کو طاق بکھو رکھے ہوئے
کیا ہیں دہیرے حلقہ گیسو رکھے ہوئے؟

عمریت تا من در طلب ہر روز گامے میزنم

ایک عمر سے ہوں در طلب گام ایک کھتا ہوں
بے ہر دل افروز خود کرنے بسر بدر و زخود
نہایت لے کچھ آگئی زبان میں ہی ہو سرور سی
ہر خندہ آرام دل بنے نہ دے گام کام دل
او زنگ کیا گلچن کیا، ذکر و فنا و ہر کیا
آخر ہوا آخر قصہ یہ، دھل جائے سب غم قصہ یہ
پینے سے خود غائب تیں میں فقط ساجی پینے میں
بہ شفاعت جتوئے نیک نام ایک رکھتا ہوں
دام ایک نیا اور لال بھی زین نام ایک رکھتا ہوں
پوچھوں چمک کر خوش قد و پاستی و کام ایک کھتا ہوں
فالیں ہی دن بھر دیکھ کر اتید غام ایک رکھتا ہوں
میرا جو ملک عاشقی اب میں ہی نام ایک رکھتا ہوں
اُس رنوں افشاں میں جو صبح نام ایک رکھتا ہوں
روحانیوں کی بزم میں گہ شوق نام ایک رکھتا ہوں

غم زمانہ کہ پہچش کران نمی بینم

غم زمانہ کی حسد و کران نہیں کوئی
نشان مرد خدا خفق ہے۔ رکھ اپنے تمکنا
خوار بستہ کو دیں ایک گھونٹ۔ کیا مقدور
دو اسوائے سے ارغواں نہیں کوئی
شیون شہر میں اسکا نشان نہیں کوئی
یہ اہل دل سے جو خالی جہاں نہیں کوئی

فروغِ جام میں ممکن ہے سیرِ اترِ عیش
 نشانِ تومے میاںِ جن سے دلِ تھوڑا بہتہ
 تار و آویج پہ آبِ فی زمانِ نہیں کوئی
 نہ ہم سے پوچھے، ہم خود یہاں نہیں کوئی
 ہمارے دیدہ حیراں پہ بھی ہزارِ افوس
 کہ ڈوڈو آئینے صورتِ عیاں نہیں کوئی
 مٹاں ہو جب سے وہ قد جو بیا رہے دیدہ
 سوائے سرودِ جز آبِ رواں نہیں کوئی
 بڑھانے کھینچنے کو حافطیہ بھر جائے ہے
 تمنا عیاں سخنِ کُرفشاں نہیں کوئی

فاش می گویم وازگفتہ خود و تشام

صاف کہتا ہوں یہ۔ اور کہہ کے بہت دہی ہوں
 طائرِ قدس ہوں! کیا تم سے کہوں شرحِ فراق
 بندہٴ عشق دو دو عالم سے میں آزاد بھی ہوں
 میں تنگ تھا۔ میرا فردوسِ بریں میں تھا اتنا
 بندہٴ دنیا میں اسیرِ غم و بیدار بھی ہوں
 سایہٴ طوبیٰ و دلِ داریِ حور و کوثر
 دستِ آدم سے اُجڑا کر بیاں آبا بھی ہوں
 تیرے کوچے کی قسم اب جو بٹے یا دہی ہیں
 لوحِ سینہ پہ ہے نقشِ ایک الفِ قامتِ یا
 کیا پڑھوں اور پڑھاتے مجھے استاد بھی ہوں
 پڑھ لگا کوئی پنجسم نہ مرے طالع کو
 کچھ عجب وقت کا مولود میں ناشاد بھی ہوں
 جب سے ہوں حلقہٴ بگوشِ درمیانِ عشق
 مژدہٴ غمِ تازہ سے بفریاد بھی ہوں
 خونِ دل میرا زوہرِ دم ویدہ کو کہ دوں
 دل جگر گوشہٴ آدم کو نہ برباد بھی ہوں
 یوں دامِ جو گریں با دمِ نسیا دہی ہوں
 پونچھ حافط کے تو زلفوں سے یہ سبیلِ شکر

گو فرستے کہ خدمتِ پیرِ مغالِ نسیم

نصرت کہاں کہ خدمتِ پیرِ مغالِ کریں
 یا پندِ پیران کے طالعِ جزاں کریں

برسوں ربے مجاور میخانہ دوستو
تھوڑی کے واسطے نہ وہ کہ آتاں کریں
زل کا رنگ دیکھ نہ چھوڑے گا غلب
جلدی سے زیرِ دلق منع نہاں کریں
زہر و جوئے حرام ہے، فرمایا نسخ نے
فراسے جو وہ چاہتے باہنم و جاں کریں
حافظ رتب بھونکیں تو مت تم کچھ کو دست
چل اُس کے پاس اخل دارالاماں کریں

فتوے پیر مغال روم و عہدیت قدیم

مہرے پیر مغال کی بھی یہ فتوے ہے قدیم
سے حرام اُس کو جو دنیا میں ہو بے یار و ندیم
پھاڑ کر پھینکے یہ دلق ریا اور تو کیا
روح کو صحبتِ ناجنس ہے بس بارِ عظیم
اُس طمع پریش ہوں میخانے میں مدت سے مقیم
از کے ایک چھینٹ ہی شاید جگہاں کی پر ہے
جانیم حمیری، جا کے جہا عہدِ قدیم
جیف کیا صحبتِ دیرینہ فراموش ہوئی؟
مرضِ عشق میں ناچار و دا اور حکیم
چاہتے اور کوئی چارہ صحت اے دل
ورنہ آدم کے تو بس کا نہیں شیطانِ رحیم
جمع کر گنجِ معارف کہ ترے ساتھ چلیں
ہاں مدد دیں گے دمِ صبح و الناسِ سیم
کہہ دیں غنچے سے کہ دل تنگ نہ ہو عسرت
ظاہر اعدا فراموش نہیں خلیقِ کریم
دل لیا سینکڑوں اُمید دلا کر خود ہی
گل کے مٹی بھی ہوئی ہوں جو مری عظیمِ ربیم
ایک صدی بعد بھی گزے وہ تو بصالِ تمہیں
تھوڑی دولت نہیں یہ لطفِ سخن، طبعِ سلیم
سیم و زر گر نہیں حافظ نہ سہی شکر بجا

گرازیں منزلِ غربت بسے خانہ روم

جس دن اس منزلِ غربت بسے خانہ چلوں
ٹھان رکھی ہے کہ دستِ ہی سے میخانہ چلوں

اس عمر سے جو چہرہ زنده وطن کو داپس
کیا پراز کشف و مقامات ہے یہ سیر سلوک!
آشنایانِ طریق اب تو کریں قتل بھی کر
پھر کے دیکھیں وہ اگر ابرے محراب نما
آج سے پاؤں برا اور وہ زنجیر زلف
حافظا کن گھڑی ہوگی جو میخانے سے پھر

گر چہ از آتش دل چوں خم می در جو شتم

اٹھتے ہیں دل میں خم کی طرح جوش پر جوش
خود کشی ہے لبِ جان کی تمسک کرنا
پھٹ چکا وہ خمِ جان سے کہ ہر دم جس کو
بخدائیں نہیں مغرور ہوں اس طاعت پر
ہے توقع کہ علی الرغمِ عدو روزِ حسرت
باو آدم نے دو گھوٹوں پر کئے تھے کٹے
خرقہ پوشی یہ نہیں غایت وینداری سے
تھے چوں غیر مروق یہ نہیں ہو سکتا
رہنِ عشق ہے سربِ گراہنی ہاتھوں سے

خون کے گھونٹ پئے نمر بہ لب لباب خاموش
خود کشی میں یہ عجب دیکھتے ہیں ہوش و کوش
ہندوئے زلف نہاتے ہی ہیں ملحقہ بگوش
گاہے ماہے قبح ایک دو جو بھی کرکوش
عفو اس کا نہ رکھے بارگنہ ہی بردوش
ناخلف ہوں جو ہیں ایک کو نہ ہوں خلد فروش
سینکڑوں عیب ہنفتہ کا ہے خرقہ سر پوش
ذات کر پر مغاں کہ چکا ایک بار نہ پوش!
شعر حافظ کے کیا چاہیں ہی پھر تو بد ہوش

گر چہ افتاد ز زلفش گر ہے در کارم

گر وہ زلف ہے گو بیچ میں شوالگی
چشم امید ہے تجھ پر اکرم یار لگی

خوبن ل ہو جو بہا آنکھوں سے رخا روں پر
 فاش پر وہ نہ کرے پڑہ جو چھڑا مٹرب
 دئے حسرت کہ چلا چھوڑ کے اودھ بیچ میں
 میں مجنوں شاعر سا خرم کہ بانوں سخن
 آنکھ طالع کی مرے ام کو سن لگ ہی گئی
 مجرہ صبا کون کہے جا کے؟ اودھ میں کل
 ہے یہی کل ریاہ دیکھ تو حافظ کی جبین؟
 سُرخِ اشک تمہیں سُرخِ رُخسار لگی؛
 قید پڑے کی وہاں پہلے ہی ایک باگی
 رہبری اس دل گم گشتہ کی سُرخ لگی
 شہد و شکر کی قسَم سے مرے انبار لگی
 تجھ سے اب بٹے کرم ہو گی یہ بیدار لگی
 اُس کو ایک جھونکا ہوا کاہنیں تلوار لگی
 خاک کس در کی ہو جو حضرت دیوار لگی؟

گرچہ مابندگانِ بادشہیم!

یوں تو ہم بندگانِ بادشہ ہیں
 گنج در آستینِ جیب تھی
 ہو تیار حضورِ دستِ نغور
 شاہِ بخت جب کرشمہ پر آئے
 بس عنایت سمجھ نہیں بھی ہم
 شاہِ منصور جانتا ہے ہیں
 دشمنوں کو پنہائیں لال کفن
 رنگِ تیر ویر ہم سے دُور کہ ہم
 شیرِ سُرخ اور افعیِ سیہ ہیں
 ورنہ شانِ ملک صبح گز ہیں
 جامِ گیتی نسا و خاک وہ ہیں
 بحرِ توحید و غرقِ رگنہ ہیں
 اُس کا آمیزہ ہم مثالِ نہ ہیں
 خواب میں بھی سمجھے رکھے نہ ہیں
 ڈٹ کے ہٹ جائیں پھر جو ہم نہ ہیں
 دوستوں کو دیں فتح کی کلین
 شیرِ سُرخ اور افعیِ سیہ ہیں

تقاضِ حافظِ کراوے اُس سے ادا

لبِ نئے حامی بھری تھی ہم گراہ ہیں

گردست دہر خاک کف پائے نگارم

اتھ آئے اگر خاک کف پائے نگاری
پہنچے ترا پروانہ اگر جاں کی طلب میں
ہم خاک شدوں کو نہ جھڑک اور جھٹکیوں
نکلت پہ اس آغوش کی ہوں غرقہ امید
دلدار ہی عشاق کا افسر ارتھا زلفو
یہ قلب سیر پرکھے اگر یار محک پر
ستراب دفا سے نہ کسی دن ہو، خدر کر
ساتی مجھے اُس جام سے ایک گھونٹ عطا ہو
ہے جان عزیز اپنی لب لعل وہ حافظ

پیشانی پہ چھٹ کچھ توں ایک خط غباری
کردوں میں مہاشع صفت جان پیاری
اس در سے نہ مکر بھی اٹھے خاک ہماری
اللہ ہے! انکوں سے ہو یہ ناؤ کنار ہی!
تم سے کے جوئیں جملہ قرار ان کا فراری؟
ایک نقد رواں آنکھوں سے فوراً ہی ہو جاری
اُس شب سے یہ جب ہاتھ دھامیں ہوں بزاری
جو جس کی شفا - دفع کرے رنج خساری
دست سے لبوں پر وہ نہیں جان پیاری

گردست دہر در خم زلفین تو بازم

ان ہاتھوں اگر پھر گرہ زلف ہو باز ایک
وہ زلف بری عمر عزیز اور یہ سہ دیکھو
پروانگی تجھ تک جو ہوا سے شمع تو امشب
میں زند بھلا میری نمازوں میں کہاں نیاز!
مجد ہو کہ میخانہ تر سے خیال میں دل کو
جس شب بری خلوت میں تری جلوہ فردی

سر چڑھ کے زمانے کے میں کرتا پھروں ناز ایک
ہاتھ آئے مہر موند از آں زلف دہر از ایک
دو شمع صفت دل کو ترے آگے گداز ایک
مینخانے میں بے شک ہو مجھے سوز و گداز ایک
محراب کہاں ابرو سے دایم رہے ساز ایک
اُس صبح جہاں میں مرے سر کو بھی فراز ایک

عمود ہو وہ عاقبت کار۔ جو رکھ دے سر اپنا یہ عشق میں رکھتا ہوا یاز ایک
ہنستا ہوا دم دیدوں صراحی کی طسح میں وہ مست دو ابرو مری پڑھو ادیں نماز ایک
حافظ غم دل کس سے کوں ادقت یہ وہ ہر جو جام نہیں چاہتے اب محرم راز ایک

گرم از سوزش مدعیان اندیشم

لاکھ مانع ہو مجھے سوزش بد اندیش زہر زندانِ فوسوز ہے ایک راہِ غلط
شاہِ شوریدہ سراں دیں کہ قبتِ ساماں چھینٹ کر نہ پڑے اُس کے لہو کی تہ پر
خونِ دل سے مرے ایک پیکانِ گامتھے پر شعرِ خنبار ہر ایاہ کو اے دوست سنا
جس کے مژگانِ سیاہ ہر گرجاں نہیں نش پانے دامن کو بچا جب یہ کھجائے دلِ ریش
تازہ دیکھے کہ ہوں اس قدر میں کیا ماہر ویش مارفِ وقت ہوں اور حافظِ راز دلِ ریش
مادتِ ہستی درندی سے تو کچھ چلے نہ پیش ہو یہ بدنامِ جان اور تو کیا خیر اندیش
لوگ جانیں تو تری بھینٹ ہوں اکافریش جس کے مژگانِ سیاہ ہر گرجاں نہیں نش
پانے دامن کو بچا جب یہ کھجائے دلِ ریش تازہ دیکھے کہ ہوں اس قدر میں کیا ماہر ویش
مارفِ وقت ہوں اور حافظِ راز دلِ ریش

ماہرِ آریم شبے دست و دعا کے بکینم

باتھ اٹھا کر کسی شب یا تو دعا ایسی کریں یا کوئی سچی جو دے اُس سے بلا ایسی کریں
دلِ بیار چسلا نہ مانیا روجب تک چارہ گر آئیں یہ جی جائے دعا ایسی کریں
خشک ہے بیخِ طرب۔ اے کے خراباتِ حلیں پھر پُت جائے وہاں نشو و نما ایسی کریں
بے خطا ہو کے خفا۔ تیر لگا چل جو دیا آئے پھر ہو نہ خفا صلح و صفا ایسی کریں

سینہ بُت خانہ بنا۔ آہ کے ہی لے کر تیر
دل مدد خاطر زنداں سے طلب کر کہ مباد
نقش ادراُس کے یہ بُتِ حائیں غواہی کریں
کلام نازک ہے بگڑ جائے خطا ایسی کریں
دم چلا حافظِ خوش لہجہ سنا اپنی غول
دل ٹھہر جائے ماکوش صدا ایسی کریں

مابد رگاہ جلال بہ پناہ آمدہ ایم

لینے درگاہ جلال میں پناہ آئے ہیں ہم
نچلتے ہوئے طے کر کے بہت دُشتِ خاک
شرم سے آبِ پئے عذریگناہ آئے ہیں ہم
بھگی پڑتی ہے زباں برسہ چاہ آئے ہیں ہم
نہیں اُمید ہو پونجے کی سلامت برکنا
غیرِ فقیر کوئی عذر نہیں لائے ہیں
شوق دیدار میں طے کر کے رو دور دراز
حافظِ غیر گنہ ہم سے بھلا کیا ممکن؟
عفو کر لبِ بے مالہ و آہ آئے ہیں ہم
سر پر سامان ہے گم گشتہ کراہ آئے ہیں ہم
روزِ اول ہی سے خود نامہ سیاہ آئے ہیں ہم

من نہ آن زدم کہ ترک شاہد و ساغر کنم

ہم نہیں آن میں جو ترک شاہد و ساغر کریں
لالہ ساغر گیر، نرگس مت ہم بزمانِ مفت
محب داقص ہے ایسے فعل ہم کتر کریں
داد گر چاہیں الٰہی تو کسے داور کریں
عشق گوہر دانہ ہم خواص، دریا میکدہ
گرد آلود فقیری ہیں گرا آتی ہے شرم
با وجودِ بینوائی۔ ہوں سیرِ رُوشل ماہ
لطف جانا چاہے دوزخ میں ہم پیرِ حیف گر
بر کنارِ چشمہ خورشیدِ دامن تر کریں
گر قبولِ فیض خورشیدِ بلند اختر کریں
تنگ چشمی سے نظرِ بر چشمہ کو تر کریں

ہے گدائی میں بھی حاصل طیفِ لطافتی ہیں
 عہدِ پیمانِ فلک کا کچھ نہیں ہے اعتبار
 آج ملتی ہو بہشتِ نقد تو احمق نہیں
 شیوہِ زندگی نہ تھا لائقِ ہائے گوگر
 گوشہِ محرابِ ابرو میں جگہ ہو کر نصیب
 ہو غنا گیر ایک دم لے ترکِ شہرِ ثوبت
 کیسی کیسی مل لب نے رات کی عتوہ کری
 فصلِ گل میں تو بہ کی تاکیدِ آنکھوں پر شیخ
 شبنمِ شفاف سے دھلتے ہوں جب راقِ گل
 توبہ فصلِ گل میں حافظ یہ بھی ایک واسمجھ
 کیا خوشامد تیری لے گردِ دُنوں پرور کریں
 عہدِ پیمانے سے اور پیمانِ باساغ کریں
 زراہد اگر وعدہٴ فسادِ ترا باور کریں
 پڑ گئے اس میں ہی اب کیا پیشہ دیکر کریں
 ہم بھی جنوں وار بیٹھے درسِ عشقِ ازہر کریں
 راہ کو سجدے نقشِ اشک پر گوہر کریں
 ہم نہ تھے اُن میں جو ایسے چٹکے باور کریں
 اتنی مہلت ہو صلاحِ شاہد و ساغر کریں
 اُنہوں بونگے ہی کارِ درسِ یادِ فقر کریں
 چاہیے پڑھ کر "اعوذ" اندیشہ دیکر کریں

ماسر خوشانِ مستِ دل از دستِ ادہم

خوش ہیں مگن ہیں، مستِ دل از دستِ ادہم ہیں
 ہم پر بہت گمان و ملامت ہوا کئے
 گلِ تنجہ کو صبحِ جامِ صبوخی ہوا نصیب
 خالی ہے بزلِ لالہ قدح دیکھئے بجئے
 توبہ سے گریہا رہی ہو پیرِ مینا بلول
 تیرے بغیر رہ نہیں پائیں گے رہنا
 کیا رنگ کیا خیال ہیں حافظِ نہ پوچھئے
 ہم آشنائے عشق ہیں ہم رنگِ بادہ ہیں
 تب جا کے اب یہ ابرئے جاناں کشادہ ہیں
 ہم ہیں شقایقوں میں کہ باغِ زاوہ ہیں
 ایک داغ ہم بھی بردلِ خونیں بناوہ ہیں
 چھانے وہ بادہٴ غدر کو ہم اتیاوہ ہیں
 فریادے کے راہ سے دورِ افکاروہ ہیں
 پڑھتے نہ کر غلط تو وہی لوحِ سادہ ہیں

ماور و سحر بردر میخانہ ہنسا دیم

را توں کے وظیفے صفت میخانہ پہ چھوڑے
 خرقوں میں رہ سکتے تھے بیش اس سے منافق
 مجھ سے ہی ہیں سب بیدل و دین نکر خدا کا
 ہر زاہد و عابد کا جلا ڈالیں گے خرقہ
 سلطان ازل نے مجھے دی عشق کی دولت
 اُمید نہیں کشتی سرکش تہ کو گرداب
 دل دخل نہ دے ہنر بتاں کو، لب شیریں
 جو بوسہ لب ہاتھ لگے یا رے گن کر
 قانع ہوں قحط خیال پہ آئین گداہی

اوقات دُعاسب در جانانہ پہ چھوڑے
 بنیاد رکھی شیوہ زندانہ پہ چھوڑے
 جو جو تھے گماں عاقل و فزائنہ پہ چھوڑے
 یہ داغ جو دشمن دل دیوانہ پہ چھوڑے
 صد گنج زر ایک منزل یرانہ پہ چھوڑے
 ثنابت طلب گوہر یکدہانہ پہ چھوڑے
 ایک تھر لگی دل کے درخانہ پہ چھوڑے
 واپس بہ دیانت لب جانانہ پہ چھوڑے
 حافظ نہ کوئی ہمت شہانہ پہ چھوڑے

ما بریں در نہ پئے حشمت و جاہ آمیم

مانگے ہم نہیں کچھ حشمت و جاہ آئے ہیں
 رہرو منزلِ اُلفت ہیں عدم سے بوجہ
 باغ فردوس میں دیکھا تھا ترابنبرہ خط
 گنجِ رُوحِ الامیں رکھتے ہیں پٹھے گدڑوں میں
 لنگرِ علم بڑھا کشتی توفیقِ ادھر
 آبرو جاتی ہے اسے ابر خطا پوش برس!

ڈھونڈتے دستِ حوادث سے پناہ آئے ہیں
 جھیل کر فاصلے اور سختی راہ آئے ہیں
 تجھ سے لینے دہی ہم ہنر گیاہ آئے ہیں
 جھولی ڈالے ترے دروازہ پہ شاہ آئے ہیں
 تجھ میں اسے بحرِ کرم غرق گناہ آئے ہیں
 پیش دیوانِ غل نامہ سیاہ آئے ہیں

دور رکھو تہ پشیمہ کو ہم سے حافظ ہم لئے فاطمہ میں آئیں آہ آئے ہیں

مازیارال چشم یاری دشتیم

ہم تو یاروں سے تجھے یاری جانتے
کب پہلے کیا جانیں کل دوستی
گشتگو آئین درویشی نہیں
یرمی آنکھوں پر برستی جنگ تھی
بحث تو اتنی بڑھے رنجش نہ ہو؟
گلگون حسن آپ کب دلکش بنا
دیکھ کر مائل تھے اغیار پر
دل دیا حافظ نے خود اپنا تھو

کیا غلط یہ بھی ہمارے دھیان تھے!
بودیا ایک بیج یہ ہیں جانتے
ورنہ دل میں موجزن طوفان تھے
صلح سمجھے ہم بھی کیا نادان تھے
پاس خاطر دونوں تھے پہچانتے
ان دعاؤں کے کرم احسان تھے
بجھ گئے جو وصلے ارمان تھے
وہ محصل بھیجتے تو مانتے

مانگویم بدوئل بناحق بکینم

عیب و ہر گویا طرفداری ناحق نہ کریں
بیدھڑک دفتر دانش کی نہ کر دیں غلط
نہ کریں نصیبت درویش و غنی تھوڑی بھی
خوش گوڑ آئیں نظر دیکھنے والوں کو مگر
پاش کرتا ہے خلک کشتی اور باب ہنر
آب زندان پئے شہر جوہر آداب تمام

رُوسیہ کر کے کوئی چہرے کی رونق نہ کریں
سحر و اعجاز جدا چہ نہیں طق نہ کریں
ہر بُری بات مناسب ہے کہ مطلق نہ کریں
ریشک اسپسید زین مغرق نہ کریں
قابل تکیہ نہیں کسب معلق نہ کریں
بوجی اس کی وہ سب صاف موقوف کریں

کیوں بدی سے کسی حاسد کی بڑے رنج میں دو
ہو دشمنانِ جہاں گوشِ باحق نہ کریں
بر سرِ حق نہیں دشمن تو دلہاں کیوں حافظ
حق بجانب ہو اگر، سرِ زینِ حق نہ کریں

مرامِ عدلیت با جاناں کہ تا جاں بدنِ ارم

دیا ہے عہدِ جاناں کو کہ جبک جانِ تن میں ہو
کرے شمعِ چگل سے دلِ فزراں خلوتِ باطن
بقدرِ آرزوئے دل نہیں خلوت ہو خود حاصل
اگر صد شکرِ غوہاں چڑھ آئیں دل پہ کیا طاقت
خدا را اسے رقیب آنکھ اپنی جھپکائے ذرا شب
خراں گلشنِ اقبال میں ہوں جس کے حسنِ اُس کا
بجا اُس نقشِ مل لب پہ دعوائے سلیمانی
وہ جامِ خوشگوار اپنا وہ ساتی کون؟ یار اپنا
مئے گھر میں ہو خود وہ شرجس کی چھاؤں کی ٹھنک
نہ روک اسے پیروزانہ مجھے جانے سے میخانہ
ہو ازمدی میں حافظِ شہزادِ نقودں پہ کیا ڈر ہو

ہو اداری ترے کوچہ کی دم کے ساتھ میں ہے
فروغِ دیدہ ظاہر تو اُس ماہِ صحن میں ہے
ہمیں کیا خوف بہ گویوں سے اُس کی آہن میں ہے
وہ طاقتِ حقِ نظر میرے بتِ شکرِ شکن میں ہے
لبِ خاموش سے دل اُس کے نہاں کچھن میں ہے
نہ لائے میں نہ سر میں نہ گل نے یاسن میں ہے
پناہِ اہمِ اعظم میں ہوں ڈر کیا اہرن میں ہے
بتاؤ کس کا یا ریا ز میں پر یا ز میں میں ہے
نہ سرو بوستاں میں ہے نہ شیارِ دھن میں ہے
کہ قصدِ ترکِ پیما نہ دلِ پیاں شکن میں ہے
مرا بھی ہاتھ دامنِ امین الدینِ حسن میں ہے!

مرجا طایرِ فرخ رُخِ فرخندہ پیام

خیر مقدمِ ترا اے نیک قدمِ نیک پیام!
یارِ ب اُس قافلے کا لطفِ ازل اپنا
جہمِ آہِ شروہِ سنا۔ یار کا گنہ کونج و مقام!
جس نے دشمن کو قہرِ دامِ ر کیا دوست کو زام

میرے اور اُس کے علاتے کا نہ پوچھو یا یاں
کیا مرے دیدہ خونبار کے آرام کی شکل
مہرباں مجھ پہ نہ ہو گا نہیں ہو گا ہرگز
گل کا اترنا بڑھاد سے دکھارخ بخدا
شاخِ سدرہ پہ جو تھا نعمہ نوا طایرِ روح
زلفِ دلدار تو زنا رہنمائی ہو نہیں
میلِ حافظ کو ہے گرجا نبی بڑ کیا ہے
جس کا آغاز نہیں اُس کا بھلا کیا انجام
مَنْ لَمْ يَتَّقِ دُعَاءَ عَجْبَا كَيْفَ يَتَّامِ
ذَاكَ دُعَاوِی وَهَآءُتْ ذَلِکَ الْاِیَّامِ
سرد کا اینٹھنا اچھا نہیں۔ لستہ خرام
دانہ خال پہ تیرے ہی پھنا اُن کے دم
رکھ پڑے شیخ! تراخو تہ ہوا تن پہ حرام
طاق و محراب میں رہتا ہی ہو لستہ کا کلام

مرد کہ در غم ہجرتو از جہاں برویم

ٹھہر کر جاتے ہی تیرے ہم اپنی جاں سے چلے
ہلا دے ہونٹ کہ قربان اُن پہ ہو جائیں
روا نہیں کہ لبوں پر ہو جان مرنہ سکیں
الہی پھر بھی ہو ایک بار وہ دہن پہ دہن
گدائے کوچہ ہے تیرا تجھی سے مانگتا ہے
پتہ دے وصل کا جس راہ سے وہ ممکن ہو
یہی نہ کہنا کہ حافظ یہاں سے جا۔ لستہ
یہ دیکھ اٹھتے ہی اٹھتے تیرے جہاں سے چلے!
وگر نہ ہم یو نہیں بیکار اس جہاں سے چلے
ذرا سا کام ہے یہ بھی نہ اُس ہاں سے چلے
یہ ہوش جائیں وہ تھامے۔ کہے کہاں سے چلے
ہزار حیف کہ محروم آستان سے چلے
پہونچ ہی جائیں گے ایک ن جو اُس نشاگ چلے
جو اور حکم تھے اُن پر تو چشم و جاں سے چلے!

مزن بردل ز نوک غمزہ تیرم

نہ ملے نوک غمزہ سے جو تیرا ایک
دکھائے چشم بیار او خبر تیرا ایک

نصابِ حسنِ کامل ہو چکا ہے
قدح بھر دے طفیلِ دولتِ عشق
فضائے سینہ ہو اور دوست ہی دوست
بہرِ جام و مطرب ہی ہو وہ بھی
نہیں کچھ پوچھ جسِ غوغا میں۔ دِل
وہ طائر ہوں جو ہر شام و سحر گاہ
اجارہ میفر و شو؛ شرط یہ ہے۔
خوشا وہ دم؛ جب استغنا کا عالم
بہت سے گنجِ سینے میں پھرے ہیں
اٹھایا ہاتھ حافظ سے جو دیکھا
نکوۃ اب پائے میکن فقیر ایک
جوانِ محنت جہاں ہو جائے پیر ایک
نہیں رکھتا یہ کراپنا ضمیر ایک
جو نشتی قلم کھینچے لکیر ایک
ترا پیرِ مفاہِ منت پندیر ایک
منے عرشِ معنی سے صنیر ایک
یہ ہاتھ اور جام۔ تا وقتِ اخیر ایک
غرض رکھے نہ از شاہ و وزیر ایک
نظر آتا ہوں دشمن کو فقیر ایک
ہے ساقی اس کا یا زنا گر پیر ایک

مردہ وصل تو کو کر سر جاں بربخیزم

مردہ وصل سنا دے غم جاں سے چھوٹوں
ابرِ بارانِ ہدایت کو خدا برسا دے
قسمِ الفت کی پکار ہے جو توبہ کہہ کر
بلے دے و نعمت ہی آگور پہ، خوشبو سے تری
پیر ہوں پھینچ کے پہلو میں سلائے شب بھر
نگ در جان، یقیں مان تری چو کھٹ سے
سر و بالا جو دکھائے بتِ تیسریں حرکات
طاہرِ قدس ہوں میں ام جہاں سے چھوٹوں
خاک اڑ کر نہ میں گردِ ابریاں سے چھوٹوں
ہوں سلطنتِ کون و مکاں سے چھوٹوں
جی اٹھوں، قصِ کناغی لیاں سے چھوٹوں
ایک جواں صبح کو آغوشِ جہاں سے چھوٹوں
زنجیروں سے نہ میں آفاتِ ماں سے چھوٹوں
حافظ آزاد ہوں غمائے جہاں سے چھوٹوں

من ترک عشق بازی دسا غمی کنم

اب ترک عشق بازی دسا غمی نہیں کروں
 باغ بہشت دسائے طوبیٰ و قصر و حور
 کافی جہاں میں اہل نظر کو اشارہ ایک
 سر کے بھی صبح ہوش نہیں تھے جب تلک
 زاہد کہے بہ طعنہ زنی ترک عشق کو
 مقتول بحث پر مغناں نہ کیوں سنوں
 پی جاؤں؟ چٹھا ہے اعظا کہ مے مخور
 تقویٰ یہ بس کہ داعطون کی جبر ص سے کبھی
 حافظ خباب پر مغناں جو دفا کا گھر
 سو بار تو بہ کر لی مکر نہیں کروں
 اس در کی خاک کے بھی برابر نہیں کروں
 ایک کر دیا اشارہ دیگر نہیں کروں
 میخانہ میں بلند کہیں سر نہیں کروں
 ”شایان جنگ میت ہر دہ نہیں کروں
 زاہد ترے حال کو باور نہیں کروں
 کچھ انفات بولے اگر خرم نہیں کروں
 ناز و کوشش ہر منبر نہیں کروں
 ہرگز جدا جہیں میں یہ در نہیں کروں

من کہ باشم کہ بر آں خاطر عاظر گزرم

مجھ گدا کا ہو تیری خاطر عاظر پہ گزرم؟
 دلہرا! بندہ نوازی یہ کہاں سکی تھی؟
 ایک دعا بدرقہ راہ کر لے طائر قدس
 اے نسیم سحری کہ تو آداب تمام
 شاد وہ دن کہ روانہ ہوں میں اس منزل
 خلوت خاص ملک راہ نمائی ہو میری
 یہ غایت تیرے قدموں ہی میں کھڑے ہو کر
 پاس دلوں نے رکھائی یہ نہیں ہے باور
 راہ مقصد ہے دراز اور میں نا کردہ سفر
 کہ فراموش دُعا میں نہ رہوں وقتِ سحر
 اور تیرے کوچے میں پائیں رُفقا میری خبر
 نے پیوں ساتھ تیرے سائے غموں سے چھٹکر

پایہ نظم بلند اور جاگیر بھی ہے شاہ بحرین دہن میں سے بھرتے گھر
گوہر وصل کی خاطر ہویہ شبایاں حافظا دیے بحرین نہیں غوطے لگیں آٹھ پہر

من دوستدارِ روئے خوش و موئے دلگش

بھاتی ہے نہیں کبھی مجھے باؤنکی دکشی مہوشی خیم مست کی گالوں کی بغشی
باشق کو ناگہیر ہوا یک نورِ نبل شمع جلتے کو کیا جلانے گا اے سوزِ تاشی
تیز از معدن لبِ لعل اور کانِ حن میں جو ہرتی غفلت و لائقِ مٹوشی
میں آدم ہشتی تھایاں کے طرہ شد ہوا بگلے کا بارِ حسینوں کی ہوشی
وہ خیم مست دیکھی ہوا شہر میں کہ بس بے میکشی ہی رہتی ہے اللہ سرِ خوشی
ایک شہرِ بزرِ عجبِ شش بستہ حیس پیسے کے نام پاس نہیں گولیِ مستحشی
رازا نزل کی پوچھنی چاہو گر ایک ہق کروں میں پہلے ایک دو پیمانہ میکشی
حافظ عروس طبع کو ہے جلوہ آرزو یہاں آرسی ہے آہ کی تا آسمانِ ششی

نماز شام غریباں چو گریہ آغازم

شروع شام سے غربت میں گریہ کا آغاز بغیر بچہ ہی ہے دل کو ارادہ پر داز
بیادیار و دیار اس قدر ہوں زار و زنا کہ راہ درسم سفر کا الہی ڈوبے جہاز
کہاں دیارِ حبیب اور کہاں بلا و قیب دیارِ دیار کو پہنچوں میں آیا صاحبِ با
خضر خدا کے لئے کچھ مری مدد کر دے ! کہ قصرِ میکدہ ہی سے ہوں پھر علم افزا
خود ضعیفی سے میری مواخذہ مت کر ہو ایک طفلِ صنم پر یہ دلِ محبت باز

سوانیم و صبا کس سے جان یا پہچان
ہوا سے منزل یا ر آب زندگانی ہے
بجز ہوا بھی ہے کوئی عزیز اور ہمارا؟
صبا خدا کے لئے کیلئے آؤئے شیراز
بہا ایک آنسو کیا راز فاش ہوا ز پوش
گلہ کیا غیر کا حافظ جب اپنا خود غماز

ہر چند پیرختہ شدم ناتواں شدم

ہر چند پیرختہ ہوا ناتواں ہوا
سادہ تھا کل ورق مرے حرفِ جو
آیا ادھر وہ یادِ اُدھر میں جواں ہوا
مکتب میں آج عشق کے میں نکتہ اں ہوا
تجس ہی مجھ پہ سب در معنی کشادہ ہیں
جب سے تیری آنکھ کے فتنے پہا ہوئے
شکرِ خدا بلا جو خدا سے طلب کیا
در شاہلو و دولت سرِ تختِ بخت
پھولے پھلے سدا وہ مرا گلبن جواں
میں سال و ماہ سے نہیں بڑھا وہ بیوفا
شب مجھ کوئے گئی یہ نبارت بھی حافظا
گرو را جو تیر بن کے میں جھک کر کہاں ہوا
باز آئیں مغفرت کا بھی ضامن ہاں ہوا

اے نور چشم من سخنِ ہمت گوش کن

اے نور چشم کنا ہو کچھ تجھ سے گوش میں
کہہ دی یہ آزمائی بزرگانِ پیر کی
لبریز جام ہو تو بہے ناؤ نوش میں
بڑھا ہولے جوان جسکے اسکو گوش میں

دیکھی نہ ہوشمند پہ پڑتی کسبتِ عشق
 تسبیح و خرقہ دیں گے نہ کچھ لذت و سرور
 حاضر ہوں دوستوں کے لئے جانِ مال سے
 سواہرین کے دوسے ہیں راہِ عشق میں
 برگِ نوا تبناہ ہوا سازِ طرب جلا
 ساتی بھرا پڑا اے صافی سے تیرا جام
 نہرت جب تباہے رافاں پہن کے آئے

ہاتھ آئی زلفِ یار مگر ترکِ ہوش میں
 یہ لطف پائیں گے عمل سے فروش میں
 سر رکھ دے پائے یا نصیحتِ نبوت میں
 ہتھیار! گوشِ دل ہو پیامِ سرودش میں
 اے چنگِ ناکہ کش ہو تو آدھنِ خروش میں
 ایک لطف کی نگاہِ قہر دُردنوش میں
 دے بوسہ نذرِ حافضِ پشمینہ پوش میں

افسرِ سلطان گل پیدا شد از طرفِ ہمین

شاہِ گل کے تاج کی چکی گستاں میں کرن
 کیا ہی زیبا ہو نشستِ خسروی اپنی جگہ
 تا ابد آباد گھر یہ جس کے در سے دمدم
 خاتمِ جم کو مبارک فالِ حُسنِ خاتمہ
 خُنگِ چوگانِ فلک کو رام کر کے زیرِ راں
 کشتِ زلزلہ ملک کو رکھ تازہ آبِ تیغ سے
 شوکتِ پورِ تیغ اور اُس کی عالمگیر تیغ
 کیا عجب گر ہو گشتِ تیری بوسے خلقت سے
 منتظرِ خلوتِ نشین ایک جلوہِ خوش کے ہیں آ
 ساتی بزمِ آناہک سے صبا جا عرض کر

گل کا آنا ہو مبارک تم کو اے سرودِ سخن
 لوگ بھی بیٹھیں قریب سے بجائے خوشیتِ سخن
 بوسے رحمت سے ہم آغوش آتی ہو باوہین
 اہمِ اعظم نے کیا اُس پر سے دفعِ اہرن
 شہسوارِ اکبر ہو میدان میں چوگانِ سخن
 بو نہالِ عدلِ داد اور ہو وعدہ کا بج بکن
 شاہناموں میں ہو اب تک داستانِ سخن
 دشت سے ایران میں کے نافہ رنگِ خُلق
 تیغ سے برقعِ برطفِ طرفِ کلمہ میں تسکین
 جامِ بخشنے ہم کو جامِ زر سے خود ہو کر بکن

عقل سے کی مشورت بولی کہ حافظ پی شراب ہاں پلائے ساقیا السُّنَّارُ مَوْتَمِن !
 اے خسروِ خواباں نظر سے سوئے گدا کن

اے خسروِ خواباں نظر ایک سوئے گدا ہو
 حسرتِ دل درویش کو ہے ایک نظر کی
 ہے چاند کو دعویٰ کہ وہ تم کل ہے تیرا
 اے سرورِ واں بزم میں آجائے جو اکدم
 شمعِ وگل و پروانہ و بلبل ہیں سبھی جمع
 دلِ باختر پر جو رو جفا تا بکے آخر
 مت سن تو کسی دشمن بدگو کی خدارا
 رحم اس سرورِ پا سوختہ پر بھی تو شہا ہو
 اس چشمِ یہ مست سے گردِ کچھ لے کیا ہو
 منہ اپنا دکھا دے کہ وہ انگشتِ نہا ہو
 ہر جامہ صد چاکِ نیا بن کے قبا ہو
 تنہائی پہ اب تو بری دل نرمِ ذرا ہو
 آہنگِ وفا، ترکِ جفا، بہرِ خدا ہو
 کر حافظِ مسکین سے اپنے جو وفا ہو

اے رے ماہِ منظر تو نو بہارِ حُسن

صورتِ یہ چاند سی تری لے بہارِ حُسن
 ہے چشمِ پر خمار کہ جادو بھرے ہوئے
 خوبی کے آسمان پہ چمکا تھا کب یہ چاند
 شیریں تری ملاحوں سے عہدِ لبری
 اس دامِ زلف و دامنِ مشکیں سے ہر میں
 ہونٹوں پہ تیرے کیوں نہ ہنسنے ہوا زہ تر
 حافظِ بھی ڈھونڈہ ہارا نہ باقی نظیرِ دست
 یہ خط و خال مرکزِ لطف و مدارِ حُسن
 ہے زلفِ در فرار کہ اُبتِ قزاقِ حُسن
 اس قد سا کب تھا سرو لب جو بہارِ حُسن
 فرخندہ ان لطافتوں سے روزگارِ حُسن
 ایک مرغِ دل نہیں نہ ہوا جو سکارِ حُسن
 آبیحاتِ پتی ہے ہر جو بہارِ حُسن
 دیارِ اور کون ہو تجھ میں دیارِ حُسن

اے لبِ آبِ حیات دے قدتِ سرچمن

لبِ ترے آبِ حیات اور قدِ ترا سرچمن
مثلِ ابرو دیکھا کن آنکھوں نے کس دن کو
زنتہ جاں ہو کسی کا یا سرِ توبہ سے ترا
ایک بوسہ پر گز کر ہونٹوں میں مت جا
گل نے گلشن میں تھا دیکھا رخِ ترا سرِ روا
تیری ہی صورت کا دیوانہ ہوں اپر نہیں
تیری الفت میں حافظ تو خوش سمجھ رہا ہوا
رخِ ترا خورشیدِ غاؤ خطِ تر ہنسکِ ختن
مل لبِ سا بھی حقیقت اب تک پایا دہن
دُج گوہر ہی دہن دنداں ہیں یادِ رعد
زخمِ برچر کا نہ دے جانِ حزیں کو جانِ من
چاک کرنے میں ہو اتہکِ شرم سے گلِ پیرن
خانے ہیں سکارا اس کو یہاں سب مردوزن
لے نہ تجھ سے اس کا بدلہ روزِ محشر ذوالنسن

بالا بلند عشوہ گر سروِ نازِ من

کیا کہتے اُس شہرِ سرِ قدِ سروِ ناز کو
کیا کی نصیحت آہ یہ پیری و علم و زہد
اس آبدیدہ نے بھی لگائی جو ایک آگ
ایمان کی بھی خیر نہیں آتی اب نظر
وہ مت ہو کہ یاد بھی اجاب کی نہیں
یارِ ب وہ کب چلیگی ہوا جلی نئے خوش
خندان میں عینِ گرین دیں ہی مثلِ شمع
نابت نشانِ گریہ ہیں اب تک تو نقشِ آب
کو تہ ہی کر گیا میرے زہدِ دراز کو
دیکھا بھی میرے دیدہ معشوقِ باز کو؟
آفاق بھر میں فاش کیا میرے راز کو
حُرابِ ابرو سے وہ زل ہیں ناز کو
یادش بخیر اساتی مسکینِ ناز کو
جنش میں لائے اُس کرمِ کارِ ساز کو؟
اُس نگدل میں کیا ہوا اثرِ سوزِ ساز کو
کب سمجھیں دیں عباسِ حقیقتِ مجاز کو

مٹو۔ پورا ہونے لگا جب ایاغ عمر
میرا یاز و کتا سدا حار الیاز کو
زاہد تبری نمازوں سے نکلا نہ کوئی کام
لا کام میری مستی و سوز و نیا ز کو
حافظ کو غم نے کھایا دے کوئی اطلاع
اُس شاہ دوست پر و در دشمن گداز کو

بہارِ گلِ طرب انگیز گشت و توبہ شکن

بہار ہے طرب انگیز اور توبہ شکن
بٹائیں سیر سے گلشن کی خار غم کی چین
دہنیم سے کیا کھل کھلاتی ہیں کلیاں
ہوئی ہیں جامہ سے باہر ہی پھاڑ پیرن
صبا کی شوخی نے گوند سے ہیں گردِ گل چھنڈے
تسکین کیسو سے سنبھل نہیں یاب فٹے سمن
عروسِ غنچہ لدھی زبوروں میں اتارے
تو ہوشِ عقل ہیں پتراں بوجھِ احسن
پکار ببلِ شوریدہ کی نفسیر ہزار
یہ وصلِ گل کے لئے زور شور قلبِ حزن؟
طریقِ صدق کالے آبِ آبجو سے سبق
بسکھائے راستی آزادگی سروچمن
غم زمانہ دے۔ لے جامِ ہاتھ میں حافظ
بقولِ مطرب و فتویٰ پیر صاحبِ فن

بفکرنِ صفتِ زنداںِ نظرے بہتر ازین

ڈال پھر کے سوئے زنداںِ نظر ایک بہتر ازین
جانبِ میکدہ فرما کر ایک بہتر ازین
لطفِ سبب ہیں حق میں سکرانِ ہونٹوں کے
مدعا اور ہے دل کا گرا کر ایک بہتر ازین
غور سے جس کے گروہ کارِ جہاں کی کھل جائے
پھر وہ فرمائے دوبار انظر ایک بہتر ازین
دلِ نریوں روئے دلا رہا ہو غش کب دیکھا
پہلوئے دہر سے پیدا بس ایک بہتر ازین
ناصح کتا ہو کہ جو غم ہو صفتِ عشق میں کیا
تو ہی تہائے نہ اچھا ہنر ایک بہتر ازین

مان لے دل جو کہوں، تھام قہج چوم جام
لکھ حافظ ہے عجب شاخ نبات و شکر
لے سکے اور صلاح کیا بشر ایک بہتر ازین
ہے کئی باغ میں میٹھا ثمر ایک بہتر ازین؟

چو گل ہر دم بہت جامہ برتن

بنوں گل ہو وہ نکمت جامہ برتن
ترا تن دیکھ کے پڑے کئے چاک
وہ تن در جامہ گویا بادہ در جام
مجھے ممکن بچا نا دل کا تجھ سے
بقول دشمنان برگشتہ ہم سے؟
چمک بھی اشکباری میں دکھا چشم
نہ جا سینے سے یہاں آہ جگر سوز
نیوں سیارہ دل روند ظالم
دل حافظ ہے اٹکا اس کے اندر
کردں ٹکڑے گریباں تابہ دامن
نہیں گل مست ہے گویا بہ گلشن
وہ دل سینے میں یا چاندی میں ہن
مجھے کیا چسپ زینا دل کا برفن
ارے دیکھا کہیں بھی دوست دشمن؟
یہ سوز دل ہو لوگوں پر بھی روشن
نکل جائے نہ چھت میں کر کے روزن
ہے ان کا سب سے اونچا سر پہ مسکن
نہ سر سے پاؤں تک ہو زلف انگن

چند انکہ گفتم غم با طبیبان

احوال سن سن کھسکیں طبیبان
کہہ ڈالا اس سے حال نہان بھی
باتوں میں ہر دم کا ٹالیے ہے
درج محبت کی مہر گم ہے
دیکھے نہ کوئی نبض غریباں
کہہ ڈالیں جیسے پیش طبیبان
صد شرم اسے گل از غنایاں
ہے ہے نہ ہو یہ کام رقیباں

اے شمع آخر بر خوانِ نعمت
حافظانہ ہوتا رسوائے عالم
حرم کب تک ہم بے نصیبان؟
سنا اگر تو پندِ ادیبان

چوں شوم خاکِ ہشامن بنیساند زمین

بن جاؤں گر خاکِ گردِ دامن جھک کر ہو دوں
مچھ گریبوں ریں شمعِ ماں نہیں دے دھچک پر شل صبح
رخسارِ رنگیں تر ز گل، ہر ایک کو کھلاتا پھرے
پیاسادہ میرے خون کا، نہیں تشہ لب، دیکھئے
آتشِ کھوکھو دی ل نے تعلقِ جی بھر کے ایکدم دیکھو
فرا دہوں افوس کیا مٹی سے گر میں جان دوں
حافظ سبقِ عشق کے تجھ سے رہیں گے یادگار
چاہوں اگر دیکھئے ادھر ایکدم چمک کر ہو رواں
یہ نجدہ خاطر ہوں اگر بن کے رنگ کر ہو رواں
کدوں جو لازم ہے حیائتہ مجھ سے ٹک کر ہو دوں
چھینوں نہیں بوسہ یا چھنے مجھ سے ٹک کر ہو رواں
ہاں ابھی ایک دمے خوں ٹپ ٹپ ٹپ کر ہو دوں
نیرِ قصص رہ جائیں یہاں شیریں نگر ہو رواں
گایا کریں گی ملبیس اب تو چمک کر ہو رواں

خوشتر از فکرِ می و جامِ چہ خواہد بودن

خوشتر اس فکرِ می و جام سے کچھ اور بھی ہو؟
مے پئیں، کھائیں نہ غم، پندِ مقلد نہ نین
غمِ دل کھانے ہی میں ختم پہ پہنچے آیام
مُریغِ کم حوصلہ جا۔ دام کجا۔ جسم کجا؟
پیرِ بخانہ نے کلِ خوب سنتے میں کس
جو پہننے کی کما لئی تو کسی کام پہ صرف
بے خبر کر دے جو انجام سے کچھ اور بھی ہے؟
پونج تر اس سخنِ عام سے کچھ اور بھی ہے؟
ہو کے فارغِ غم و آیام سے کچھ اور بھی ہے؟
تو نے جانا کہ غرضِ دام سے کچھ اور بھی ہے؟
پڑدے کے فرجامِ خطِ جام سے کچھ اور بھی ہے؟
ہے یہی جگہ نہ ہو کام سے کچھ اور بھی ہے؟

دلِ حافظ بن دھجک و غزل بسلا یا جز سنز کیا مرے انام سے کچھ اور بھی ہے؟

خدا را کم نشیں باخرقہ پوشاں !

چھٹیں بٹند: یہ تجھ سے خرقہ پوشاں
بسی ان خرقوں میں بدبو ہے، ان سے
تو نازک طبع تااب اس کی کہاں ہو
کہاں کا درد ان صوفی دشتوں میں
فریبوں سے ہوا ان شاویسیوں کے
بنا کر مت پھر ستور کیوں ہے؟
لب میگوں چشم مت دکھلا
تینا میں بے علیں ہے جوشاں

خدا حافظ کی طبع گرم سے کر

ہے سینہ اس کا شل دیگ جوشاں

دو یار ہم داز بادہ کھن دمن

دو یار ہم نشیں، اور بادہ کھن، دمن
یہ ہاتھ آئیں تو دنیا و عاقبت کو نہ دوں
سکے جو گنج قناعت یہ گنج دنیا کو
خمش گوشے میں بیٹھا ہوا تماشہ کر
بیان واقف و شرح غم شرب سے ہو
فراغت اور کتاب اور کوئی گنج حین
زمانہ بھر مرے سر پر کیا کرے جھن جھن
فروخت یوسف مصری ہو بے ہاد دشمن
حوادثات زمان با نبات قند دہن
نہ ہو بھر و نہ کسی پر دریں زمان دامن

ان آنہ جیوں میں حوادث کی کیا نظر آئے
یہ سطح آئینہ پر طرفہ نقش بند ہی غیب
بکھی زما نہ میں دیکھے نہ تھے یہ شور و فتن
نہ رنگ گل رہا باقی میاں نہ لوائے سمن
یہی حقوق کا میرے صلہ تھا جرخ کھن؟
ہوا ہر سن کی انگوٹھی میں وہ نگین مین
تہا راتقو لے نہ میرے گناہ شفق من
حکیم دانا کوئی، بیدوائے صاحب فن
پڑیں قلم سے وہاں گردن سکاں میں عجب!
سکھ میں ڈالے نہ حافظ کے کوئی بٹ کے زن؟

دانی کہ چیت دولت دنیار یادیں

دولت ہے کیا۔ وہ ہم کو دنیار یادیں
دل تنگ کیوں میں گلشن میں نہں کے مثل غنچہ
ہم لیں گدائی تاج شاہی آثار دیدیں
پیرا ہن آبرو کو کر تار تار دیدیں
بلبل سے راز آفت سن اشتہار دیدیں
لب تک چو ہونٹ لاکر بوسہ نہ یار دیدیں
ہرگز نہیں بلائے گز جان زار دیدیں
استغفا دوستوں کو کس طرح یار دیدیں
ملنا یہ صدفیت پہ پھر یہ دورا ہمس منزل
جاں سے تو ہاتھ دھونا آساں ہو یا رو لیکن
شاہی بھلا ہی بیٹھا حافظ کو شاہ منصور
یا وگدا پھر اس کو پروردگار دیدیں!

دلم را در سر زلف تو مسکن !

مرے دل کا ہے تیری زلف مسکن
 جو دل پہلے تیریں پر ہر روز زلف
 اندھیرے میں جو تواسے شمع آجائے
 ارم در کار کیا ہے تیرے ہوتے
 نہ وصفت سر و قد سے بیٹھوں خاموش
 نہ چھپکے مور چھل کی چھکیوں سے
 نہ موڑے رخسے سے منہ ڈرہ ہرگز
 بحر حافط کے لطف عشق بازی
 نہ موڑ اُس کو نہ بچی چھوڑ پُرفن
 بنہالے پاؤں کی کرے نہ روندن
 مٹا ہو جائیں دذوئیں دیدے روشن
 جدھر دیکھو اُدھر گلشن ہی گلشن
 ہمہ تن گزرباں میں بھی ہوں ہوسن
 گس بیٹھے پر اڑ کر جائے فوراً
 ذرا جھانکے تو ہزار راہ روشن
 کہے گا کون یوں بزدل حسن !

دلبرِ جاناں من برودلِ جان من

دلبرِ جاناں مرے۔ لجا دلِ جانِ مرے
 اے لبِ جاناں مرے جانِ تنِ قوتِ دل
 روضہِ رضواں مرے میں رو دیوارِ دوست
 دیدہ حیراں مرے دالہ و شیدا ترے
 یوسفِ کنعاں مرے مصراحت ہے تو
 سرِ دگلتاں مرے تیرے یخِ دستان
 لجا دلِ جانِ مرے دلبرِ جاناں مرے
 جانِ تنِ قوتِ دل لے لبِ جاناں مرے
 ہیں درو دیوارِ دوست روضہِ رضواں کے
 دالہ و شیدا ترے دیدہ حیراں مرے
 مصراحت ہے تو یوسفِ کنعاں مرے
 قد در بخِ دستان سرِ دگلتاں مرے

حافظ خوشنواں مرے جان کمال غیاث جان کمال غیاث حافظ خوشنواں کے
 زرد در آدشتان مامثور کن!

اٹھا دے برقع ثبستان ل منور ہو داغ مجلس رو حانیاں معطر ہو
 بہہ کئے دل جان مگر چشم داہرے یار ابن میں ہسکے تماشائے باغ و منظر ہو
 چرخِ نطف و شبایل عطا جو تہجہ کوئے ہماری بزم میں لاشع پر بھی انسر ہو
 نیم غلد ہماری ہی خاک مجلس کا لے ایک شمتہ کہ اس کا وہ غود مجھ ہو
 طبع نہیں ہیں نقد وصال کی تیرے عطا ہیں تو ذرا سی وہ لال شکر ہو
 ہنسا بران چمن جلہ زبردست نہ کیوں سمن کے دھڑے اڑیں ناز بر صنوبر ہو
 گھٹا دم انجم جہراں کی ٹماہٹ سے وہ شمع دیکھئے کب بام سے آجا کر ہو
 دکھا کر شمتہ کہ دین ریاسے دل عاری چلا گئے مار کے صوفی منش قلندر ہو
 فضول طول حکایت کہتے ہیں باقی تو اپنے کام سے کھ کام سے ہو ساغر ہو
 مگر یہ الہے بھلا کے نے پرستوں کو کہ اس عمل سے شام عقل کا معطر ہو
 جمال ہو نہ بجوم شعاع میں ادراک مگر یہ خمیہ خورشید تو منور ہو
 پس از ملازمت عیش و عشق نذر دیاں رہے پہ شعل کہ دیوان حافظ از بر ہو

شاہ شمس الدین خورشید دہناں

شاہ شمس الدین خورشید دہناں نوک ٹرگاں سے آٹے جو دل صف سکناں
 دامن دوست بکڑ چھوڑ دے دہنا لہ خمیر مرد یزداں ہو کہ بھیکیں نہ قریب اہر منان

مست درویش کے نزدیک سے کتا گزرا
 یسم وزر سے تھی کیہ ترا آخر کب تک
 دل دکھا۔ مہر کا طالب ہو، کم از ذرہ نہیں
 رکھ پُر از بادہ قدح تکبیر آیام نہ کر
 پیر پیمانہ کش اپنا کہ سُرگ باش رہے!
 چمن لالہ میں کل بادِ سحر سے پوچھا
 بولی حافظ نہیں اس ہر سے سروکار ہمیں

دیکھ اسے چشم و چراغ ہمہ شیریں سخاں
 بان جا۔ ٹوٹ بہار دھرم سیم تنہاں
 اٹھ کے تا خلوت خورشید ہونے کج رخ زماں
 رات دن زہرہ جیناں ہوں تو نازک زمان
 کر گیا منہ نہ رکھ صحبت پیاں سکناں
 کہہ تو کس کے ہیں شہید آہ یہ خونیں کفناں؟
 کچھ نے لعل ہو اور قصہ سیمین قفاں

شرابِ لعل کش و روئے مہ جیناں میں

شرابِ لعل پی اور روئے مہ جیناں دیکھ
 چھپی ہیں زیرِ مرقع کندہ ہائے دراز
 نہ دولتِ دو جہان کے لئے جھکیں ہرگز
 کسی سے نام نہ عہد وفا کا آہ سنا
 اسیرِ عشق ہو تہذیبِ غلصی یہ ہے
 غبارِ خاطرِ حافظِ مٹا دے صیقلِ عشق

بھکا کرے کوئی، تو جانبِ جیناں دیکھ!
 بڑھائیں ہاتھ یہ جب کو تہ آئیناں دیکھ
 غرورِ دگر گدایانِ خوشہ چیناں دیکھ
 وفائے صحبتِ یارانِ ہمنشیناں دیکھ
 مالِ عاقبت اندیش پیشِ بیناں دیکھ
 صفائے نیت پاکانِ پاکِ بیناں دیکھ!

صحبتِ ساقیا قدح پر شراب کُن

ساقی سحر ہے اٹھ کے قدح پر شراب ہو
 ہو جاؤں پہلے بادِ گلگوں سے تین حرب
 دورِ فلک کتاب نہیں ہے کتاب ہو
 پھر چاہے جب یہ عالم فانی خراب ہو

خورشید بے کامشرق ساغر سے ہو طلوع
کونے ہماری خاک کے ڈھانگے دوزخ
کیا جانیں زہد و توبہ و طاعات ہم غریب
دیدے کھلے نہیں ہیں قہج میں جالب ہیں
ایام گل میں عمر کی مانند تیسرے رو
حافظ نہ ملنے بادہ پرستی کو گر صواب
ہو پیش کا خیال تو بس ترک خواب ہو
پھر ایک دن یہ کاسہ سر پر شراب ہو
ہم سے تو جام و بادہ سے صاحب خطاب ہو
بنیاد کارخانہ بھی شاید پر آب ہو
ساقی کا دور بادہ گلگون شتاب ہو
تو اٹھ کے جلد حازم کا رُخواب ہو

فاتحہ چو آمدی بر سر خستہ بخوان

ڈھیر پر گشتے کے ہے تو فاتحہ پڑھ لے یار یہاں
بہر عیادت آیا تھا جاتا ہے پڑھ کے فاتحہ
دیکھ طبیب خستہ گاہ میں زبانی چہرہ کو
آب و دیدہ سے دے ایک چھینٹا مرے بخار کو
گر بی ہر استخوان سوختہ کر گئی مرے
حال مرا کہ خال ہو آتش رخ پہ در سکوں
دے جو دما شیشہ وہ بادہ لعل سے بھرا
شربت دآب زندگی شعر میں تیرے حافظا
ہونٹ ہلایہ لعل لب مرے میں الدیں گے جاں
دم ہی نہیں کہ روح بھی ساتھ کو ساتھ ہو رواں
سانس یہ اور منہ کی بھاپ کش دل کا ہواں
دیکھ تو بنص میں کہیں زندگی کا بھی ہو نشان؟
سر دی مرے بھی تو سر دڑی ہیں ہڈیاں
جسم غلیل چشم یار زار و نزار و ناتواں
پیش طبیب بار بار جائیں کیوں میری نیشیاں
طاق پہ رکھ طبیب کو اپنا علاج کر میاں!

کرشمہ کن و بازار ساحری شکن

دکھا کر شمیم کہ بازار ساحری ٹوٹے
اداسے روزن بازار ساحری ٹوٹے

رہے خیر میری دستار کی نہ عالم کو
سنا زلف کو آئین بھر کشتی چھوٹیں
وہ کہ خرام کہ سب بات ہو کے رہ جائیں
ہو میں آئے جو خوشبوئے کابل سنبل
یہ مرگ نین کریں شیر آفتاب کو صید
ہے عنایب نصاحت بنا ہوا حافظ
کلاہ گوشہ جو برطرز دہسری ٹوٹے
لگا دہ طرہ کہ قلب بستگاری ٹوٹے
خرد و خور و پر و خوت پر ہی ٹوٹے
در اس کی کھولے ایک لہجہ غبری ٹوٹے
خمیدہ ابروؤں سے توں شتری ٹوٹے
ذری تو بول دے زعمِ مخموری ٹوٹے

گلبرگ راز سنبل مشکین نقاب کن

گلبرگ تر پہ سنبل مشکین نقاب ہو
عشوہ دکھا دے نرگس مست خواب کا
بے بنفشہ سونگہ کے زلفوں کو چھڑیے
رخسار پر عرق ہو تو صحنِ چین تمام
عادت ہو اور رسم ہو عاشق کشتی تری ق
بخت اپنے اور جو تری خواب مائے ہیں
حافظ وصال مانگ اٹھا کردعا کے ہاتھ
تو منہ چھپا جلا سے جو دنیا خراب ہو
جل کر حد سے نرگس رخا کباب ہو
لالہ کارنگ دیکھ کے دور شراب ہو
ایک ڈبڈبایا شیشہ زنگ کباب ہو
پھر کیوں نہ دشمنہ دل کے لہو سے خضاب ہو
اور دس کے ساتھ میکشی ہم پر قباب ہو
یارب دغاے خستہ دلاں مستجاب ہو

ماسر خوشیم بادہ مادرِ پیالہ کن

سرخوش ہیں ہم ہیں تو عطا ایک پیالہ ہو
جب آفتاب بادہ ڈھلے ماہ جام میں
بدست ہوں تو غمزہ ساقی حوالہ ہو
دن پر نقاب سنبل مشکین نے ڈالا ہو

اے پر خالقہ کبھی میکدے میں بھی
لے لیخ دیکھ شمع ہے مجلس میں زار زار
حافظ جو دخت زہر ہو یہ راضی نکاح پر
ایک شوب لے کے تو بہ ہفتاد سالہ ہو
بسل ہیں ہم تر بھی رواں آہ ذالہ ہو
دونوں جان ہر میں درج قبالہ ہوا

مرغ دلم طایر لیت قدسی عشاں

دل ہے ہمارا طایر قدسی عشاں
چھوڑ کے خاکدان یہ طایر قدس جب اڑے
سایہ فلک ہما ہو پھر عالم بد نصیب پر
تول کے پر اڑے تو ہو شاخ پر سید کی مقیم
جائے نہ معدن اور نہ کان گھر ہو کئی نہ کچھ مکان
عالم علوی جلوہ گہ مرغ ہمائے دل کی ہے
وحدت اگر بسائے تو تفرقہ چھوڑ حافظا
تن کے قفس سے دل لول طبیعت از جہاں
پھر وہی ہو زمین اور پھر وہی شاخ آشاں
گروہ بلند آشاں جھاڑ دے بال پر یہاں
اڈہ ہے اس عقاب کا شمسہ عشاں آساں
جائے دلے دو جہاں کان مکان لا مکان
دانہ و آب دیتے ہیں خلد وارم کے باغباں
ایک ہوں سب نگاہ میں دُش و طیور افساں

منم کہ شہرہ شہرم لبخ در زین

میں ہی ہوں شہرہ آفاق عشق در زمی میں
وفا دکھائیں، ملامت اٹھائیں شاد رہیں
ڈبونا چاہتا ہوں نقش خود پرستی کو
کہا جو پیرمناں سے کدھر ہے راہ نجات؟
چلو بھی میکدے۔ واجب بھی تو نہیں سنا
میں ہی ہوں بد سے نظر پاک جس کی تپلی میں
ہے کفر دین میں اپنے کہ میل ہو جی میں
بہا کے نفس کو بے طرح نے کی ندی میں
اٹھا کے جام دکھایا کہ سے پرستی میں
نہ دخط بے علماں کچھ جمع کرے جی میں

ہے اور کام ہی کیا سیر باغ ہستی میں
نہیں تو فائدہ کیا ہے فضول کوشی میں
ہے گردِ عارض مجبوب عیش گردی میں
خطا ہے زہد فروشوں کی دست بوسی میں

ہرستِ مردِ چشمِ اس کے رخ سے گلِ صینی
ہو دل ہی بٹہ لطافتِ لعلِ اُدھر سے کشش
سبق لے ہنرِ خطِ خوب روئے جاناں سے
نہ چومِ جُلبِ مستوقِ دجام نے حافظ

میوزم از فرقتِ روزِ جفا بگرداں

جاتی ہو بھر میں جاں بِلندِ جفا کو چھوڑے
مہِ سبزوِ فلک پر سکنا تو رخس پر آ
نیمائے عقل و دین کو مستِ خدام آ جا
سنبیل کی ضد پہ گنگر و کاکل میں تو خوشبو
دیدہ فردِ زیستہاں ہے عینِ انتظار ہی
خطا عارضِ مہاں پر لکھ دے زمانہ یارب
لکھی جو خوب رویوں سے تھی وہ پائی حافظ

ہجراں بلا ہے میری ہے ہے بلا کو چھوڑے
ایک ایڑے کے غش ہو براسِ دا کو چھوڑے
کج گوشہ سکھ ہو نیچا تبا کو چھوڑے
گردِ چمن پھرا کر گرہِ صبا کو چھوڑے
نئے لے کے دورِ ساغر سے رقص پا کو چھوڑے
بندہ پہ نشقِ تحریر بد نما کو چھوڑے
محکمِ قضا کو بدلے تب تو رضا کو چھوڑے

نکتہ دلکش بگویم خال آں نہر میں

نکتہ دلکش تو سن! خالِ رُخِ نمر تو دیکھ!
دل کو سمجھایا کہ کیا دشت ہے ہر جالیِ زین
دیکھ کر پوچھیں اُسی کو بسندگانِ آفتاب
سہمِ مرگاں سے ہیں بلزاں جملہ دستِ پائے ہر

عقل و دین دونوں بند ہے ہیں حلیۂ تکیہ تو دیکھ
بولا آنکھیں نیم مست اور آن میں وہ آہو تو دیکھ
اے نصیحت گرِ خدا را۔ رُو تو دیکھ! ابرو تو دیکھ
خوں جگرِ ناخوں کے ہیں۔ وہ زلفِ حنبر تو تو دیکھ

حلقہ زلف ایک تماشگر ہوانے کر دیے
پہنستی گردن صبا کی بھی ہے زلف دل پسند
کیسے کیسے مٹن چلے بستہ ہیں تار موت تو دیکھ
یہ ہوا داروں پہ ظلم کا نسبہ بھند تو دیکھ
اس کا ثانی بھی نہ پائے پھر کے تو ہر سو تو دیکھ
برقِ شمشیر اس کی کھا کر قوت بازو تو دیکھ
اے نصیحت گو خدارا دیکھ، وہ ابرو تو دیکھ
ہیں ردا حافظ کو سجدے اس رسمِ محراب میں

یار بآں آہوئے مشکینِ نختن باز رساں

ہائے وہ آہوئے مشکینِ نختن پھر آئے!
بہرِ مشکینِ دل غمزدہ ایک بھیجے پریم
دہ سہی سر و پئے سیرِ چمن پھر آئے!
تا کہ وہ جاں جو گئی چھوڑ کے تن پھر آئے
یارِ ہمدرد بھی مرا خالقِ من پھر آئے
نامہ بر پہلے یہ پو پچائے سخن پھر آئے
پیشِ عفا - سخنِ زاغِ دُرخن پھر آئے
گھر نہ ایک گو ہرِ رخسانِ مین پھر آئے
بامراو اپنے نفرت وہ دطن پھر آئے

اے آفتابِ آئینہ ارجمال تو

خورشید تیرا آئینہ دارِ جمال ہو
تجھ سی نہ شکل بن سکے آادہ گر چہ خود
مشکِ سیاہ سوختہ اسپندِ خال ہو
ظفرِ لولیس ابروئے مشکیںِ مثال ہو
جھکتی سی کچھ وہ ابروئے مشکِ لال ہو
حلقہ بگوش تانِ بھلاک ہو۔ اگر ادھر

ناز و نعم کے ادج پہ ہے بادشاہِ حُسن
 استادِ پیشِ تخت ہوں میں تہنیت گُناں
 اس آئی لپٹ گلوں کی لپٹ جاگلے سے آ
 میکینِ دل کی خیر ہو! اُس چینِ زلف سے
 کُٹنا ہی صحن دیدہ کو دھویا کرے کوئی
 کہ نہ مدتِ دیر میں کیا پہلے عرض ہو؟
 حافظِ کندِ زلف میں سرِ سرکنوں کے ہیں
 اس آفتاب کو نہ الٰہی زوال ہو
 جلدی کوئی تلعینِ حُسن وصال ہو
 اپنی بہار وہ لبِ فرخندہِ فال ہو
 آئے صبا لپٹ کے تو آشفہِ حال ہو
 گھر بھی تو اُس کے درِ غریبِ خیال ہو
 اس دل کا شوق یا تڑپی دھیرِ مال ہو؟
 سردائے کج بچانے کی کس کو مجال ہو!

اے پیکِ راستاں خبر از سرِ دیا بگو

اُس سرور کی سناؤ اے پیکانِ راستا اگر
 جو محرابِ خلوتِ خاص اُن سے پردہ کیا
 اُس مختتم کے خط کو سُنئے یہ فقیر بھی
 جب زلفِ مشکبار وہ ہوتی تھی پُرِ سنک
 جب کس نے گردِ بھاری تھی دامنِ طرہ
 جاؤ جو پھر کے تم درِ دولتِ سراے پر
 درِ راہِ عشقِ فسقِ غنی و فقیر کیا
 کہتے تو ہو کہ خاکِ دردِ دوست تو تیا
 شامِ بخشِ دیوِ خطائیں فقیر کی
 مرغِ چمن تھا اگر یہ پہل میری زار زار
 مژدہ دو گل کا بلبُلِ بٹاں سراے کو؟
 ہم آشنائوں سے خبرِ آشنا کو
 دو کچھ گدا کو بھی خبرِ شاہِ دوستو
 کنا خیال اُس کے جو ہم سے تھے موبہو؟
 گزری جو دلِ غریب پر آخرِ نیس تو وہ؟
 بعد از ادائے خدمتِ آدابِ عرض ہو
 کہ بادشاہِ حُسن گدا سے بھی گفتگو
 دیکھو ملا کے آنکھِ ہامی طرف بھی تو
 بد ہیں مگر بدوں میں نہ ہم کو گھسیٹو!
 کیا وجہ تھی صبا ہمیں سلوم کچھ تو ہو؟

کب تک بدو میں فی کے دل سے کھلاڑیاں
چھلکے گی کب قدم میں تباہ تو ساقیو؟
اے وہ جو ہم کو منع خرابات سے کریں
جا کر ہمارے مشیخ سے یہ گفتگو کر دو
بس جانفزا ہے قصہ راز باب معرفت
اک شتمہ بھی کہوں تو بڑی داستان ہو
حافظ اگر اس کی بزم میں تجھ کو بھی بار ہو
نئے بیخوار ہمارے خدا زرق چھوڑ دو

اے خونہاے نافہرچیں گرد راہ تو

قدموں کی تیرے نافہرچیں خاک راہ ہو
خوشید سایہ پر در طرف کلاہ ہو
حد سے بڑھی ہیں شوخیاں نرگس کی ٹیکے لے
تجھ پر یہ جاں نثار اے چشم سیاہ ہو
کرتے مجھے حلال نکلت کھیں یہ جمال
کب اُن سے پھر رقم کوئی تیرا گناہ ہو
آرام و خواب خلق جاں کا سبب ہو تو
کیوں چشمِ دل مرانہ تری تکیہ گاہ ہو
کیوں دُن میں تارے گننے کی نوبت ہو مجھے
ادھل نظر سے گردہ رخ رشک ماہ ہو
یاراں ہم نشین ہوئے ایک ایک جدا تمام
اب میں ہوں اور وہ در دولت پناہ ہو
کل روزِ حشر پیش ہوں سب حساب جب
میری طرف بھی تھوڑی سی تیری نگاہ ہو
یابوس ہو کم سے نہ حافظ کہ آخرش
سوزندہ سازِ غم کا یہی دودِ آہ ہو

اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو

زیب دہ پوشاک شاہی کو قہر بالا ترا
زمینِ تاجِ دُگیں ہے گوہرِ والا ترا
آفتابِ صبح ہر دم جس سے ہوتے ہیں طلوع
ہے تری طرف کلمہ رخا رہ سہا ترا
جلوہ گاہِ طاہر اقبال بن جائے جاں
ڈال دے سایہ ہمارے چتر گردوں سا ترا

ہوں سو شمعِ حکمت میں ہزاروں اختلاوت
چوک جائے نکتہ کیا ممکن دلِ دانا ترا
پیکے متعارفِ باغت سے نہ کیوں آبِ حواء
طوطی شیریں سخن ہے ہلکے شکرِ خاترا
ہو یہ خورشیدِ فلک چشمِ دچراغِ کل دے
اُس کی آنکھوں کا بھی سرمہ ہے غبارِ پا ترا
وہ جسے مانگے سکندر اور نہیں دے روزِ گاہ
تھا وہ ایک چلو زلالِ جامِ روح افزا ترا
عرضِ حاجت کی در حضرت پر کیا حاجت تھی
علمِ جزوِ کل سے روشن قلب ہے شاہِ با ترا
خسروِ حافظ کے پیری میں جوانی کے مزے
اُن کا باعث ہے فقط عفو گنہ فرسا ترا

اے درحمنِ خوبی رویت چو گلِ خود رو!

اے درحمنِ خوبی ہم رنگِ گلِ خود رو
چینِ مسکن کا کل یا نافہ چینِ خوشبو
رُخِ مہ ہو کہ دن بکلا ہو شکرِ مویا شبِ
ہے سیمِ دو تن یا عالجِ چونگِ دلِ یارِ دُ
لعلوں میں دُرِ دندان ہو ختمِ لبِ پستہ
زلفوں نے خیمِ چوگاہ میں گھیر لیا دل کو
غوشبو ہے یہ زلفوں کی یا غلغلہ بیزِ عنبر
یا غالیہ سا گلشن میں خود گلِ خوبی وہ
کہتے ہیں کہ رازِ اپنا ست یار سے تو کہنا
لے کاش اسی عنوان ہو دئے سخن مجھ کو
بدگو ہے محبت سے جو منع کرے تجھ کو
ہو یا راگر پریا سُن مت سخنِ بدگو
مُل ہم سے ملن بہتر تر از نہ کھل جائے
کچھ چوری نہیں اس میں۔ ہولِ شکرِ دلجو
استادِ غزل سعدی تسلیم ہر اک کو ہیں
لیکن سخنِ حافظ ہے بر روشِ خواجو

بجانِ پیرِ خرابا ستِ حقِ صحبت او

قسم ہے پیرِ میاں کے حقوقِ صحبت کی
مدام دل سے لگی رہے اُس کی خدمت کی

دوامِ شیشہ برقی شرابِ تاباں باد
نہ دیکھ چشمِ حقارت سے زند کو زاہد
سرِ آستانہِ میخانہ پر دھرے ہے کوئی
گناہگاروں کا مانا نہیں مقامِ بہشت
منگاؤ بادہِ ناتواں شائب کو ہاتھِ غیب
صلاح و تقویٰ پہ ہرگز یہ دل نہیں مایل
گرد وہی خرقہِ حافظ رہا، ازل میں گھر
اسی سے دل میں لگی آگ یہ محبت کی؛
کہ نیکی اور بدی تابع ہے ایک ثابت کی
پڑے نہ پاؤں خبر کیا کسی کی نیت کی
منگاؤ بادہ کہ امید ہے شفاعت کی
نورِ سب کو کسی کے عمومِ رحمت کی
دھانی بادشہ ہی کے وزیرِ دولت کی
تھی خاکِ میکدہ ہی سے کسی نے طینت کی

تابِ بنفشہ میدِ ہڑتہ شکستے تو

دیکھ بنفشہ، دل بھرے، ہڑتہ شکستے دوست
چھونک، ٹھنک، ٹھنک کے گل، بلبل زار کا دل
دشمنِ دوست کیا بتا جس سے ہو میری کچھ غرض
خرقہ زہد و جام سے، مجھ سے نہیں مناسبت
سانس ملا کہ کا پھانس جس کی تھا طبعِ ناز کو
بہرِ مری سرشت اور دوست کا درِ مری بہشت
گدڑی میں ستِ عشق کی لعل چھپے ہیں دیکھنا
دورِ فراق و سوئے عشق بھاگتے ہی دکھائی دیں
شاہِ نشینِ چشم ہے تکیہ گز خیالِ یار
گلِ چمنِ عذار ہے رخ نہیں تو ہمارے

پردہ غنچہ کھول دے خندہ دکھائے دوست
بھرتی ہو دل سے رات بھر ٹھنکی دھائے دوست
جو بجاں اٹھاؤں گا تاکہ ہو مددائے دوست
ساگ بھرے ہیں رام ہوتا دل بولائے دوست
قال و مقال و جہاں سنتا ہوا بولائے دوست
عشق ہو میری سرشت شاد ہوں بولائے دوست
ہے دو فقیر بادشاہ ہو جو یہاں گدائے دوست
ہاتھ لگے جو بہر سرنگ در سرائے دوست
سر بسجود ہو دعا و دست ہو اور یہ جائے دوست
حافظِ خوش کلام ہے بلبلِ خوشنوائے دوست

خطِ عذارِ یار کہ گرفت ماہِ ازو

خطِ عذارِ یار سے گنٹایا ماہ بھی !
 طاقِ مُردان لے ابروئے یار کو
 اے درِ نوشِ مجلسِ جمِ سینہ صاف رکھ
 سلطانِ غم کرے جو ستم کر سکے ہیں
 پیروں کے ہتھکنڈوں کے ہیں مظلوم بے پست
 ساتی : چراغِ مے سے تباراہِ آفتاب
 چھینا دے ایک نامہ اعمال پر مرے
 آخر اسی عمل سے تجھے اے گداۓ شہر
 حافظے ٹھاٹھ مجلسِ عشاق کے ہیں ٹھیک
 کیونکر بڑ ہو اس سے کوئی اس کی راہ بھی ؟
 ماتھا گر لڑیہاں پہ، ہو کچھ سسختِ راہ بھی
 دھندلا کرے گی جامِ جہاں ہیں کو آہ بھی
 نجانے میں ہے بادہ بھی غم سے پناہ بھی
 مگر ہے اس دھوئیں میں یہ نامہ سیاہ بھی
 چنڈھیار ہے زشعلہِ صبحِ گاہ بھی
 دھل جائے جس سے نقطہِ حرفِ گناہ بھی
 آئے وہ دن کہ یاد کرے بادشاہ بھی
 خالی رہے نہ اس سے تری بزمِ گاہ بھی

گنٹا بروں شدی بہ تماشائے ماہِ نو

کتاب ہے۔ جائے دیکھنے باہر تو ماہِ نو ؟
 کیا گیا نہ ہو دلِ یاراں کہاں تلمک
 ہندوئے زلف سے نہ کر عطارِ پاں تو عقل
 اس کشتِ زارِ عشق میں تنہم و فادہ ہر
 ساتی پلا دے بادہ کہ سب راز کھول دے
 شکلِ ہلالِ یاد دلاتی ہے ماہوار
 شرمِ ان ہلالِ ابرو سے آئے نہ چل، برو
 کن توتوں سے ہے وہ پڑ زلف میں گرو
 وہ ایک ہزار ناؤں کی قیمت ہے نیم جز
 پھوٹے پھلے گا آئے گا ایک موسمِ درو
 کیا ہیں یہ اخترانِ کُن سالِ وادہ نو
 تاجِ سیامک اور کبھی طربِ کلاہِ زو

حافظا ہے کسے پر مٹاں کتبِ وفا یے یہاں سے درسِ وفا تازہ نو بہ نو

گلشنِ عیش می دد ساقی گلِ عذار کو

گلشنِ عیش چو لاسے ساقی گلزار ہو
ہر گل نو سے گلشنِ ایک یا دین میں آئے یک
جلوسِ عیش میں تمک بائیں گلِ مراد کی
خنِ فروش ہو وہ گلِ صبر کروں میں اصبا
شیع جو ہم میں حشرِ رخ کی کرے برابری
دوسے لب کی بگماں کتا ہو چھوڑی آرزو
حافظا اور اس طرح ہے صرفِ خزینہ دار نقد
باد بہار بھی چلی بادِ خوشگوار ہو
گوشتِ سخن شنو ہو یادیدہ اعتبار ہو
عطر دم نسیم صبحِ ناز نہ زلفِ یار ہو
بہرِ خدا مجھے بھی چل لے کے جہاں نگار ہو
تیز زباں دراز پر خجسہ آبدار ہو
جانِ اسی ہوں میں می کاش یہ اختیار ہو
چھوڑے غم زمانہ بھی وہ تو غن گوار ہو

مزرعِ سبز فلکِ یدیم و داسِ مہ نو

مزرعِ سبز فلک کی ہے درانتی مہ نو
لاکھ سوتا رہا ہر چہ نکل آیا دن
تیکہ برا ختر شکر د نہ کر یہ عیار
تو بھی اٹھ پاک و مجتہدِ نبال عیار
دون کی لے لے کر دوں دوں کچھ ہیں تیرے
دورِ خوبی گودراں ہے یہ مریضِ بالہ
بس نے سینے میں نہ کی تجم و فاک کی کھیتی
یاد و ذاتی ہے بکشتِ عمل و وقتِ دم و
جی مگر ہار نہ لے دوست رکھ اُنیدیں ہو
تاج کاؤں ارادے کمرِ خسرو
سینکڑوں نورِ تیرا جہر پہ ڈالے پرتو
کاسہ ماہ میں ایک خوشہ پردیں میں دجوا
شُن نصیحت نہ کچھ کرتا ہے پکا کان کی نو
زرد روئی کے سوا کچھ نہ ملا وقتِ درو

چشم بد دور بڑھا پیا وہ یہ دروغ سخن
دے گئی مات منہ خور کو ترے خال کی ضو
رہ بجا دایرے میں ن کی طرح حلقہ بگوش
سہ جہا اور کفا جتنی پڑے تو بر تو
حافظا زرق دریا خرمین پیچھنکیں گے
پھینک کر خرقہ ریشمینہ رواں ہو رہو

مرا چشمیت خوں فناں چشم آں کہاں ابرو

بنائی چشم چشمیت خوں فناں چشم کہاں ابرو
ایک آشوب زمانہ چشم ایک آشوب زمانہ ابرو
کیا مجھ کو اسیر اس ترک کے خوش خواب بتی نے
نگارین گلشن رخ پر تھے مشکیں سائبان ابرو
نہ جوں کا ہیدہ نفل نہ غم طغرائے مشکیں میں؟
دکھائے اُس کے ہوتے یوں ہلال آسمان ابرو
کہاں جن چشم مست کی پیوستہ زہ پر ہو؟
اُسی کی شہ پہ مہ پر تیر کھینچے ہو کہاں ابرو
جہیں جانِ حرمین کے واسطے ایک طرفہ گلشن جو
سمن زاروں میں ہو جس کے خزانہ چاں ابرو
رقیبوں کو خبر کیا بروم اُس چشم یہ سے ہیں
کب اس کی ایسی آنکھیں اُس کی ویسی ہو کہاں
ترے نقشے کے آگے کیا پرسی اور خور کا چرچا
مرا قبلہ نہ بے پھیر کردہ درستان ابرو
نقاب ایک چہرہ پڑا لے رہے کا ذکر ڈرتا ہوں
سہام غمزہ نے کر ہی لیا صید کہاں ابرو
جو تھا مرغان و ناسے بھی زیرِ کشتن میں عاقبت

مطرب خوشنوا بگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو

گائیں بجائیں خوش گلو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
ادہ ہو کشت و آبجو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
ایک صنم حسین ہو، پر پڑے میں ہم نشین ہو
بوسہ ہو جائے گفتگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
ساتی سیم ساق دے نگ بزم کے بھرے
ساخو جام مشک ہو تازہ بہ تازہ نو بہ نو

فایرہ کیا اگر جے، اوج نہ مدام یوں ہے
شاہدِ دل و بارے میرے ہیں اسے ترے
ہام پہ ہو گا دہری بادی صبا سناوری
ہاتھ میں جامِ دل میں تو تازہ تازہ ہو بہ نو
نقشِ دیکار رنگِ بو تازہ تازہ ہو بہ نو
قصہ حافط اس سے بھوتا تازہ تازہ ہو بہ نو

ساقیا سایہ ابرست بہار لب جو

ساقیا دیکھ یہ ابراد بہار لب جو
کانِ دھرتی کہ سُناتی ہے نغانِ بیل
ننگر کر اس کا کہ پھر تجھ کو دکھائی یہ بہار
میں کون؟ اس کی غمروت کیا سمجھ آپ ہی تو
سو گئے آہ میکتی گلِ توفیق کی بو
یہ نمر پایا تو ایک غمِ سعادت بھی تو ہو
سُحِ روئیں سے آگیں گے گلِ دُسر تین تک ہو
سر کے بل راہ میں بیخانے کی چندے تگ دو
عیب جو گرنے ہو وگوں کار ہے عیش میں تو
دقِ آلودہ صوفی کو بے تاب سے دھو
مانِ سغایہ ہے جہاں اس کا نہ احسان لے تجھ
خوب تھنوں نے ترے نو گھنی جانی خوشبو
اُس کے دیدار کا طاب ہے تو مانجھ آئینے کو
خاکِ میخانہ ہو نہ ناتجھے لازم ہے
ایک نصیحت ہے یہ صد گنج گھر سے بھاری
بوسے مگر نگہی نہ اس قوم میں پائی دانہ
اسے جہاں دیدہ تہات قدم اس نزل میں
اپنے حافط سے کہا بوسے ریا آتی ہے؟

از خونِ دل نوشتم نزدیک یارِ بہا

دل کے نوسے لکھا ہوں نزدیک یارِ بہا
فناجِ شرحِ حالِ زخمِ دروں نہیں ہے
ہیں ہجر کی ایک آیت دیے بعدِ غلامت
اتنی رائیت دھرائی الحجر کا قیامہ
اُس کو کرے گا ظاہر خود آبِ چشمِ خامہ
لیس اللہ نوح عینی نہ الہامِ علامہ

ہر چہ آرمایا پر نامفید پایا
 ہو گرواں جان کرنے میں ہو مست
 داند مار اُیں سجا بلا کلامہ
 کا شمس فی الضحا تطلع من النامہ
 حقی یذوق منہ کائناتین الکرامہ
 حافظ ندیدہ آیا ایک جام دے کے ٹالو

اے از فروغِ رویت روشن چراغِ دیدہ

روشن ہے نورِ رخ سے کیا کیا چراغِ دیدہ
 یہ تجھ مانا نہیں ایک سرتا بہرِ طاقت
 دیکھے گراں کے یا قوت میں فروغِ زاہد
 ابرو ہیں قصہ غوں میں آنکھوں بھری شرات
 کب تک بکو تروں دل تڑپے گاسیم بہل
 سوزش سے دل کی شعلے سوزِ داغ سے ہیں
 کر جلد راضی نامہ نالش نہ کر دے حافظ
 ان مست آنکھوں کا ہے ایک جہاں ندیدہ
 دیکھا کہاں ہے کس نے بنے کون آفریدہ؟
 سجادہ چوڑے ڈورے پانے پر ہی سیدھا
 بیٹھی ہو پیکر میں اور وہ کہاں کشیدہ
 اتنا تو تیرا حجاز سے رہ چکا سپیدہ
 عود دگر سا کب تک آتش میں آرمیدہ؟
 کتنا تھامے گیا دل دے کو فریبِ دیدہ

از من جدِ امشوکہ توام نورِ دین

مجھ سے نہ ہو جدِ اکہ مرا نورِ دیدہ ہے
 دامنِ کپڑے کہ نہیں چھوڑے گے اہلِ دل
 آرامِ جان و منوں قلبِ رمدہ ہے
 دامنِ صبر تیرے ہی ہاتھوں پر رہا ہے
 ایک حقِ تائیدیت خوبیِ رمدہ ہے
 دیکھا نہیں ہے اس کو یونہی برعقیدہ ہے
 کر رخ اس کے عشق سے لے مفتی زماں

حافظ بجا ہوس کی نکایت بھی دیکھ لے چادر سے پاؤں کس قدر اگے کشید ہے؟

اے کہ با سلسلہ زلف دراز آئندہ

اے کے ایک سلسلہ زلف دراز آہی گیا
آب آتش کا دکھاتے ہیں تاثیر لبِ لعل
مرحبا اہل دلی پر تیری چھوڑا نہ ثواب
صبر اب کیوں کے ہے زہد کی ہستی کیا ہو
ناز بھی چھوڑ دے اپنے یہ خلافِ عادت
ضلع کے واسطے بیٹھا کہ اٹھا لڑنے کو
خونہ حافظ ترا پھر دیکھا شراب آلودہ
دل کا اللہ رکھے دیوانہ نواز آہی گیا
چشمِ بد و دربن ایک شعبہ باز آہی گیا
اپنے گنتے کی تو پڑھنے کو نماز آہی گیا
مست طنائے بخلوت گر باز آہی گیا
گر پیئے پریشں اربابِ نیاز آہی گیا
ڈھلکے سانپے میں ہر انداز سے آہی گیا
کیا کہیں یاروں کے مشربے تو باز آہی گیا

چراغِ رُخے تو گشتِ استِ شمعِ پُرانہ

چراغِ رُخ پہ رہی اُس کے شمعِ پروانہ
کرے جو قیدِ جانینِ عشقِ پیہرِ خرد
صبا سے سُن کے ہوئی دم میں شمعِ شادی مرگ
نثارِ زلف یہ اک جاں ہوئی ہلا سے ہوئی
سپند آتشِ رُخ کا نہ بن سکا کوئی
دکھا کے اپنے کمالات اُس کو کیا پایا
کسی کا دُورِ دہن دے رہا ہے یہ پچاں
کبھی نہ عشق میں یوں ہم نے خود کو گردانا
ہوا ہے حلقہ زلفِ پرسی کا دیوانہ
کہ شمعِ رُخ سے تری پایا ایک پروانہ
ہزار جانیں پیاری فدائے جانا نہ
ہوا کے خالِ سیہ بس وہی تھا ایک دانا
مرے فہوں ہوئے سب اُس کے آگے افغانہ
زباں پہ آئے نہ کچھ جو حدیثِ پیانہ

غریب دل تو غضب دیکھ کر یہ ڈھے ہی گیا
دھڑے ہے یار کے کاغذ ہے ہاتھ بیگانہ
ہے نام خانقہ و مدرسہ زباں چسپام
لگی ہے تجھ کو وہ حافظہ ہوائے میخانہ

نخل نسیم معبر شامہ و بخواہ

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم معبر سی کر راہ دادا
چلی جو جھوم کے پہنچی یہاں قریب پگاہ
تو خضر راہ ہوا سے طائر جستہ خصال
ہوا ہے آب یہ دیدہ محسوس درگاہ
غریب خون دل اس جہم زار کو دیکھے
پڑی ہلال کے پیچھے ہو کیا شفق میں گاہ
قسم ہے عشق رخ یار کی کہ بد وصال
کھلے گلاب برسی قبر پر آگے نہ گیا
میں ہی ہوں ہجر کی اس زندگی سے شرد
تو ہی معاف کرے ورنہ کیا ہے غدر گناہ
لال خاطر نازک میں تیری راہ نہ پائے
چلا یہ حافظہ اسی خطہ بول بسم اللہ

زریں قبا ہے شد شرب زرشیدہ

زریں قبا چلا وہ دامن بچائے سیدھا
حسرت سے ماہر لب جیب کتاں دریدہ
آٹا گر می نے رخسار سے مسایاں
یا برگ گل پہ شبنم روشن کئے تھی دیدہ
یا قوت جانفزا وہ زائیدہ لطافت
شمشاد خوش خرامی ایک ناز آفریدہ
توئے لطیف و دلکش تقدیر بند و بالا
آواز نرم و شیریں آنکھیں بڑی کشیدہ
و بچپ ہونٹ دیکھو، ہنسا ذرا سنو تو
دو دو قدم وہ چلپتا ہو جانا آرمیدہ
بیچ کر گیا ہے مجھ سے یہ آہوئے یہ چشم
یارب رہے گا کیونکر اب یہ دل رمیدہ
کیا کیا نازاں احساں لے میرے اجیرے
آے جو ہاتھ میرے وہ میوہ رسیدہ

کب تک خوابوں گے۔ یہ نیم خوابوں گے
 اے چشم بس کرم کر۔ اسے نور ہر دو دیدہ
 برگزینہ تنگ کجواہل نظر کو سُن لے
 دُنیا تو بے وفا ہے یہ دوست برگزیدہ
 خوش ہو کہ تو بہ کر لی اُس نے کہے سُنے
 حافظ سے کہ طبیعت تیری ہو کچھ کبیدہ

دوش رفتہ بدریکہ خواب آلودہ

شب میں پہنچا درمیانہ پہ خواب آلودہ
 خرقہ تر دامن و تاجا وہ شہر آب آلودہ
 بکلا غصہ میں بھرا پنچہ بادہ فروش
 بولا ہشیار ہو اسے رہر خواب آلودہ
 جابل کپڑے نہادھو کے خرابات میں
 تجھ سے ہو جائے نہ یہ دیر خواب آلودہ
 ذہن میں شیریں مینوں کی یہ کر گیا کتک
 جو ہر رُوح کو یاقوت نداب آلودہ
 باطلات گر اس منزل پیری سے کر
 جامہ پیری کا بہ اوضاع شباب آلودہ
 اس سندر میں رہ عشق کے دانا آرتے
 غوطہ زن پار ہوئے پر نہ آب آلودہ
 پاک کر رہے جو ایک آب اں کا پانی
 صاف کرتا نہیں وہ آب تراب آلودہ
 پوچھالے جان جہان فقر گل جہو کیا
 موسم گل میں کرے کرے ناب آلودہ
 بولایاروں سے تو یہ فقر نے چل جا افسوس
 ہائے یہ لطف اور این رُجہ عتاب آلودہ

سحرگاہاں کہ مخمور شبانہ

اُٹھا میں صبح مخمور شبانہ
 پیاسا غوٹانے سے ترانہ
 یہ ہر دو زارہ دانش کوئے کر
 یکساہستی کے کوچے سے دانہ
 بچا پیروزش ایک پڑھ کے انو
 بھلا دیتی ہے سب فکر رانہ

کہاں ابروئے ساقی کہ رہی جو
 کمر کی طرح گم ہو تیری ہستی
 پھنسا اس دام میں تیری کوئی جا
 وہی مطرب ہی ساقی وہی گل
 امید فائدہ اس جن سے کیا
 نہ جز ایک کشتی سے پار ہو گا
 مکان خالی ہو گیا کوس نے نوش
 وچم دا پنا ہے حافظ وہ سہلی
 ملاست کا مجھے کر کے نشانہ
 اگر ہستی کو اپنی تو نے مانا
 کہ عفتا کا ہے ادھنچا آشیانہ
 یہ سنگیں ظاہری ہیں سب بہانہ
 رہے جو مخو اپنا جساودانہ
 یہ دریا جس کا غایب ہے کرانہ
 ہئے تو ہی تو تو اسے مردیگا نہ
 کسی نے بوجھ ہی جس کو نہ جانا

عید است و موسم گل ساقی بیار بادہ

عید اور موسم گل۔ دے بھر کے یار بادہ
 اس زبرد و آفتاب سے افسردہ ہو رہا ہوں
 واعظ جو کل تک تھا ناصح ہم عاشقوں کا
 ایام گل جو باقی ہیں اس طرح سے گزریں
 پینے میں صبح کی ہو یہ شہر طرہ بصورت
 چل دی بہار یار و غافل نہ اب تو بیٹھو
 دیکھا نہ آج کے دن خالی قدح بہادہ
 ساقی قدح دے بھر کر ہوئے دل کشادہ
 آج اس مست کو دیکھا پھینکے ہوئے بہادہ
 عاشق ہوں اور مرنے ہوں اور ساقیان
 ساقی کا رخ بھی جھلکے جھلکے جو جام بادہ
 بے ساز و راگ و رنگ بے یار و جام بادہ
 مطرب بھی سُر لائے اچھا ہی کچھ جو گائے
 بمثلہ شعر حافظ در بزم شہزادہ

عیشمِ مداست از بعل و نخواست

اُس لب سے دایم ہے عیشِ دلخواہ
صحت ہے قایم الحمد للہ !
طالب پہ ہو بس پہنچ اُس کو اور کس
چکھو یہ نورس پی جامِ دلخواہ
زندگی میں مجھ کو کرتے ہیں شہرہ
پیرانِ جاہل شیخانِ گمراہ
از قولِ زاہد۔ اللہ تو بہ
وزِ فعلِ صوفی۔ استغفر اللہ !
کیونکر بیاں ہو مالِ شبِ ہجر
آنکھوں سے آنسو میں ل سے ایک
کافرنہ دیکھے وہ جسم جو دیکھا
لے شرفِ امت اے عارضِ ماہ
زنا پر رہے مکارہ گدڑی
کیا جانے صوفی یہ رسم یہ راہ
شب اُس کُنج سے کیا خوش گزرتی
ہاں دہلِ جان ! صد خوش اللہ
تیری خوشی میں مجھ کو ہے حافظ
درِ شبانہ درسِ سگاہ

گر تیغِ بارود در کوائے آں ماہ

بر سے تو برقِ شمشیر اے ماہ
گردن جھکا دیں الامر للہ
ہم زند و عاشق لیں نام تو بہ
استغفر اللہ ! استغفر اللہ
آئینِ تقویٰ سب جانتے ہیں
لیکن کریں کیا ہے بختِ گمراہ
کیا شے ہے شیخ اور کیا چیزِ زاہد
دے یارِ بادہ کر قصہ کو تاہ
اے دل نہ کر غم گر وصلِ چاہے
پی گھونٹِ خوشی ہر گاہ و بیگاہ
الصبر مرثیٰ و التمس فانی
یالیتِ شعری حتی مع اتقاہ
پگھلا نہ ہم پر گہ ہر سنکر
آئینہ رو کا آہن دل اے آہ

حافظ نہ ہوتا اتنا بھی بیدل سنا اگر تو نپہ بھی خواہ

باہ من پردہ بر انداختہ یعنی چہ؟

اے قمر پردہ بر انداختہ کیوں کیا معنی
شاہ خوباں ہے فقیروں کا ہے منظور نظر
دل کھاتی ہے ہو آگوش بہ پیام رقیب
سلسلہ زلف کا تو نے ہی سنبھالا تھا جھین
قمر ہر لے تیرا ہر ایک کیلٹا ہے
رمز لب فاش کریں اکھو لے میاں راز کر
اس دل تنگ میں حافظ ترے کیا یا سائے
مست بے پردہ بروں تاختہ کیوں کیا معنی
جان کر مرتبہ نشناختہ کیوں کیا معنی
ساز غیروں سے یہ بے ساختہ کیوں کیا معنی
اب وہی نظروں سے انداختہ کیوں کیا معنی
آہ ہر ایک پہ دل باختہ کیوں کیا معنی
تیغ ہو سہر پہ مرے آختہ کیوں کیا معنی
خانہ از غیر نہ پرداختہ کیوں کیا معنی؟

گفتم اے دوست شدم شقِ اَل لَفِ سِیَا

بے طرح ہو گئی دل کو مرنے لے سِیَا
چاہیے اندر نہ تو تجھ سے نیا عشق کرو
آفتابِ رخِ زیبا کی نہ یہ ہو پٹ چلے
مار کا فطی مسکین کو نہ یوں دس ہی ہنکا
بولا، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ
اس محبت کی تو اب گئی سب میں اذواہ
سو کہ کراں میں ہیں جاؤں بکا پر کاہ
جیت چکے کسی مسکین کو دلوائے نہ شاہ

نصیب من چو خرابات کردہ است الہ

نصیب جب کہ خرابات خود کرے اللہ تو بول نہ داتا تو ہی کہ میسر اکون گناہ؟

ازل میں دیدیں جسے جامِ نئے اُسی سے پھر
عجب ہیں زارِ سالوسِ خرقہ پوشِ دورِ و
ہوس کے پیچھے ہوا ہے تو خرقہ پوشِ مگر
غلامِ ہمتِ زندانِ بے سروِ پا ہوں
مُرادِ چونکہ خرابات سے ہوئی حاصل
چلے گئے درِ ہر گد ابے حافِظ
بروزِ شمر ہو پیشِ گناہ کی، اسے واہ !
دراز دشتیاں یہ کچھ اور آستیں کو تاہ
کہ بندگانِ خدا کھائیں دھوکے، ہوں گمراہ
جہاں نگہ میں ہے جن کی حقیر ایک پر گاہ
لہذا مدرسہ و خانقہ کی چھوڑ دی چاہ
یقین ہے پائے جویوں مانگتا پھرے سدا

وصال اور عمرِ جاوداں بہ

وصال اُس کا کہ عمرِ جاوداں خوب
نہ کھا کر زخمِ دل کہنا کسی سے
دکھا کر پوچھتا تھا: کس نے دیکھے
نہ زارِ ہر خلد کی دعوت دے ہم کو
غلامی کا نشان ہو اور وہ درہو
جو گل اُس سرو کے قدموں سے پا مال
خدا را اے طبیبِ کچھ تو بولو
جوانو! پندِ پیراں سے نہ بھاگو
خداوندادہ دے سب جو یہاں خوب !
ہے، رازِ دوستِ شمن سے نہاں خوب
دُراں دو گوشواروں سے یہاں خوب !
ہر ایک سیبِ زرخِ ازبستانِ خوب
قسم اُس کی یہ از ملکِ جہاں خوب
نہیں کچلے ہے اُس کے ارغواں خوب
کہ ہوں گاکب میں زار و ناتواں خوب ؟
کہ رائے پیر از سختِ جواں خوب !

گھر اُس منہ کی باتیں شعہ حافِظ

گھر سے بھی پئے درجِ دہاں خوب

انکوں کہ زگل باز چمن شد چوبہشتی

پھر ہے گل دلالہ سے چمن تازہ بہشت ایک
 رنگِ الم دل بے گل رنگ سے دہل جائے
 کا سے پہ ترے منتب اٹھا ہے لئے رنگ
 یکساں ہے فلک کو ترا علم اور مرا جہل
 یخ شیش نقد آج ہی زراہ ہے یہ سر
 ترسانے بھی کہتے ہیں افسوس ہے حافظ!

ساقی ہو بے مل و زمرہ بھری کشت ایک
 سن تو بھی مجھے کتا تھا یہ پاک سرشت ایک
 سر توڑنے کو اُس کے اٹھا تو بھی توخت ایک
 آنکھیں ہی نہ ہوں جس کے آئے خوبشت ایک
 ایک حور کا ٹکڑا ہے مکان مثل بہشت ایک
 ہر روز تجھے سوچتی ہے تازہ کشت ایک

اے بادِ نسیم یارِ داری

مُس کر کے نسیم یار تجھ کو
 طرے سے نہ کر دراز دستی
 شکِ برزخ کے رنگ سے گل
 ریحاں خطِ ہنر کے مقابل
 نرگس تو ان آنکھوں ہی کہاں
 اُس قامتِ خوش کے سامنے سرو
 عشق اُس کا اگر بجا ہو عقل
 کس چیز پر اختیار تجھ کو؟

کر دیتا ہے مشکبار تجھ کو
 چھوڑ اُس سے ہو کن کا تجھ کو
 حاصل ہے جسگر میں غارتجھ کو
 آئینے سے ہے خباہ تجھ کو
 وہ منت ہیں اور خار تجھ کو
 کیا باغ میں اعتبار تجھ کو
 کس چیز پر اختیار تجھ کو؟

وصل ایک نہ ایک نہ ہو حافظ
 ہو طاقتِ انتظار تجھ کو!

اے بادشہ خواباں داد از غم تنہائی

دے بادشہ خواباں۔ داؤ غم تنہائی! آ۔ وقت ہے۔ دم نکلا، مرجائیں گے بن آئی
 ہے درد تیرا درماں ہوں نزع میں جب ارماں اور یاد تیری موس در عالم تنہائی!
 یہ شوق یہ مجوری! بس حد سے بڑھی دوسری پھٹتا ہے کوئی دم میں داماں شکبائی
 ساتی! چن گل ایک نکل جائے ترے رخ سے شمشاد خراماں ہو۔ سمجھیں کہ بہار آئی
 اس شیشہ مینا سے بے خون جگر سی دے حل ہوگی نہ یہ مشکل بے ساغر مینائی
 اس باغ میں گلِ دایم شاداب نہیں رہتے کام آئے ضعیفوں کے طاقت ہے اگر پائی
 صد باد صبا جیسے چکریں ہیں خود کیسے ہمرہ ہیں یہ سب تیرے کربا دیہ پیمائی
 پر کار کا نقطہ ہیں گھرے میں ہیں کیا بولیں جو بات کہی تو نے بس خوب ہی فرمائی!
 فکر اپنی، سمجھ اپنی، زندگی میں نہیں چلتی ہیں سخت گنہ اس میں خود بینی و خود رائی
 یہ نکتہ الہی ہم حل کس سے کریں جا کر دکھائی نہیں دیتا۔ پھرتا ہے ہرجائی؟
 زلفوں کا تیری شکوہ کرتا تھا صبا سے شب بولی کہ غلط ہے سب ابن تو بھی نہ سودائی!
 حافظ شبِ زنت میں خوشبوئے سحر تو لکھی شادی یہ مبارک ہو اے عاشق شیدائی!

اے پیغمبر بکوش کہ صاحب خبر شوی

اے پیغمبر یہ چاہ کہ صاحب خبر ہو تو بن دیکھے راہ کے نہ کہیں راہبر ہو تو
 مکتب میں معرفت کے پڑھ اُتارِ عشق سے اب وقت ہو کہ چھتر تو پسر سے پدھر ہو تو
 مزدانہ دار چھوڑ خیالِ مس وجود اور کیا عے عشق سے مں ہونے زہر ہو تو

پھینکا ہی خواب خورنے تجھے دُور عشق سے
گر کوئے عشق حق ہو دل و جان میں ترے
نور خدا بنے بخدا سر سے پاؤں تک
بنیاد ہستی ہوئی ہے زیر و زبر ضرور
حافظ وصال کی ہوا گرجی میں کچھ ہوں
چاہے جو قرب دست تو بخواب و خور ہو تو
والہند آفتاب سے بھی خوب تر ہو تو
رستے میں دُعا الجلال کے بے پاؤں سر ہو تو
چُن مت غل ہو ایس کہ زیر و زبر ہو تو
لازم کہ خاک در گہ اہل بصر ہو تو !

اے از رُخ تو پیدا انوار پادشاہی

رُخ سے ہیں تیرے پیدا انوار پادشاہی
نوکِ قلم سے مائرا اللہ ! ملکِ دین میں
انوارِ اسمِ اعظم کیا چمکیں اہرن پر
شکِ شکوتِ سلیمان میں لایکا جوناں
کانِ مین پر بھی گر بست یہ تیغ تیری
زاری پر شبِ نشینوں کی دل ترا بھر آے
لینے فے ہم کو ساقی آب از چہ خرابات
یوں باز کے بھی سر پر دیکھی کلاہ لیکن
آدم کے گھر میں جب یہ راج پاٹ آیا
یا نجاتِ البرایا یا داسبِ العطایا
خوشخط قلم و تیرا در حق دوست دشمن
آدم صنی پر ٹوٹی بجلی گناہ کی جب

ہر فکر میں ہیں نہاں صد حکمتِ الہی
صد خیمہ آبِ حیوانِ حوری ہو رشتائی
تاجِ دُنگین ہیں تیرے ہو سیری بات ہی
قتل درِ سجہ یا سکی نہیں گئے مرغِ دماہی
رنگِ عقیق کو بھی کر ڈالے سبز کاہی
پوچھے تو حال کہیے سب بادِ صبح کاہی
خزقوں سے ہم کو دُھونا ہو عجبِ خانقاہی
مرغانِ قاف ہی پر تجا ہو تاجِ شاہی
ہو علمِ سلطنت کا تجھ کو ہی بس کہا ہی
عظما علی القتلِ حلتِ یہ الدوائی
تو نیرِ جانِ نفا ہے، افونِ عمر کاہی
پھٹتا نہیں کسی پر دعوائے بیگناہی

خلقت ہوئی ہی تیری اکیس برس سے
دولت کو تیری کیا ہوا نیشہ رہا ہی
اندھیروں فلک کے اتو وہ ملک صفت
چھوڑے نام ظلمت تیری جہاں پناہی
کرتا ہوں تجھ کو حافظ گم گمہ یاد پھر کریں
نیرخت کئی سکایت؛ واجب ہوں غدر خواہی

اے دل آں بہ کہ خرابے گلگوں باشی

اے دل اب رہتے خرابے گلگوں ہو کر
عیش ہی عیش ہیں پھر سفت میں قاروں ہو کر
صدر کرتے ہیں فقیروں کو جہاں تبت سے
ہم بھی واں سب پہ رہیں فایق و افروں ہو کر
آج شاہی کی ہوس ہے تو دکھا جو ہر ذات
بار پائے گانہ یہاں ابنِ فسریدوں ہو کر
منزلِ اکفتِ لیلے میں بہت خطرے ہیں
اولیں شرط یہ ہے آیتِ محسنوں ہو کر
کارواں چلے یا سوتے میں دلا کیسی کردوں!
کس سے پوچھوں کہ صراحتِ نیت میں جاؤں ہو کر
چٹکا ہے یہ فقیروں کا اگر یاد رہے
در بھی دیکھے گا گردِ دُور سے بیروں ہو کر
ساغر ایک آپ بھی پی دورِ فلک پر بھی چھڑک
ورنہ ہتا ہے کوئی دم میں بگر خوں ہو کر
حافظا فقرے نالاں نہ ہو یہ شر ترے
کسی خوش دل کو نہ خوش آئیں گے محزون ہو کر

اے دل بکوائے عشق گزرا سے نمی کنی

پھر گلی میں دوست کی یا ر ایک نہیں کیا؟
سامان سائے جمع تھے کار ایک نہیں کیا؟
ٹھونکی نہ گیسند ہاتھ میں بلا لئے رہا؟
شہباز ہاتھ پر تھانسا ر ایک نہیں کیا؟
یہ موجِ نوحں رہی ترے سینے میں موزن
رنگ اس سے لے کے نقشِ نگار ایک نہیں کیا؟
مثلِ صبا تجھے دمِ مسکین نہ کیوں ملا؟
اُس کے گز میں تو نے گزرا ایک نہیں کیا؟

اوروں نے منے کے جان غم جاں خریدی ہو
اس فائدہ کا تو نے تو کار کیا نہیں کیا؟
صدرا بخ لطیف بلا ڈالے خاک میں
اندیشہ بلائے خمار ایک نہیں کیا؟
ڈر ہے کہ گل سے جھاڑ کے داماں نہ جائیو
برداشت اس چمن میں خمار کیا نہیں کیا؟
حافظ روا نہیں ہو کہ طاعت میں دست کی
سب ہیں پہلے سجدہ بھی بار کیا نہیں کیا؟

اے دل اگر از چاہ زرخداں بدر آئی

دل چھوڑ کے گر چاہ زرخداں نکل آئے
ہزار نہ پڑوسو عقل میں بہت بھول
کب تک میں صبا کی طرح پڑ پڑ کے کروں م
فرقت کی شب تار میں دم گھٹنے لگا ہے
دم جانے کو ہے نعل روان بخش کتے پیچھے
شاید تجھے گرداب سے گردوں پہ پالے
جل تحل کئے ہنرے ترے دروائے کے آگے
دن بھر تھے خانہ محنت میں کہاں تک
حافظ نہ کر اندیشہ۔ پچھے یوسف مصری

ہر بزم سے ہوز و دیشیاں نکل آئے
آدم سے چھٹار و ضہ رضوان نکل آئے
نغھے سے وہ گل خرم خنداں نکل آئے
اب کب تلک اللہ تباراں نکل آئے!
ظلمات سے خورشید رخسان نکل آئے
گر تشنہ لب از چشمہ حیوان نکل آئے
شاید کبھی تو سرو خرا ماں نکل آئے
اس قید سوا حکم سلطان نکل آئے
تجھے سے بھی مجھے کلمہ احزاں نکل آئے

اے قصہ بہشت ز کویت حکایتے

جنت کا ذکر تیری گلی کی حکایت ایک
آب حیات تیرے ہی لب سے کنایت ایک
اعجاز عیسوی، ترے ہونٹوں کی ایک ادا
خورد کا حن، تیرے ہی رخ کی روایت ایک

پاتا نہ بار مجلسِ روحانیاں میں عطر!
 اے خاکِ آستان کی تمنا۔ جلا دیا!
 ہوں اُس کی یادِ رخ میں جلائے ہزار بار
 بوئے کبابِ دل نے بسایا جہان کو
 اے دل گنولے دانش و دیں مفت کھو دیے
 سپارہِ دل۔ ہر ایک پر از شرحِ غم دے
 سمجھے بھی آہِ و نالہ سے حافظ کا مدعا
 خوشبو نے تیری گل سے یہ کی ہو رعایت ایک
 تو نے بھی کی صبا نہ ہماری حمایت ایک؟
 دوزخ سے مجھ کو ہو گی نہ ہرگز رسالت ایک
 اس آتشِ دروں میں بھی دیکھی سرائت ایک
 سرائے کیسے کیسے کہ ہوتا کفایت ایک
 ہر سطر تیری یاد میں رحمت کی آیت ایک
 لطف ایک کرے وزیرِ ہنشاہ غایت ایک

لے ز شرم عارضت گلِ کردنِ خوئے

شرمِ عارض سے پسینا گل کو ہے
 ادس ہو لالہ میں یا گل میں گلاب
 وہ کہاں ابرو تھی ادجھل ہو رہی
 میں نہ اٹھوں گا پڑھی جب تک بولفت
 ہاتھ میں لے چنگ کو مطربِ ذرا
 نئے دئے لبِ بر لبِ مطربِ ادھر
 ایک چلو پر میں دیتا جان ہوں
 ہوں بنی عامر میں مجنوں سینکڑوں
 شہبے اب چرخ دکھاتا رہے
 خسروِ فاقِ بخشش کی عطا
 پانی پانی لب سے جامِ نئے
 آبِ آتش یا پسینہ رخ پہ ہے
 دل بھی تھچے تھچے گم تھا پے بہ پے
 کہہ مودنِ جن قدر کہنا ہوئے
 رگ دبا ایسی کہ چنچے پے بہ پے
 ناخنوں سے چنگ میں جاری ہوئے
 جان لے کر مجھ سے دیرے جامِ نئے
 حے میں تہلا و کوئی لیلے بھی ہے؟
 ہے پناہِ حضرت دارائے رے
 کر چکی ہے شہرتِ حاتم کو مٹے

غم نہ کھائے پی کہ حافظہ تجھ کو کیا کون تھے کتبے؟ جم و کاؤس و گے؟

اے کہ برمہ از خط مشکین نقاب انداختی

خط مشکین ڈال دی رُخ پر نقاب اچھا کیا
ہٹ گئی تو ہٹ گئی پھر سے تھوڑی سی نقاب
گنج عشق اپنا چھپایا اس دل ویران میں
پہنچ کیا لاتے ہیں اب وہ نبل و پیاں کے بل
صیدِ دل کے واسطے ڈالی گئے زنجیر زلف
شور و زود و پاسا ہاں پر رکھا خوب اتہام
نصرتِ الدین شاہِ نجفی اُس کے پائے بس
آفریں تو بڑھ گیا سب سے جہاں حن میں!
سیراب تیغ سے شیرانِ تشنہ لب کئے
تختِ جم پر جامِ عالم بیٹ رہا بادہ نوش
شمعِ رُخ سے اُس کے یوں تو عام ہو نہ لگا لگا
زندیاں مجھ مست کی طاعت سمجھ کر ہوں قبول
نرگسِ محمودِ حشم بادہ کش نے دے فریب

اے یا سائے میں اپنے آفتاب اچھا کیا
چھپ گئے حور و پری دریں حجاب اچھا کیا
کہ دیا معمور یہ کنجِ خواب اچھا کیا
رنگِ نرگس نے تو نیز گنجِ شاب اچھا کیا
سب یہ احسان اے اکٹا نقاب اچھا کیا
کر کے بخواب ہم کو تو نے لاجواب اچھا کیا
جھک گیا تا خاک تاجِ آفتاب اچھا کیا
جامِ خمر دے کہ چت افراسیاب اچھا کیا
خوں ننگوں کو پلایا جائے آبِ اچھا کیا
شاہِ مقصود کی کھولی نقاب اچھا کیا
پرنے پرنے کے خاص ایک اضطراب اچھا کیا
تیرا جا ہاتھا با تیرا ثواب اچھا کیا
حافظِ گوشہ نشین کو بھی حراب اچھا کیا

اے کہ داہم بخولش مغروری

خود بخود یہ مدام مغروری عشق تجھ کو نہیں ہے مغروری

تیجھے مجنونِ عشق کے مت پر
عقل پائی خدا سے گر بلوری
مستی عشق تیرے سر میں نہیں
مت ہے پی کے آبِ انگوری
روئے زرد اور نالہ پر درد
عشق کے ہیں گواہ رنجوری
چھوڑ اس ننگ و نام کو حافظ
انگ ساغرِ مٹایہ مخموری

اے کہ درشتن ماہِ سیح مدارانہ کنی

قتل میں کوئی مروت جو گوارانہ کرے
گھر بھی تاراج کرے چھونکے پروانہ کرے
غم کے مارے ہیں ترے زہرِ ہلاہل پیتے
خونِ اسِ فرقت کا ملک ہے خدا رانہ کرے
سج اپنا اگر ایک نیسم نگہ سے جائے
شرطِ انصاف نہیں چشمِ ادھر دانہ کرے
دیدے ہم بہہ کے مرے راہ میں بریا ہو جائیں
تو کبھی سیر کو قصدِ لبِ دریا نہ کرے
تیرے اخلاق و کرم کی یہ حکایاتِ ستم
بکتے ہیں اہلِ غرض تو کبھی ایسا نہ کرے
میرے شاہد کی اگر دیکھے صورتِ زاہد
اور کچھ جُرم و معشوقِ تمنا نہ کرے
سجدہ حافظ اسی خرابے و ابرو میں درست
ہو سگماں نہ اگر سجدہ اسی جانہ کرے

اے کہ در کوئے خرابات مقامے

ساکنِ کوئے خرابات مقامِ اچھا ہے
ہے جمِ وقت ہی گراہتہ میں جامِ اچھا ہے
رُخ و گیسو ہی میں دلِ شام و سحر ہے تیری
ہو اسی طرح اگر صبح سے شامِ اچھا ہے
تشنہ لب جو تری رہ میں سسکتا ہے صبا
لا دے ایک یارِ مسافر کا پیامِ اچھا ہے
لبِ خندانِ قدح سے بے جاں آتی ہو
دیکھ تو گونگہ کے تیرا بھی شامِ اچھا ہے

بہرِ باں ہو گیا کی ترکِ فلک نے تو جفا
کیا عجب تجھ سے جو بن آئے کوئی کارِ غریب
گردِ خاک کو نہیں کچھ تیری قرار اور قیام
خالِ سرِ بنبر سے کیا اور تو اُمیدِ فلاح
سینکڑوں دردِ سحرِ حافظِ جاں ہیں تیرے
اب تو اس طرز میں تیرا ہی خرام اچھا ہے
کون ہے شہر میں ایک تیرا ہی نام اچھا ہے
ہوا اگر جو رو جفا ہی کو دوام اچھا ہے
برکنا رحمن ایک دانہ بدام اچھا ہے
یہ تر ا حافظِ شبِ نیرِ غلام اچھا ہے

اے کہ مجھ کو رومی عشاقِ رومیداری

تُو ہی مجھ کو رومی عشاقِ رومیداری
تشنہِ بادیہ کو بھی دیکھو رہ میں ایک گھونٹ
دل لیا تو نے۔ دیا میں نے۔ گر لے مشفق
تیرے ساغر سے پئیں غیر یہ جو چہ مال
کہ دو سیرِ خ کے میداں میں منڈلائے گس
اپنی کوتاہی سے جاتا ہے تو محرومِ بیاں
اے دلِ خامِ طمع۔ شرمِ کراں عو سے
ہے مگر جو رو جفا عادتِ خراباں حافظ
کوئی آقا بھی غلاموں کو جدا رکھتا ہے؟
اے کہ اُمیدِ ملاقاتِ خدا رکھتا ہے!
نہ سنوں یہ کہ تُو مجھ سے بھی ہزار رکھتا ہے
ہم کو برداشت نہیں تُو ہی روم رکھتا ہے
گر عزیز اپنا وجودِ سر و پا رکھتا ہے
کس کی فریاد ہے اور کس کا گلا رکھتا ہے؟
کیا کئے کام جو اُمیدِ عطا رکھتا ہے
تُو ہی اس فرقہ سے اُمیدِ وفا رکھتا ہے

ابنِ خرقہ کہ منِ ام در رہنِ شرابِ اولے

یہ جُتہ یہ خاتمہ ہو رہنِ شرابِ اچھا
ہے بے سرو پا جب تک یہ وضعِ فلک باقی
مہلِ یہ سندانہ غرقِ بے ناب اچھا
سر میں ہوں ساقیِ ثوقِ بے ناب اچھا

زیا نہیں درویشی میں عافیت اندیشی
سب عمر تبہ کر کے دیکھا جو نگہ کر کے
رازِ دل راہِ دیوں سن لینے میں کیا لذت
دل تجھ سے دل آرا سے پھرنے کا نہیں گاہے
بڑھے ہوئے اچھا فطین خانے سے نصرت ہو
دیدہ بھی پر آب اچھا سینہ بھی کباب اچھا
ایک زیند خراباتی افتادہ خراب اچھا
کھلتا ہو یہ افسانہ برچنگ و رباب اچھا
کچھ بے رنجی گر پاسے نے رن کو تاب اچھا
پنیا یہ مزے کرنا تا عید شہاب اچھا

بامدعی گویدا سرِ عشق و مستی

کہنا نہ دشمنوں سے اسرارِ عشق و مستی
باوصف ناتوانی بیشل سیم خوش رہ
کچھ علم پر نظر ہے تو بے خبر گزر رہے
عاشق ہو ورنہ ایک ن بے لمحے نقشِ مقصد
سستی ہے کارِ دیں میں ایک کفر کی علامت
یہ آسمان نہیں ہو ہے آستانِ جاناں
کاٹنا ہو کر کھٹکتا گلِ معذرت ہے کرتا
گشتے میں عافیت کے بکنک پڑے سڑنگے
حلقے میں پیرے کے شبِ بے چہرے بھی چرِ فنا
اے مسکوں کے والی! ازلفوں کے دھوم ڈالی
دیکھے تھے تب ہی برپا فتنے یہ سب ہم سے
آتا جو دیکھے خرقة مشغول کا رخِ دورہ
مرنے دو ان کو غافل در ربخِ خود پرستی
بیار و دوست رہنا بہتر کہ تندرستی ہے
ایک نکتہ ہے سمجھ لے۔ ان اپنی کچھ نہ ہستی
چھو میں گے سب یہ ساماں اور کارِ گاہِ ہستی
رند و تمہیں ہو زیا چالاک اور چستی
اس کی بلند یوں سے ہرگز نہ ہو گی پستی
تلخی مے گوارا کرتا ہے ذوقِ مستی
نرگس سے چل کے لیجے درسِ رموزِ مستی
سٹے نہ کافروں سے۔ یا کیجے بُت پرستی
کب تک کریں گے ہند ہم پر یہ چہرہ دہستی
رم کرنے کو تھی ہر دم گردنِ تری آستی
جو قبلہ ہیں یہاں وہ مشغولِ خود پرستی

صوفی پیا کیش ہے قاضی لے قرا با
لے کو تہ آستینوں! ہیں یہ دراز دستی؟
کیا دیکھے دکھائے طوفان عشق لے جا
بکلی کی کشکس سے چھوٹیلی تونہ سنستی!
حافظ نے دیکھ ہی لی ایڑی تلمک ہ چوٹی
کن سر بند یوں سے آخر کو پانی پستی!

بجان ادا کہ گرم دسترسن بجاں بوئے

قسم تمہاری رو اگر ہلاک جاں ہوتا
کینہ پیش کش و نذر بند گاں ہوتا
پھنسا نہ ہوتا جو بے طرح زلف یاریں ل
مقام اس کا نہ یہ تیرہ خاکداں ہوتا
بہائے خاک کف پائے یار کہہ دیتا
جو زندگی کا یہ سراپہ جاوداں ہوتا
وصال کیا کہ وہ خواب میں نہیں آتا
نہ آتا کاش مجھے خواب ہی یہاں ہوتا
نہال قد کا ترے سر و معترف ہوتا
جو مثل سوین آزاد و ذہن باں ہوتا
سرود و ساز میں سنتے نہ نالہ حافظ
اگر نہ ہدم مرغاب صبح خواں ہوتا

بہ چشم کردہ ام ابروئے ماہ سیمائے

بہوئیں بسی ہوئی آنکھوں میں ماہ سیما کی
کچھی خیال میں تصویر ایک سراپا کی
وماغ خیرہ ہوا چشم انتظار فنا
ایک آرزو میں کسی ماہ مجلس آرا کی
خیال رخ میں یہاں چاند پورا غایب ہو
کسی تارے نے جھلجھلی سی کی بھی تو کیا کی
زیام دمی دل مسکین نے ایسے ہاتھ میں اب
نہ تخت و تاج کی جس نے کسی کے پُر اکی
دو دستی غم و خواب کی جب چلے تلوار
نہ پوچھ قدر سرفرازا وہ دریا کی
دکھانا آگ ہوں خرقة کو ہو گیا بنزار
تماشا دیکھ لے لت ہو جسے تماشائی

بجائے تختہ تابوت چوب سرور ہے جلاہوں آزد میں ایک بلند بالائی
 زہے ستم! مرے وارنٹ مجرمِ آفت پر ترے کما پتھر ابرو کی نقلِ طغرائی
 فراقِ وصل ہیں کیا کر ضائعِ دوست طلب کہ حیف اُسی سے اگر غیب کی تنہائی
 نکالیں سیپاں سرِ طح آب سے اوپر کرے جو کشتی میں حافظ تو سیرِ دریائی

ببلِ زناخِ سرو بہ گلابِ گہلوی

ببل کی زناخِ سرو سے گلابِ گہلوی کھولے ہوئے ہے دریں مقاماتِ شہنوی
 چمکی بزمِ آتشِ موسے بہارِ گل روشن ہوئے تنگنوں سے اسرارِ معنوی
 مرغانِ باغِ قافیہ گردِ بد لہ سنج مے نوش ہو چھے بہ غزلہائے پہلوی
 جمشید کا نشان ہے فقط قصہ جام کا دھوکا نہ دیں کبھی یہ اسبابِ دنیوی
 لذتِ فقیری بوریے سکھِ نیندِ چین کی یہ عیش تھے نہ درِ خورِ اوزنگِ خسروی
 درویشِ بوں، گداہوں، برابرِ گر نہیں کبلی مری کلاہ کے سوتا راجِ خسروی
 مے پی لے میرے شعروں دلِ تنگ تو نہ ہو دلِ شہین تو خاک ہیں سب عیشِ دنیوی
 وہ چشمِ منت کر چکی بربادِ خانہاں کر بیٹھے اب نہ منت کی محنورِ پیروی
 ان سختِ دُارگوں کی حکایتِ عجیب ہے اُٹا حلال کر گئے انفسِ عیوی!
 ساقی دیا وظیفہ حافظ میں بادہ کیا؟ پھولا ہوا ہے طرہ دستارِ مولوی!

بتا با ما گزرا میں کینہ داری

صنم ہم سے نہ تو یہ کینہ رکھے جو پاسِ صحبتِ دیرینہ رکھے

نصیحت سُن ہو سوتی غمِ شِ آب
خاطر سے جو درِ گنجینہ رکھے
خوارِ غلّساں کی بھی دوا کر
خدا اگر مے دوشینہ رکھے
وہ ہم جیسوں سے کیونکر دہر ہو
جو ہزار ماہ سا اُینہ رکھے
لامت شیخ کر زندوں کو بیشک
اگر حکمِ خدا سے یکینہ رکھے
نہ ڈرندے کی آہ آتشیں سے
ہزار ایک خرقہ پشیدہ رکھے
ترے اشرار بہتر سب سے حافظ
گو اہِ قرآن ترا خود سینہ رکھے

بیار بادہ و بازم رہاں زرنجوری

پلاوے بادہ کہ ہو دفعِ دل سے زنجوری
سوائے بادہ نہیں کچھ علاجِ مخموری
نہیں ہے اور کوئی سازِ رونقِ مجلس
سوائے روئے نگار اور شرابِ انگوری
صلاح و تقویٰ گیا سب فریبِ اول میں
دیغ ہو گئی کلِ مالِ دین کی چوری
ادیبِ عشق سے کہنک کر یگانہ مجھے؟
خلافِ ادب کے وے عرض ہو مجبوری
ہیں عشق بھی تو زندہ جہاں میں صاحبِ دل
جو عشق ہی نہیں تجھ کو تو خیرِ مخدوری
ملی یہ راحتِ صل اور چٹھی وہ محنتِ ہجر
ہماری کشورِ دل پھر ہے زوہرِ مخموری
نہ سحرِ غمزہِ قتال پہ ہو بجئے مغرور
میں آبلِ چکابے فائدہ ہے مغروری
ہر ایک سے کہنے کے لائق نہیں ہو حافظِ راز
سنا اُسی کو جو کھینچے ہو محنتِ دُوری

بہ صوتِ بلبل و قمری اگر نہ نوشی مے

نہ پی جو بلبل و قمری کے گونستے ہی تے
علاج کچھ نہیں جز "آخر الدوائے الکے"

نقاب گل کے اٹھی ساتھ ہائے دہائے چمن
 ذخیرہ کر لے غنیمت ہیں رنگ بوسے بہار
 یہاں دے کے جو وہ کیا دیا زمانے نے ؟
 میسر آب حیات اور شہ نہ مرجائے ؟
 حرام رکھنا خاطر سے مال متروکہ !
 رقم ہے بر سر محراب جنت المادے
 شکوہ سلطنت و حکم کے گھڑی کے ہیں
 ہے امر طے شدہ ساتی سخا نہیں باقی ،
 نیکل بھی نہ بخشش کی پائے ، احافظ
 پیالہ تو بھی اٹھالے نہ کر بہت ہے ہے
 لگے ہیں رہبرنی کرنے کو ساتھ بہمن دے
 نہ جانے سفارہ و ناکس تو اضع ہے کیا شے
 فَلَا تَمُتْ کہ مَن المَاءِ کُلُّ شَيْءٍ حَيٍّ
 بقول مطرب و ساتی بفتوئے دن فائے
 مرے جو عشوہ دنیا پر ہائے ہائے سے فائے
 ہے ذکر تخت جم اور قدرے یاد افیر کے
 پلا وہ جام پھر کٹ اٹھے توج حاتم طے
 پیالہ تحام کہا مان - الضمان عسے

پچشم مہر اگر با من ہم را ایک نظر بوردے

اگر اُس ماہ کو ایک مہر کی ہم پر نظر ہوتی
 مہر پر شوق رکھے اُس کے قدروں میں پڑے ہتے
 نقاب اٹھ کر اگر وہ چاند سا چہرہ نکل آتا
 کبھی تو ماہ و خوباں مجھ پر شاید مہر باں پاتا
 جو نوبت وصل کی ہوتی کسی دن روزِ ہجر اس سے
 تو اُس سین بدن سے بل کے یہ تقدیر رہتی
 ہمارے قدرت یا رب نہ اتنی مختصر ہوتی
 تو کیسی مست نرگس سے زیں پر شور و شہر ہوتی
 مرے اس درد کی ایک دن اسے کی تو خبر ہوتی ؟
 مبارک ہوتی ساعت ! کیا ہی اچھا تھا اگر ہوتی !

نہ کہتا کوئی نہیں تر سخن حافظ سے دنیا میں
 گر اس طوطی کو بھی وصل اُن ہنٹوں کی شکر ہوتی

بروز راہ با میدے کہ داری!

بڑھا راہ امیدوں کی سواری
 پیالہ رہ گیا در دستِ لالہ
 جکڑ میرے بھی دیوانوں کی رتھی
 کہ وہ پر ہیز گار و مچ سے پر ہیز
 دل آئے اور خم گیمین چھن جائے
 بہار آئے تو توبہ توڑ دیجے
 عزیزو! نو بہارِ عمر گزری
 سن اب حافظیہ کرادی کرادی ہاں
 وہی ہم ہیں وہی اُکیتِ رواری
 لے آسانی جو باقی ہو وہ ساری
 ہے بیوشی سے ہتر ہوشیاری
 سکے ہوں تو بہ پر ہیز گاری
 اگر چاہے خلاص و رست گاری
 نہیں اس فصل میں کچھ پائیداری
 نکل جیسے گئی بادِ بہاری!
 بہ غفلت عمر کیوں ناداں گزاری!

بگرفت کارِ حسنت چوں عشق من کمالے

تُو حُسن میں ہو کامل یہاں عشق میں کمال ایک
 ہو جائے رحم اب تو ہنرِ رُخِ حین سے
 ہو خطِ عمرِ حال گر عمر بھر میں ایک دن
 میں تیرے پاس ہوں تو ایک سال ایک دن ہے
 تیرا خیال چھوٹا دل سے نہ خواب میں بھی
 جو وہم میں نہ آئے کیا عقل میں سمائے
 مایوس ہو نہ حافظہ گردِ وصل یا رچا ہے
 ہونے نہ دیں گے مل کر ہم ایک کو زوال ایک
 یہ جسم گھلتے گھلتے اب رہ گیا ہلال ایک
 اور ایک دن میں بھی ہو کر لمحہ وصال ایک
 اور پاس تو نہیں تو ایک ڈبھی ہو سال ایک
 آنکھوں کو ہو گیا ہو گو خواب بھی خیال ایک
 کیا اور اس سے بہتر ہو سکتی ہو مثال ایک
 اس سے بُرا نہیں ہو الفت میں احتمال ایک

بفراغ دل زمانے نظرے بہاہ رُوئے

بفراغ دل بس ایک دم نظر ایک ماہ رُوئیں
 بخدا خود اپنی آنکھوں سے ہو کیوں رشک جھک
 نہ کہ ساری عمر تخت شہی چتر دہائے وہوئیں
 کہ نگہ نہیں گئے ہے نظر اُس لطیف رُوئیں
 گیا دل تو پھر بتا کیا میرے لال تجھ پر گری
 ہوئی عمر پھر نہ آیا تجھے دھوڑا چار سوئیں
 دم آخر اور لبوں پر تجھے آنکھ بھر نہ دیکھا
 تجھے دیکھتا ہوں اور کیا مری باقی آرزوئیں
 نہ کہ اس صبا شوش مرے گیسوئے پریر و
 ہے ہزار جان حافظ بندھی ایک تار و پٹ

پد پد آمد رسوم بے وفائی !

جدھر دیکھو غمور بے وفائی
 ہنرور ہنس دُنیا کے آگے
 نہیں باقی نشانِ آشنائی
 ہیں پھیلانے ہوئے دستِ گدائی
 زمانے بھر کا گزرا ضل ہے کوئی
 نہیں غم سے اسے ایک دم رہائی
 گر جاہل کو کیا کیا نعمتیں ہیں
 سنائے لاکھ شاعر شعروش آب
 نہ دیں ایک گمراہت کے مارے
 اگر شاعر ہوں خود حضرت سنائی
 خرد نے کان میں میرے کمارات
 کہ جھیلو صبر سے یہ بے لوائی
 بگوشِ دل سن لے حافظ کہ جس نے
 رگرایا خود کو فوقیت بھی پائی !

تُرکہ ہرچہ مُرادست درجہاں داری

مُراد دل سے جو دامن بھرا ہیاں رکھے
یہ جانُ دل بھی یہی وچ وڑاں بھی کرے حلا
لطیف نوح اگر ہے تو پی مدام حریف
بیاض رخ کی بھلا کیونکہ بن سکے تصویر
نہ ہو عتاب زیادہ نہ جو ران کے سوا
ہزار تیر جہاں کا ہے اختیار لگائے
اٹھائے جو رقیباں بہ خنک پشانی
وصال دوست جو صرف ایک دن ہی حال
لبوں کی دل نے حکایت پہ ہونٹ چاٹے
ہم نپنی گود تو چھوڑوں سے بھر چلے حافظ

کہاں وہ یاد غم زار دنا توں رکھے
جو تیغ بر سر آزاد گانِ دواں رکھے
علی الخصوص اگر غم سے سرگراں رکھے
سوا ذلت مرکب بارغواں رکھے
رَوِ چو چاہے وہ بیشک بے گان رکھے
نہ جانِ خستہ پر ایک تیر بے کہاں رکھے
کہ عشق ستمل ہے گریاں رہاں رکھے
وہ عمر بھر کے مزے اور چکھتیاں رکھے
ترسی تو بات بھی تیریں مری زباں رکھے
بلا سے نالہ و فریاد باغباں رکھے

تو مگر برب جوئے زہون نشینی

بیٹھ کر آبِ رواں پر یہ بھلا رنگینی
برگزیدہ ہے توجہ کا کھچے اُس کی ہی قسم
کیا کروں جو رقیباں پہ نہ گریہ کروں
ادب و شرم سے تو خسرو نہ رویاں ہے
ہنشیں خار کا ہو گل کی لطافت عجب!

اُٹھ کہ کیا فتنہ بپا کر دے تری خود بینی
کیا جگہ میری کسی غیر نے دل میں چھینی؟
عاشقوں کے لئے کیا چارہ ہے جُز مسکینی
صدرِ مبارک ہے تری شرم یہ بھینی بھینی
ہے کوئی مصیبتِ وقت یہ بے آئینی

سخن بے غرض بندہ نخلص سن لے
مازنین تجھ سایہ پاکیزہ رخ و نیک ناز
حیف گر تو ہو خرااں بہ تماشائے حین
شیشہ باری مرا شکوں کی چٹا است دیکھ
یہ تیری دلکشی و ناز کی اے مایہ حسن
پھر وہی میں ہوں ہی کو پھر عشق و شکول
بہ سلامت جو پہنچ جائے امانت بھر پکا
صبر حافظ کا ہالے گیا سبیل شرک

اے کہ منظور بزرگان حقیقت بینی
مردم بد کا قریہ تجھ کو چھوٹے بد بینی؟
خوشتر از گل گل و لعل کی کرے گلچینی؟
آکر اس منظر پیش میں تماشا بینی
اس کے لائق ہے جگہ برم جلال الدینی
کیا گزارہ ہے فقیروں کا بجز مسکینی
بیدی سے گزار آساں ہو نہ ہو بیدی
بلغ الطاقۃ یا مقلدۃ عینی بینی !

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی

جاں فداتجھ پہ کہ جانی بھی ہو اور جانانی
سر سہری اٹھ نہیں سکنے کا سہ اس چوٹ سے
خام کو طاقت پر و اند پر سوختہ کیسا
دقت آرام نہیں۔ بیٹھے ہیں چھکے چھوٹے
راز دل فاش رقیبوں پہ ہوا آخر کار
میرے دیدوں پہ جگہ دے جو نہال قد کو
دیکھ کر زلف کے پھندوں میں جؤل سے پوچھا
بولا ہاں ہاں تمہیں کیوں رشک نہ ہو گا مجھ پر
سچ ہے حافظ تو نہیں قابل صحبت اس کے

سر رکھے در پہ ترے جاتی ہے سرگردانی
کار دشوار نہیں ہو گا بایں آسانی
مازنیوں کے نہیں بوتے کی جاں افسانی
دیدے گستاخ نہیں بچھا گئی ہو حیرانی
چھپ کے رہ سکتی کہاں تک خبر پہنانی
تروشا داب رکھے چشموں کا ان کے پانی
کیا گزرتی ہو تو کب چھوٹے گا اے زندانی
کس گدا کو یہ بلا مرتبہ سلطانی؟
تیرے لائق فقط اس کو چہ کی ہے سگبانی

جائے حضور و گلشن امن است این سرے

آنند بھون! جھرو کہ ورشن! خل سرے
اے تھر دولت آہ تو کس کا مکان ہے؟
آب و ہوا میں آتش موے کی خاصیت
مازہ نگفتہ پھول۔ رواں بخش ہر چمن
سنبھل کی بانگ لہری میں تھک چو کر لہری بھرے
ہر صبح اس آستانہ پہ جمشید تخت چرخ
حافظ یہاں سے جانہ کیس میشن کرہیں
آئے جو اسکاں میں سراسر طرب میں آئے
شاخیں رختوں کی کہ ہما ہیں پڑیں کو چھائے
اور خاک آب خضر جو زندگی بڑھائے
زلف بنفشہ دل سے صبا کی گر و ٹٹائے
اور جائے خاک زلف صبا مشک ہی اٹھائے
بہر صبح جام جہاں ہیں کھڑا پچھائے
ایسی بہشت میں بھی نہیں ہوگی کوئی جائے

جاناں خیال روئے تو دازند ہر کسے

جانا! خیال میں ترے رہتا ہے ہر کوئی
گر آفتاب حسن وہ طالع ہو بام پر
افواج غم مالک دل میں دھڑکتے سے
اس دل پہ جو گزرتی ہو دستِ فراق سے
گم ہو کسی کا مجمعِ خواباں میں نقدِ دل
رکھتا ہے کیوں تجھی پہ گماں اس کا ہر کوئی
حافظ سہا یا سودا بھی سر میں تو ایسے کا
جن سے کہ لے گیا نہ سلامت ہی سر کوئی!

چہقامتی کہ ز ستر اقدم ہمہ جانی

نہیں وہ جسم اسراپہ تمام جان ہی ہے
 نہ جانیں رخ بھی بگل گلستانِ جنت یہ ہے
 حکایتوں میں سنا تھا بہت حسین بکھے
 نہیں ہوں بیٹھنے والا میں جستجو سے تری
 نہیں اٹھے گا ترے نقش پائے سراپا
 وہ گر سپر چنا پیشہ حال اپنا بھی
 علیل چشم کی مانند جسم بھی ہے مدھال
 براہِ لطف و کرم ہی نجات دے جو نہیں
 کہاں یہ صورتِ آدم غلط گمان ہی ہے
 نہ مانیں قد بھی کہ خود ستر بستان ہی ہے
 مگر جو دیکھا تو ایک حن کا جہان ہی ہے
 اگر چہ بیٹھے کو گر یہ سے مکان ہی ہے
 پھر لے ہجرتیں تو پھر یہ آستان ہی ہے
 ہے روزگار کہ ویرانی جس کی شان ہی ہے
 نہ صرف لطف پریشان کی ٹلیں شان ہی ہے
 یقین مصیبت حافظ کا خوش گمان ہی ہے

چون در جہان خوبی امروز کا مکاری

حاصل ہو گر جہاں کی خوبی و کامکاری
 ہم عاشقوں سے کب تک آخر یہ ناز ہوں گے
 کب تک ان انکھڑیوں سی یہ عین ناتوانی
 جو جو ستم اٹھائے جو درد دل نے پائے
 صبا نے صل کی گرا ایک چھینٹ اٹکے پڑ جائے
 ہو ہی چکا تھا میں تو فرقت میں گر نہ آتی
 میں ایک بندہ عاجز - تو قادر و توانا
 عاشق کی دہلیوں سے کرد عابری
 مسکینوں پہ کب تک کی جفا و خواری
 اُن کا کلوں سی کب تک تباہی بقراری
 جانے اگر ذرا بھی آنسو ہوں تیرے جاری
 پھر عمر بھر جانوں کیا شے ہے ہونیا ری
 اُس باغِ بوستاں سے بوسے امیداری
 کیا زور کے مقابل تیرے ہو میری زاری

دوکانِ عاشقی کو سرمایہ پاسیہ ہے دل میں ایک لگ وٹن آنکھوں سے آبِ جاری
جی تو اٹھوں گا محشر میں بوئے وصل پاکر چھوڑے گی سر نہ میرا بالینِ شرمساری
بس رحم کے ہو قابلِ اجل زارِ حافظ کب تک یہ نامزدی کب تک یہ نچ و خوار

چوسر دگر ز خرامی دے بگلزارے

وہ سرو نامزد جو گلشن میں آگیا بارے یہ گل کے دل میں جھبے خار تہجِ ہی مارے
ہے کفرِ زلف سے ہر حلقہ میں بپاِ محشر جدھر اٹھاؤ نظر سحرِ چشم کے مارے
نثارِ نقشِ قدم جان ہو گو اس کے لئے رواں و درہم و دینار پہنچ ہیں سارے
نصیب سمئے کہ ہے چشمِ مست یا رکونِ خواب بپا ہیں چار سو بیدار دل کے جیکارے
نہ ہانکِ شیخیاں ان دلبروں کی زلفوں کی جو تیرہ لئے ہو ادل تو دیکھے گاتارے
گھایا سر بھی دے سر ہوئی کبھی نہ مہم پھنسیا ادل تو کسے خیال بھی ہوا باسے؟
کما جو نقطہ بنِ اعلیٰ میں فقیروں کے ہنسا کہ حافظِ پرکارِ سرنگوں جاے

چہ بودے گردل آن ماہِ مہرباں بود

بُرائے نہ ہوتا جو وہ ماہِ مہرباں ہوتا چنیں نہ ہوتی یہ حالت وہ گر خیاں ہوتا
نسیمِ طرہِ جاناں کے بجاؤ بستانا ہر ایک مئے بدنِ گریہ صذرِ باں ہوتا
الٰہی عیشِ جاں تھڑنہ جانا گر میں یہاں بیزرماں سے ہی فی الجملہ درماں ہوتا
اگر میں ہوتا بھی دنیا میں تاجدار و عزیز تو پھر بھی تخت تو میرا وہ آستان ہوتا
خیالِ سدرہ امشک ہو گیا ورنہ ہزار چشمہ ہر ایک سمت میں واں ہوتا

کسی نے مجھ کو کوئے دوست کا شاں نہ دیا
وگر نہ پہنچ یہ سب باغ و بوستاں ہوتا
نخل وہ پرے سے آتا تو جائے یلِ شریک
اُسی کا حکم ہر ایک آنکھ سے رواں ہوتا
ہوئے نظیرِ رخِ مہرِ آسماں کیا کام
بہ طبع کا شش کہ ایک ذرہ دھریاں ہوتا
مٹی راہِ دایرہ عشقِ چو طرفِ مدد
وگر نہ حافظِ بیدل بھی درمیاں ہوتا

خوشتراز کوئے خرابات نہ باشد جائے

ہو نہیں سکتی خرابات سے خوشتر جائے
اپنی تو قبر بھی اے کاش ہمیں بن جائے
شیشہ و بادہ و کنجِ چمنِ روئے حسین
کہہ دئے تجھ سے بھی جو تجھے مرے من بھائے
جائے تو، دیرِ مغال، لطفِ وطن بھلوادے
لئے تو۔ زوئے تباں کیا ہی مبارک لائے؟
کون کہتا ہے جہاں میں نہیں بچھ سا عاشق؟
بواہوس کا ہے مقولہ نہ یقین فرمائے!
صنادل میں جگہ تیرے ہو اکس کی ہے
صرف تیری ہو نہیں اور کسی کی جائے
ہے ادبِ شرطِ محبت نہ نکالے منہ سے
کلمہ دیر کا جسز برہمن دانائے
کر ترخم دلِ مجروح پہ حسانِ فضا کے اگر
آج تو مانے کہ ایک کل بھی یقیناً آئے

خوش کر دیا وری فلکتِ روزِ داوری

کی جنگ و داوری میں خدانے تو داوری
اب دیکھنی رہی تری سُکرانہ داوری
اُس کی گلی میں شرکتِ شاہانہ پہنچ ہے
اقرارِ بندگی کرو اقبالِ چاکری
گرتے ہوؤں کا دیکھ خدا بھی ہے دستگیر
اے بندے تو بھی سیکھ لے اُفتادہ پُری
ساتی پہنچ یہاں بھی کوئی لے کے خوشخبر
ہو ایک دم تو شاخِ دلِ غمزدہ ہری

رہزہ ہو اس کٹھن میں سبکبار چاہیے
سلطان و فکر و فکر و افکار تاج و گنج
یکساں ہے دخل و دوزوں کو نیک مرام میں
کتا ہوں شفقانہ کر لے نور دل معاف
خطروں سے شاہ راہ بزرگی کی ہو بھری
درویش و جمع خاطر و گنج قلندری
شاہوں سے نذر خیر فقیر و شاہی داری
”صلح خیر“ جنگ میں دیگی نہ بہتری
شرمندہ خاکساری سے ہے کیما گری
حافظہ گرد فقر و فاقہ جہیں سے پونچھ

درہمہ دیر مغالیت چمن شیداے

پہچان لی دیر مغال مجھ سا نہیں ہو شیدا
لے چکال سے یہ پیاں معلوم بادہ فروش
دل کے آئینہ شاہی پہ توجہ جاتا ہوزنگ
کی ہیں پیروں نے رواں دامن ترسے نہریں
کون جو شمع زباں راز پہ کھولے اپنے
کشتی بادہ کوئی لائے کہ بے دست یہاں
ذکر کچھ اور سنوں گا ہی نہ میں خلد پرست
جانہ نرگس کی تو ہم چشتی کی بگو اس پہ سن
کیا ہی دھچپ لگی صبح و ریکٹ پر ق
خرقہ ایک جا ہے گرد و علم کا دفتر یک جا
نہ پیوں کھوں نہ جب تک وہ بچ دل آرا
مے خدا اور کوئی عقل کار و روشن تارا
ان کناروں پہ لگتا کوئی سُر بالا
وہ تو کہتے نہیں پردانے کو مطلق پروا
دل نے آنکھوں سے رواں کر دیے غم کے دریا
مے ہو، مستوقہ ہو، بس اور نہیں کچھ نشا
کوئی بنیا نہیں جاتا ہے پس نا بینا!
نمنہ زن باذن وئے گاتا تھا محل ترسا

یہی اسلام ہے حافظہ کہ جو تیرا اسلام
وئے گرد آئے کوئی کج کے نیچے فردا

دیم بخواب دوش کہ ماہیہ برآمدے

ایک چاند شب کو خواب میں یہ نظر ہوا
تعبیر پائی یار سفر کردہ آئے گھا
کیا خوب ہوتا خواب کے آجاتا ہم قدم
جانیں فدا میں کرتے ہم اس دنوار پر
جس نے سکھائی سنگدلی اس کو لے خدا
ہو گی نہ پھر مجال رقیبوں کو ظلم کی
لے لے وہ دن بھی یاد ہیں جب ہر گھڑی جو
یا دوش نیم سراتی فتنے خال وہ
خاں رہ نہ رفتہ کو کیا ذوق عشق کا
آب خضر نصیب سکندر ہو کیا ضرور
مقبول طبع شاہ سخن پرور آئے گھا

پرتو میں جس کے عرصہ ہجرال بسر ہوا
کیوں آج سے بھی کاش نہ یہ پیشتر ہوا
جھونکا ہوا کابھی نہ کوئی راہ بسر ہوا
دہ روح بن کے بھی نہ کبھی جسلوہ گر ہوا
پتھر پر پاش پاش نہ کیوں اس کا سر ہوا
کوئی ستم رسیدہ جو فریاد پر ہوا
ایک یار کا پیام براہ دگر ہوا
دروازہ جب کھلا وہیں پیش نظر ہوا
دریا دلوں دلیروں سے یہ گھاٹ سر ہوا
ایسا بھی کیا جہاں میں بھلا زور نہ ہوا
حافظ جو شعر غیر ترمی طبر پر ہوا

رفتم بہ باغ تاکہ پلیم سر گلے

پہنچائیں صبح باغ جھکا پھنے کو گل ایک
بھسی ہی وہ غریب بھی ایک گل پر تھی فدا
پتہ راہ میں باغ میں ہر پھر کے بھی رہا
ہر فصل گل ہزاروں ہی کھلتے ہیں باغ میں

ناگاہ آئی کان میں فریاد بکبل ایک
برپا فغاں اس کی تھا گلشن میں غفل ایک
دل میں بارہ گل و بلبل تامل ایک
خالی خلش سے خار کی پایا نہیں گل ایک

گل یار خار دیکھا تو بلبلِ قرینِ عشق ہرگز تینتیرا سببِ اس میں تہل ایک
 رُودادِ غنڈ لیبِ اثرِ دل میں گر گئی باقی نہ مجھ میں نام کو چھوڑا گل ایک
 حافظہء ابرجہ رخ سے پھر کیا فلاحِ کار اُس میں بھی دیکھتے ہیں جھڑا گھر گل ایک

روزگارِ سیت کہ مارا نگر ایں میداری

کون مدت سے ہیں تو نگر ایں رکھتا ہے غلصوں کو بھی بوضعِ دگر ایں رکھتا ہے
 گوشہء چشمِ رضا سے کبھی دیکھا نہ ہیں بس یہی حرمتِ صاحبِ نظر ایں رکھتا ہے؟
 داغِ غم سے ترے گلِ باقی نہ بلبلِ چھوٹی اس کو صد چاک اُسے نعرہء ناں رکھتا ہے
 گلِ دلبلِ چسبہا حنِ ترا کھول گئی اہلِ گلشن کو بھی تو دل نگر ایں رکھتا ہے
 رندی۔ آوارگی بس میرا گنہ ہے لیکن تو بھی باعثِ ہر یہ ایک دستِ گماں رکھتا ہے
 نرگسِ باغِ نظرِ چشمِ دچرخ اے دلبر اپنے دل خستہ سے کیوں طبعِ گراں رکھتا ہے؟
 طمعِ حرو و فاپتحوں سے ہلا حولِ دلا! عقل اے پیرِ خرد اپنی کہاں رکھتا ہے؟
 کاسہء جامِ جہاں میں کی تھی طینت کچھ اور تو تمنائے گلِ کوزہ گراں رکھتا ہے
 کیسے سیم و زرنقذ کو جھڑکا کے تو دیکھ جی میں گر کچھ ہوں سبیراں رکھتا ہے
 دیں گے یہ دلتِ مہنہ نہ کوئی ذوقِ حضور آرزوئے بصر ازلے بصر ایں رکھتا ہے
 دینِ دل و دنوں دُش اور سچ بھی نہ بولوں نہ کہ تو اُس حالتِ بد سے مجھے یہاں رکھتا ہے؟
 چوڑی اُس ہاتھ میں کیا چاہیے لنگن ہیں یہی خونِ اربابِ ہنر کے جو نشان رکھتا ہے
 شکر کے دن یہ سکایتِ میں گزریں حافظ کیا گئے گزرنے کا وہیاں رکھتا ہے؟

زین خوش رقم کہ بر گل رخساری کشی

دکھلایا خط یہ بر گل رخسار کھینچکر
خط بر صحنہ گل و گلزار کھینچکر
ہو ہیچو یہ دل چمکانہ ابرو چشم سے
تائے کہاں ہیں برس بہار کھینچکر
باصبا پال کے دورے ڈالے زلف
بیکار کو بناتی ہے با کار کھینچکر
آ کے یاد وہ لب میگوں چشم مست
خلوت سے لائیں خانہ خار کھینچکر
آکھم نہیں کہ پس نعت پردہ
اس طرح تو نہ لاسر بازار کھینچکر
مست بھاگ چشم بد سے چاؤ گامیں تجھے
دامن ترانہ چھاڑ گیا یہ خار کھینچکر
دنیا کی اور آرزو حافظ جو ہوتا
سے پی کے اور دہ طرہ طرہ کھینچکر

زگوئے یارمی آید سیم باد نوروزی

وہ آئی کوئے جاناں سے نسیم باد نوروزی
کریں اُس کی ہواداری سے دل کی شمع افزوی
نکل آپڑے سے اے گل سخن در پردہ کتا ہوں
زیادہ پاتنج دن سے کب ہو حکم میر نوروزی
جو ہوزردار مثل گل خدارا پیش کو دے کل
غلط پر تھا غلط قاروں کا سودائے زراں نوروزی
طریق کا میا بی کیا ہے ترک کام خود کرنا
کلاہ سروری یہ ہے نہیں ٹوپی وہ زردوزی
غور و علم سامان طرب سے باز رکھتا ہے
سُن اے عالم! کہ جاہل کو زیادہ ملتی ہو روزی
سے صافی ہو میری جاں۔ رہا صوفی وہ بدبیتی
نصیب بس عیب چیں جیسی نہ ہو مائل کو بدوزی
سمجھنا نوہ قمری کا مطلب جو یاروں میں؟
مگر مجھ سا ہی غم اس کو بھی ہے شاید شہاروزی
طریق عشق گر سیکھو تو بیکل سے گلستاں میں
سند حافظ کو مجلس میں جو چاہو شعر آموزی

زائے صاف کرو پختہ شود ہر خامے

اُسے صاف سے جو پختہ ہو پنی کر خام ایک
روزے پر روزہ گیا، پانی نہ ان ہاتھوں نے
رمضان گر چہ ہے مہمان عزیز اپنا دل
رسم ہی ہے یہ زمانے کی بجا کیوں راہ
مرغ زیرک تو نہ پھٹکے گا کبھی خانقہ میں
یا رگشن میں ہو جب سیر چین میں مشغول
یہ حرینوں میں شب و روزے صاف کے دور
خسر و عمر نے ہی داد نہ دی جب حافظ

ہو جو ماہ رمضان ہے، بے ساقی جام ایک
ساقی نشاد قدو ساعو سیم اندام ایک
اُس کا جانا ہی عنایت سمجھ اور انعام ایک
جبکہ ہر صبح کے پیچھے ہی لگی ہے شام ایک
ہو ہر ایک و عطر کی غلب بھی تو گویا دام ایک
اُس کو پہونچا یہ صبا جا کے برا پیغام ایک
بھول کر بھی کبھی یاد آئے نہ درودِ شام ایک؟
داد کیا دے گا وہ دشوار پسند خود کام ایک!

سحر بادامی گفتم حدیث آرزو مندی

صبح سے صبح، میں تھا اور بیان آرزو مندی
سنوار ایک زلف لیلیٰ تو بھی کا عشق مجنوں کے
جہاں ایک زلال رعنا اور جلی بیروت ہو
یہاں پس نفع میں دیکھا تو ایک دیش خرم
قلم کا منہ ہے کیا کھولے زباں رازِ محبت پر
ہونا اہلوں پر ضائع حیف تیرا سایہ دولت
دعا کے صبح و شام لے جاں کلیدِ قیل مطلب ہے

نہا آئی کہ عاشق رہ بالاطاف خداوندی
زیا عاشق کو کرتے ہیں خیالاتِ خرد مندی
تو نے اس سے شادی کی ہو ایک مہلِ خرابندی
الہی مجھ کو کبھی شاہ درویشی و خرد مندی
ہے باہر قد گویائی سے شرح آرزو مندی
ہم یہ تجھ سا عالی قدر اور یہ ہڈیاں گندی؟
یہی دلدار تک سیدھی ہو راہ رشتہ پونندی

یہ سحر غمزہ قہار کیا دیں درد اور دوا بخشیں
اے ادویسٹ مصری اغور سلطنت اتنا
دلاویزی زلف مشکبشاں کیا کہ دل بندہ
نہرے باپ کی آخر ہوئی کیا مہر فرزند
کلام حافظ شیراز گاتے رقص کرتے ہیں
سیہ چٹان کشمیری دھڑکان سمرقندی

سلامے چوبوئے خوش آشنائی

سلام ایک ہنسا گل آشنائی
دور و دور ایک نورِ دل پار سا سا
تجھے پہنچے اے آنکھ کی روشنائی
اے اے شمع خلوت گہ پار سائی
نظر کوئی آتا نہیں ہمدوں سے
رفیقوں نے توڑا ہر یونِ عہدِ محبت
کبھی جیسے تھی ہی نہیں آشنائی
نہیں دل میں اب تاب زہرِ ریائی
وہ صوفی فلن مے کہاں نیچتے ہیں
عروسِ جہاں حسن کی حد کو پہنچی
کہ حد سے بڑھا شیدو بے وفائی
نہ پھر میکدے سے وہ کبھی وہیں ہے
ہو بیچارہ اور چور زخموں سے تب بھی
گدا فی میں کیا کیا کروں پادشائی
جو تو چھوڑ دے مجھ کو اے نفسِ طامع
بے نگیں لوں سے لے دل مومیائی
بتادوں تجھے کیمیا ئے سادت؟
گدا فی میں کیا کیا کروں پادشائی
نہ کر جو رگزدوں کی حافظِ شکایت
بڑے ساتھیوں سے جدائی جلدائی
گو کیا جانے اے بندہ کارِ عدائی

سحرِ ہاتھ مینا نہ بدولت خواہی

ہاتھ مینکے کل از روئے دولت خواہی
بلا رمت جا کہ تو دیر میں نہ ہوا درگاہی

جزء کش جم سا ہو اور جان لے ستر ملکوت
 بہ ادب پیش ہو ہر درکش میکدہ سے
 درمیانہ کے یہ رند قلندر اکشر
 خشت بالیں ہوں یہ جب فرق فلک پر قوم
 سلطنت فقر کی گرتجھ کو عطا ہو جائے
 طے مگر ہوگی یہ منزل نہ بلا خضر کے ایک
 سر ہو یہ اور درمیانہ منڈیریں جس کی
 آئے در فقر کا کھٹکانہ تجھ کو تو نہ چھوڑ
 اے سکندر نہ نکل کوشش یہ وہ نہ کر
 حافظ خام طمع شرم بھی کچھ آتی ہے

دیکھ لے جام جہاں ہیں میں جہاں کی تھا ہی
 ستر حق سے مجھے سا لک ہو اگر آگاہی
 دے کے لے لیتے بھی ہیں افسر شاہتا ہی
 دست قدرت کا تو پھران کے بیاں ہو کیا ہی
 کترین ملک ترا مہر سے ہوتا ماہی
 ہے اندھیرے میں زیادہ خطر گمراہی
 آساں پار ہیں ہر چند لگیں کوتاہی
 مسند خواجگی و مجلس تو راں شاہی
 آب حیاں نہیں ملنے کا بزور شاہی
 کیا عمل ہیں؟ دو جہاں جن کی قیمت چاہی؟

سحر کہ رہوے در سمر زینے

دور ہر شاتج تھے ایک سمر زین میں
 کہ اسے صوفی اسے شیشے کے اندر
 گرا گشت سلیمان میں نہیں ہے
 خدا اس خرقہ پر صدا ہی لعنت
 دروں تیرہ ہیں روشن خمیست ہو
 بروت عفا ہو بار گراں ہو
 مجھے صد اجواسے داراے خرمین

کہا ایک نے یہ گوش ہم قریں میں
 توے ہوتی جو صاف ایک اربعین میں
 تو پھر کیا خاصیت نقش نگین میں
 رکھے جو سینکڑوں بت آتیں میں
 دیا کوئی دل خلوت کشیں میں
 نہیں کچھ بوجھ ناز نازین میں
 نظر کر رہز کی ایک خوشہ چیں میں

حیونوں میں تو ٹھیری تند خوئی
درمیانہ مکمل جائے تو دیکھوں
نشاط و عیش کا بھی گم نشاں ہے
نہیں ہمت کو اجر سر بلندی
مگر کیا عیب ہے قلبِ جویں میں؟
آلِ کار جامِ پیش میں میں
کوئی درائن ل نے سہی دیں میں
دعا بیتاب قفلِ آہن میں
رہا عالم تو وہ ڈھل ل لیتیں میں
نہ کچھ حافظ کا قرآن میں گئے جی

ساتی بیا کہ شرفِ لالہ پڑے

ساتی چل آ۔ پڑی قدحِ لالہ میں بھی گئے
چھوڑ اپنے کبر و ناز کو۔ دیکھے جہاں نے ہیں
ہنسیار ہو کہ مرغِ چمن مستِ صبح ہیں
کیا اعتماد ہو نظرِ ہنرِ چرخ پر
کیا کیا چلکتی ناز سے ہے شاخِ نو بہار
جاہ و ختم پر گل کے نہ جاد ل نہ پچھائے گا
دے مجھ کو یادِ حاتمِ طے میں بڑا سا جام
وہ مے کہ جس کا رنگِ طبعی ہے ارغواں
وہ دیکھ مطربانِ چمنِ سر ملاتے ہیں
مندگی ہے سب سے کی چلِ باغ میں وہاں
بادِ سحر نے یادِ لڑکپن دلا دیا
انسانے روزگار ہوں بہنِ شرب سب

طاات کب تلک یہ خرافات تباہ کئے!
چین قبائے قیصر و طرفِ کلاہ کئے
بیدار ہو کہ خوابِ عدم آنے ہی کو ہے
جو اس کے عشوے پر مر میں افسوس لائے گئے!
یارِ راستے تو چھو بھی نہ جائے ہوئے گئے
فراشِ بادِ ہر درتِ گل کو زیرِ پائے
کر دے سیاہ نامہ نخیلوں کا آج طے
لالہ کا لال جس کے سینے سے رنگ ہے
نبختے ہیں سن تو بر بطِ وطنِ روچنگ وئے
استادہ سرو ہے تو کمر بستہ آگے گئے
لاوہ دودا دے غم کی جو وار د ہو لے گئے
مردانِ راہ کچھ نہیں رکھتی عزیز سے

کل بھی شراب کو نرد جو اپنے واسطے ہو آج کیوں نہ ساقی مہر و جامے
جا پونجی دھوم حافظہ جادو کلام کی تاحد چین دشام و باقصائے روم وے
سینہ مالا مال درست لے درینا مرہمے

سینہ مالا مال ہے زخموں سے کچھ مرہم تو ہو
آدم خاکی اس عالم میں نہیں ہے دستیاب
چاہہ غم میں جلتا ہوں شمع جگمگ کے واسطے
عشق میں کس کام کے خا مان وقت عیش و ناز
عیش و آسائش طریق عشق بازی میں کہاں
اس سپر گرم رو سے کیا امید مانیت
عقل بھی نہیں ہی مری بیٹی پر بولی بوالعجب
بونے جوئے مولیاں آتی ہو جس کی ہمت سے
گریہ حافظہ کرے کیا پیش تنغائے دوست
دم گھٹا تنہائی سے بند کوئی بہم تو ہو
عالم نوکے لئے بھی چاہئے آدم تو ہو
شاہ ترکاں بھی ہو غافل پر کوئی رسم تو ہو
ایک جہاں کو پھونکے اللہ یہ دم خم تو ہو
چوڑی زخموں سے یارب طالب مرہم تو ہو
جام سے ساقی کہ تسکین قلب کو ایک دم تو ہو
درد ایسا درد غم ایسا کسی کو غم تو ہو!
دین ل اس ترک ستر قندی کو دشت کم تو ہو!
گریہ کو طوفاں میں قدر قطرہ شبنم تو ہو

سلام اللہ ماکر الیالی!

سلام اللہ ماکر الیالی
علی دادی الاراک ومن علیہا
دعا گوئے غریبان جہاں ہو
نگہرا دل کہ وہ زنجیر گیسو
آموت صابر آیا لیت شعری
علی ملک المکارم والمعالی
وداری باللوا فوق الارمالی
دادعوا بالتواتر والتوالی
ہے دلچسپی، نہیں آئینہ حالی
مشی نطق البشیر عن التوالی

فنجک راجتی فی کلّ حین و ذکر کت مونس فی کلّ حالی
 سویدائے دل شوریدہ ماحشر نہ ہو اس شورش سودائے غالی
 وصال ایک تجھ سے شاہ کامراں کا میں بدنام اور رنڈ لا ابالی
 فردوں خط سے مجھے صدا جال او ہے تو زندہ صد سال جلالی
 تجھے نقاش قدرت آفریں ہو سچا یا گردِ مس خط ہلالی
 وہ جس جانب کرے رخ یا الہی نگہباں ہو بخط لایزالی
 رہے قائم وہ ورنہ سہل تر ہے زیرِ پاں مایہ جانی و مالی
 خدا جانے ہو حافظ کی غرض کیا و علم اللہ حسبی عن سوالی

سبت سلمے بصدغیہا نوادی

سبت سلمے بصدغیہا نوادی دروچی کلّ یوم لی نیادی
 خدا را رحم مجھ بیدل پر کرے داو صلی علیٰ رعم الاعدادی
 ومن انکر منی عن حب سلمے غرقِ عشق فی بحرِ اودادی
 غم سودائے عشق یارین دل تو کلنا علیٰ رب العبادی
 گیا حافظ کا چین لٹ میں دل بیسِ مظلّم واللہ ہادی

سیلمی منڈلت بالعراقی

سیلمی منڈلت بالعراقی آلاقی فی ہوا ما االاتی
 اسے اوساربان محل دوست الی رکبا نکم طال اشتیاتی

سنا اسے مطرب غش لہجہ خوشرو
 غزل میں یس کی صوتِ عراقی
 عطا ہے ساقی ایک ٹل گراں ہو
 شاک اللہ من کا پس دھاتی
 جوانی سن کے ٹوٹ آتی ہو گریا
 مصئے چنگ و نوشاوش ساقی
 بے باقی بھی بے تجھ پر چرکوں
 منے میں آکے ساقی عمر باقی
 فراقِ یار نے خوں کر دیا دل
 الاقصا لایام الفراقی
 رہ اپنے نیک خواہوں سے بنا کر
 عینت جانِ حزن اتنا ساقی
 میسائے مجروح ہے زریبا
 کرے شمعِ فلک سے ہم دشاقی
 عجب پر ہیں لہن ہو دختر زری
 نہ ہوتی کاش یہ دختر طلاق
 ربیع العمر فی مرعی ہما کم
 حاک اللہ یا عہد التماقی
 خرد کو غوطے دریا میں مینوش
 بہ گلبانگ جوانانِ عراقی
 ہنائی الشیب من کل العذری
 بوسے القبیل خیر و اعتنائی
 وصالِ دوست ٹھیرا کار اپنا
 نہ بک و اعط سخنمائے فراقی
 دموعی حیر کم لا تحرقوا
 فکم بحرِ حمن من سواتی
 نصفت فرص الوصال اشعرنا
 سنا حافظ غزلہائے فراقی

شہریت پر حریفان از ہر طرف نگاہے

ایک شہر پر حیناں دیکھو جدھر نگار ایک
 موقع ہے عشق بازو کرنا جو چاہو کار ایک
 چشمِ فلک نے دیکھا ایسا حین نہ ہوگا
 کس عید گہ میں ہوگا ایسا پری شکار ایک
 گل سے ہزار درجے بڑھ کر وہ ناز میں ہے
 دامن میں اس کی الجھا پائے کبھی نہ خارا ایک

دیکھا کسی نے کب تھا وہ جسم جان بیا
ایسے شکستہ کو کیا کہنا جھڑک کے جا "جا"
بے غش ہے سے چڑھالے ہو وقتِ توقع پلے
کیونکر یہ راز کھولوں لاحق ہو کس سے بولوں
ایک ٹبرکِ شوخ کے ہیں جگل میں مئے حافط
نکلانہ اس کا چھو کر دس کبھی خبر ایک
یہاں غایتِ تنہا ہوسہے یا کنا ر ایک
آئے نہ آئے تجھ کو آئندہ نو بہار ایک
کیا درو در و سخت اک کیا کا سخت کار ایک
کیونکر ہے جو ایسا ہو یا ر اور دیا ر ایک

صبا تو نکلت آں زلف مشکبوساری

صبا با گئی وہ زلفِ مشکبوساری
مرقع گوہر اسرارِ حن و عشق ہے دل
نہیں شمایلِ مطبوع یا میں کچھ نقص
نوائے عنذیب اسے گل تھے خوش آئے کیوں
ہوں ایک گھونٹ میں سرمست نوش ہو جو تھے!
قبائے حسنِ فردشی تھے بھی زریبا ہے
بیٹے جو کھوج بھی مشکِ فتن کا کیا غم ہے
شہِ مالکِ خوبی ایک آفتاب ایک تو
نہ سرکشی پہ دکھا سرو جو یسا یہ ناز
دعا جو دی تو ہنسائے کے زیر لب پوچھا
یہ کچھ مدرسہ حافطانہ دے گا گوہر عشق

ہے چلنے پھرنے پہ موقوف جس تو ساری!

صحت و ترالہ می چکد اڑا ہر بہنی

ترا کا ہے ادس چھان چکا ابرہنی
گردابِ ماؤں میں پھنسا ہوں پلا مجھے
خونِ پیالہ پی نہیں خونِ حرام یہ
گر بھدمِ خار تھے دردِ سر کرے
ساتی اسے خیال کہ غم ہو کین میں
نئے دے کہ جھکے کان میں سیر ہو لا چنگ
حافظ تو سرِ قد کو لگا جئے چشم پر
سازِ صبح کر کے چڑھا جامِ کینی
بھولوں، نجات پاؤں میں اڑائی دینی
اور وحیان رکھا اسی سے جو ہو کار کردنی
پیشانیِ خار کو دے تو بھی گردنی
مضطرب بھول جائے تھے بھی یہ رہرنی
خوش باش! بان اکتا ہے یہ پیرنی
نئے خون لے تو اسکو آجائے؟ دیشنی؟

طفیل ہستی عشقِ آدمی و پری

سب عشق کی ہی بدولت ہیں آدمی و پری
نہ مستعدِ نظر ہو تو وصل کیا چاہے
بے صبح و شکر خوابِ صبح دم کب تک؟
کسی کی نئے رنج و زلفت کی ہی لہریں ہیں
دکھائے جہد نہ رہ جائے بے نصیبِ غیب
ہو تقدیر تو لے آئیں سلطنت دیدوں
دعائے گوشہ نشین پھیر دے گی تیر بلا
اندھیر لویں میں مجھے رہنا ہے روزِ ہوائی
ارادتِ آدمی لائے ساداتوں سے بھری
نہیں تھا جامِ جہاں میں مفید بے بصری
رواں ہزار ہی شب اور نالہ سحری
صبا کی خالیہ سائی گلوں کی جلوہ گری
نہ لے غلام بھی کوئی بوجھ بے ہنرمی
لے گا ہاتھ جو غفلت ذرا بھی اس میں کرے
ادھر بھی ترچھی نظر سے نہ دیکھ لیجو ذری؟
نماز نیم شبی اور گریہ سحری

فراق وصل میں حیراں ہوں بہنیں چلتا
کہ اس قدر تو بد بھی ہے اور پھر نظری !
طریق عشق عجب راہ پر خطر دیکھی
پناہ خدا کی کسی نے جو راہ کھوٹی گری !
سنا جو مژدہ وہ آخر طال ہی لایا
لہذا ہم ہیں اب اور زندگی اور بخبری
ہزار جان سے جلتا ہوں اسکی غیرت میں
ہو روز ایک نئی مجلس میں تیری جلوہ گری
امید پھر ہے دعاؤں سے تیری لے حافظ
اے اے آسامر ویسے بلیۃ القری !

عمر بگذشت بہ بیجا صلی و بوالہوسی

گم ہوئی عمر بہ بیجا صلی و بوالہوسی
اے پسر جام دے ایک جلدیہ پیری برسی !
شکرستان ہے یہ شہر شباز ہیں یہاں
کھیاں مارنے ہی پر ہے کمر آن کی کسی
تول دے کھول کے پر سن وہ صغیر طوبی
بتجھ سے طایر کو ہوا فوس یہ قید نفسی !
کارواں چل دیا سوئے میں بیاباں دریش
خواب آرام میں گزری تیرے بانگ جرسی
کون بچارہ دے کس ہے غلاموں میں مے ؟
پریش یا ابھی تک ہے یہ کاز میں بسی
عہود مجرب بھی بنا چھوٹنے کو دامن اس کا
دل کباب اپنا کیا میں نے پئے خوش نفسی
لمع البرق من الطور و انست ہم
نافہ ساں خوش شدہ دل بھی تولے لازم ہو
فیلے لک آتی بشاب تبسی
تیری خوشبو پھرے ہا پتا کب تک حافظ
جن کارماں ہو یہاں شہرت ٹمکیں نفسی
یسر اللہ طریقاً یک یا لمتسی !

کہ برو بہ نزد شاہاں زن گدا پیلے

کوئی ہے ؟ سنا دے شہ کو یہ نصیر کا پیام ایک
کہ دکان مے پہ لٹا ہے ہزار جم کو جام ایک
دے شراب خام مجھ کو نہ حریف پختہ یارو
ہے ہزار درجہ بہتر ز ہزار پختہ خام ایک

میں خراب ہوں کہ بدنام جاں، مگر دعا ہے
 نتھے دست کیما ہے، مرے کھوٹ پر نظر کر
 یہ کہاں کروں شکایت، کہوں کس یہ حکایت
 یہ بید تھا دنا سے تیری بختناہ ہسم کو
 چلو جاؤ پارساؤ کہ رہی نہ پار سائی
 یہ نہرا دنا نہ سچ نہ بنے گی جال میرا
 ترابندہ ہوں میں دل سے مجھے رکھ گوانہ دیکو
 تو چلا تو تیر مڑگاں کہ ہے وہ خونِ حافظ

کہ چٹھائے مجھ کو بندے لے ایسا نیک نام ایک
 کہ نہ پائی اور پونجی تو بچھایا میں دام ایک
 وہ حیات دیتے تھے لب پر حیات بے دام ایک
 کبھی نامہ و پیام ایک کبھی ترش و سلام ایک
 سنے ناب جب چڑھالی تو ہونگ صرف نام ایک
 کہ جو مرغ دانا ہو گا نہ پھنسے گا بے دام ایک
 کہ مبارک اور ایسا نہیں پائے گا غلام ایک
 کہ جہاں میں اس بڑھ کر نہ ہوا قتل عام ایک

کبیت قصہ شوقی و مدعی باکی

کبیت قصہ شوقی و مدعی باکی
 سنائی آنکھوں نے کیا داستانِ عشق دراز
 عجیب واقعہ کیا حادثہ ہے! لا الہ الا اللہ!
 زبان کس کی ہے ہو عیب گوئے دامن پاک
 بنائے خاک قدم لے کے تیری لالہ و گل
 رہا نشان نہ کوئی مجھ میں تیرا تجھ بن گو
 صبا بعیر شاں آئی سا قیاطھ بیٹھ
 دے اسکا سئل نغمہ فقہ چرخی و مثل
 زبان لال ہے حافظ ہی وصفِ حق کیا

بس آکر اک میں دم لا چکی ہے غمناکی
 ایسا منازل سلمے فائین سما کی
 انا صطربت تسیلا و قاتلی شاکی
 ہو گل پر قطرہ شبِ بنم کی مثل ایک پاکی
 نہیں ازل میں یہ جب کس آبی و خاکی
 ارے آثر مجامی من خیا کی
 دہات ثمتہ کریم مطیب زرا کی
 ہے راوہ راہرواں چستی اور جالا کی
 ہے گم صفاتِ الہی میں عقل ادراکی!

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی

کہتی ہے خلائق کہ تو ہے یوسف ثانی
فرہاد ترے عشق میں کھلا دل عجب کیا
تشبہ نہیں غنچہ کو کچھ تیرے دہن سے
سوار کیا وعدہ - دیا کام نہ لب نے
آنسو کی طرح دیدہ مردم سے گر جائے
گزر اسپر جاں سے بھی تیر نظر پار
دکھلا تو دے رفتار کہ ہو سرور وانہ
ہم سر کو قدم کر کے قلم کی طرح گزرے
دھکے نہ دلا حافظ غمیدہ کو اپنے

پر غور سے دیکھا تو ہے یوسف تو کہانی
تو خسرو خواہاں ہے اسے شیرین زبانی
غنچے میں کہاں ہوتی ہو یہ تنگ دہانی
سب سوسن آزاد کی تھی چرب زبانی
جس پر نظر آئے تری خلکی کی نشانی
اندھے سے بیمار تری سخت کمائی
اٹھلا دے دریا پار کہ بھولے وہ روانی
قدر اس نے نہ ایک پرزہ کاندھ کی جانی
بر باد کئے تجھ پر دل و دین و جوانی !

مے خواہ و گل انساں کن از دہر چہ میجوی

پنی تل بھی، اٹا گل بھی اور آس رکھ کوئی
منہ پر گلستاں کی ایک شاہد ساتی کا
شہنشاہ خواہاں ہو۔ آہنگ گلستاں ہو
یہ غنچہ لب خنداں ہے کس کے مقدر کا
بازار ہے گرمی پر اور جوش خریداری
ہر شمع بکرو دی خطرے میں ہو اسکے ہے
ہر تونے سرگڑا سونا نوں کو ازاراں تھا
ہر مرغ ہے بانغمہ اس گلشن شاداں میں

تو نے بھی سنی بلب گل کی یہ چہ می گوی؟
منہ چوم لے لب چکھ لے، اسے پیکے نہ خوشروئی
چل سر و ترے قد سے کچھ سیکھ لے دلجوئی
یہ شارح گل رخصتا ہے کس کے لئے، بوی؟
کچھ بیچ لے کچھ کر لے سراپہ نیکوئی
حاصل جو ہنر سے ہو بہتر وہ بکرو روئی
کاشن اس میں کہیں ہوتا ایک سمہ خوشبوئی
چمکا بلب کی حافظ کی ثنا گوی !

۳۳۰ مخمور جام عشق ساقی بدہ شرابے

مخمور عشق ہوں میں ساقی پلا شراب ایک
کم عشق ماہوش میں ہے راس پر وہ داری
ایک آفتاب ہے وہ۔ ٹھیرے نہ آنکھ جس پر
امید جسلوہ میں ہوں ستر پانا نظاری
مخمور آنکھ یوں کے ہیں بھر دے جام ساقی
حلقہ تباہوں ٹھیک کر دیکھے گر اس کا دیبا
اُس کا سے کی نہ جانب پھیلا نا ہاتھ جس سے
اچھا خیال رخ سے دل کو نگیا حاسا فضا
نوبہار ست در آں کوش کہ خوش دل باشتی

نوبہار آئی ہے دل چاہیے شدل ہنا
پہر ہاروں میں ہمیشہ ہے تہ گل رہنا
جیف دل کا ہی نصیحت کہ نہ قابل رہنا
عقل سے چاہیے خود ہی تجھے قائل رہنا
لئے عبرت نہ کسی سے ہو یہ غافل رہنا
چاہیے اس میں ذرا وقف منزل رہنا
تا کجا وقف غم و غصہ باطل رہنا
صید دام بت مطلوب شمایل رہنا
نوبہار آئی ہے دل چاہیے شدل ہنا
پہر ہاروں میں ہمیشہ ہے تہ گل رہنا
جیف دل کا ہی نصیحت کہ نہ قابل رہنا
عقل سے چاہیے خود ہی تجھے قائل رہنا
لئے عبرت نہ کسی سے ہو یہ غافل رہنا
چاہیے اس میں ذرا وقف منزل رہنا
تا کجا وقف غم و غصہ باطل رہنا
صید دام بت مطلوب شمایل رہنا

نور خدا نمایدت آئینہ مجر دی

نور خدا نمایدت آئینہ مجر دی
دیکھ ہمارے طور کو طالب عشق سردی

جام دے ایک، جیجم گرام مرے گئے کالے
شعبہ بازیوں کو چھوڑ۔ مان نہیں ہیں یہ روا
بھول گئی کیا آیہ فی عہدِ مَدِی
اہلِ حنین تھے امام کر کے نہیں گے مقتدی
عقل کی راہ چلے اگر جی سے نکال دے خودی
شرم تعلقوں سے کر مدحی مجسردی

نوش کن جام شراب یک منی

پی بھی جا جام شراب یک منی
دل کشادہ چاہئے مثلِ قدح
پی کے جام بخود دی سے ایک ٹل
باندھ پیانے سے پیاں مردوار
خاک بن قدموں کی کیا مانند بر
اٹھ دکھا کوشش تو حافظ کی طرح

ہزار جہد بگردم کہ یار من باستی

کئے ہزار جتن تا کہ یار ہو میرا
دن ایک آئے مرے کلہ حزیں میں مگر
چراغ دید و شب زندہ دار میرا بنے
کسی تو رات یہ دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے
پھر جہاں بُت عشاق والے ہاتھ میں آئے

قرا ز بخش دل بے قرار ہو میرا
شب ایک انیس دلِ غمگن ہو میرا
انیس خاطر امیدوار ہو میرا
بجائے آشک و انہکا ہو میرا
وہاں وہ سیر حین میں نگار ہو میرا

جہاں غلاموں پہ نازاں ملا تھوں کے دھنی
غزال فہر مرا صید نازاں بن جائے
تو کہیں عشیق کے افوس سے غول ہوا ہی دل
جو تین بوسے دولت سے مرے مقرر ہیں
ہوں گرچہ حافظ شہزاد ایک سے ازار تھوں
وہ اُس سجائیں خلونہ گار ہو سیرا
ہر نہ جو تجھ سا کسی دن سکا ہو سیرا
بتا دوں تجھ کو اگر راز دار ہو سیرا
اگر ادا نہ کرے قرضدار ہو سیرا
اگر نہ لطف دکر اُس کا یار ہو سیرا

ہوا خواہ تو ام جاناں میدانم کہ می دانی

ہوا خواہی مری جاناں میں جاناں تُو نے بھی جانی
فرشتے سجدہ آدم میں نیت تیری رکھتے تھے
خیم زلف اب ترا نام خدا مجموعہ دل ہے
دور از لعلوں کو لہر دے کہ صوفی رقص میں آئے
کشتا دکارتاں ہے دل بندی میں ابرو کی
نیم عطر خواں میں بھی کیا آنکھوں کی ٹھنڈک ہو
لمامت گر یہ راز عاشق و معشوق کیا سمجھے
رفیقوں سے بگڑ جانا خلاف کار دانی ہے
واقع ہے یہ طالع سے کہ کھوبوں کا کمر تیرا ہی
درینا عیش شب بیداریوں سے کھوئے نیند میں
فریب خیز کاکل میں حافظ دل نہ بھٹن جائے

کہ بے لکھے پڑھے بھی ہر حقیقت تُو نے پہچانی
کہ تیرے حُسن میں دیکھا تھا کچھ مافوق انسانی
نہ اس مجھ سے کو یار ہو آسیب پریشانی
بھڑپ بٹ آستینوں سے کرے جُست افشانی
گرہ سے صاف رکھ لے ایک لمحہ تو پیشانی
نہ ہو اس قوم کو یار کبھی رنج پریشانی
وہ کیا دیکھے گانا بننا خصوصاً راز پنہانی
اٹھے دشواری منزل بہ یاد حیدر آسانی
گر آزر وہ اس مسکین سے ہونے کی نہیں مانی
سمجھ درد وصال اے دل کہ فرقت بھی ہوشی آنی
یہ ایک اقبال ناممکن کی ہے زنجیر کھڑکانی

جاکینگے

نیلنے کا پتہ

کتاب خانہ انجمن ترقی اردو { حیدر آباد دکن
شمس المطالع قانونی بک ڈپو

خواجہ بک ڈپو
انناظر بک ایجنسی
دہلی
لکھنؤ

تاج کمپنی لیٹڈ
لاہور

محمد سعید صاحب تاجر کتب سندریہ پٹی
کلکتہ

نذیر احمد صاحب ایجنٹ تاج کمپنی
بمبئی

محمد یوسف صاحب تاجر کتب
اجمیر شریف

مولانا حسرت موہانی
کان پور

یونیورسٹی بک ڈپو
علی گڑھ

